گناہوں کے بُرے اثرات

اُردو ترجمہ

الذّنوبُ واثرہ السّیی

علّامہ الامام الحافظ
عبدالرّحمٰن ابن الجوزی رحمۃ اللہ تعالیٰ

مُترجم
مولانا محمد انس چترالی

اردو ترجمہ

الذّنوب واثرہ السیی

مؤلف

علامہ الامام الحافظ عبدالرحمٰن ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم

مولانا محمد انس چترالی

رئیس لجنۃ المصنفین

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی ۔۲

نام کتاب	:	گناہوں کے برے اثرات
مؤلف	:	علامہ الامام الحافظ عبدالرحمٰن الجوزیؒ
مترجم	:	مولانا محمد انس چترالی
ناشر	:	اریب پبلیکیشنز
صفحات	:	
سن اشاعت	:	2011
قیمت	:	

GUNAHON KE BURE ASRAT

Allama Al-Imam Al-Hafiz Abdurrahman Al-Jauzi (R.A.)

ناشر

اریب پبلیکیشنز

1542، پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

فون: 23284740، 23282550، 43549461

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	خطبہ مسنونہ	۱۱
۲	حضرت امام ابن جوزیؒ کے حالاتِ زندگی	۱۲
۳	گوشہ نشینی	۱۴
۴	بعض متصوفین کی تردید	۱۵
۵	علماء کے درمیان آپؒ کا مقام	۱۵
۶	ابن جوزیؒ کے متعلق امام ذھبیؒ فرماتے ہیں	۱۶
۷	خطابت	۱۷
۸	حق گوئی	۱۷
۹	راہِ حق میں آزمائش وابتلاء	۱۷
۱۰	وفات	۱۹
۱۱	اساتذہ کرام	۱۹
۱۲	اساتذہ کے اسمائے گرامی	۲۰
۱۳	مشہور تلامذہ	۲۱
۱۴	تصانیف وتالیفات	۲۲
۱۵	ابن جوزیؒ کے ہاں وقت کی قدروقیمت	۲۳
۱۶	موضوع کتاب ''المعاصی والذنوب'' کا مختصر تجزیہ	۲۸
۱۷	گناہوں کے نتائج	۲۸
۱۸	گناہوں کی جڑ تین چیزیں ہیں	۲۹

۱۹	گناہوں کے اثرات	۳۰
۲۰	گناہوں کی وجہ سے امم سابقہ پر آنے والے عذاب	۳۴
۲۱	(۱) طوفان کا عذاب	۳۴
۲۲	(۲) سخت تند و تیز ہوا کا عذاب	۳۴
۲۳	(۳) بجلی کی کڑک	۳۴
۲۴	(۴) سنگ باری کا عذاب	۳۴
۲۵	(۵) طوفان، ٹڈی، جوں، مینڈک اور خون کا عذاب	۳۵
۲۶	(۶) قسم قسم کے امراض اور وباؤں میں مبتلا کرنا	۳۵
۲۷	گناہوں کی قسمیں	۳۷
۲۸	گناہوں کی دوسری تقسیم	۳۸
۲۹	عام لوگوں کی عادات	۴۰
۳۰	علماءِ دنیا اور علماءِ آخرت میں فرق	۴۱
۳۱	متقین کی زندگی	۴۲
۳۲	لغزشات	۴۲
۳۳	دل کا زندہ ہونا اور مردگی کی چھا جانا عمل کی سردست سزا ہے	۴۳
۳۴	باطن کی درستگی	۴۶
۳۵	خواہشات نفس میں افراط	۴۷
۳۶	ایمان اور گناہ	۴۸
۳۷	حالات کی تبدیلی	۴۸
۳۸	گناہ اور نیک عمل کا انجام	۴۹
۳۹	پے در پے لغزشیں	۴۹

۴۰	گناہوں کے آگے ہتھیار ڈالنا	۵۰
۴۱	گناہوں کے انجام پر غور وفکر	۵۱
۴۲	کسی گناہ کو بھی چھوٹا نہیں سمجھنا چاہئے	۵۲
۴۳	کس طرح اور کب کیا مانگا جائے؟	۵۳
۴۴	راہِ حق میں جدوجہد کا مزا	۵۴
۴۵	نفس کو بہلا کر کام لینا	۵۶
۴۶	وقت کا ضیاع	۵۶
۴۷	علم پر عمل کرنے والے علماء	۵۷
۴۸	جان کنی کی حالت	۵۸
۴۹	نفس کا احتساب	۵۹
۵۰	نافرمانی کی سزا	۶۱
۵۱	مصائب میں ابتلاء کے وقت کا طریقہ	۶۱
۵۲	جلوت پر خلوت کا اثر	۶۲
۵۳	گناہ اور توبہ	۶۳
۵۴	مرضیات نفس کے آگے شکست کھانا	۶۵
۵۵	شیطان کے ساتھ کشمکش	۶۶
۵۶	ہمیشہ شیطانی چالوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے	۶۶
۵۷	موت کے لئے تیاری کرنا	۶۸
۵۸	بہتر توبہ	۶۹
۵۹	اللہ تعالیٰ انسان کے اپنی عظمت کی بقدر اس کو عزت دیتا ہے	۷۰
۶۰	بعض دفعہ گناہ کی پاداش میں ملنے والی سزا طویل بھی ہوتی ہے	۷۰

۶۱	اللہ تعالیٰ کے غصے کی آگ توبہ کے آنسو ہی بجھاتے ہیں	۷۱
۶۲	ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہنا چاہئیے	۷۱
۶۳	اللہ تعالیٰ کے لئے خود کو گناہوں سے بچانے پر اجر ملتا ہے	۷۳
۶۴	ناجائز خواہشات سے بچنے کے لئے مشتبہات سے بچنا	۷۵
۶۵	خواہشات کا نشہ انسان کو غافل کر دیتا ہے	۷۶
۶۶	غلبہ شہوت	۷۶
۶۷	تفریط کا انجام	۷۷
۶۸	گناہ کا سبب غفلت ہے	۷۸
۶۹	مخلوق کے بجائے خالق کو راضی کرنا چاہئیے	۷۹
۷۰	عمر رسیدہ لوگوں کے لئے نصیحت	۸۲
۷۱	مراتب گناہ	۸۳
۷۲	علماء کے اندر پائے جانے والے امراض	۸۵
۷۳	دن رات موت کے ئے تیاری کرنا	۸۶
۷۴	خواہشات نفس کا دھوکہ	۸۸
۷۵	خواہشات نفس کی پیروی حیوانیت ہے	۸۹
۷۶	نافرمانی کا انجام	۹۰
۷۷	علماءِ ظاہر اور علماءِ باطن	۹۱
۷۸	قضاوقدر کا بہانا کرنا بے ہودگی ہے	۹۲
۷۹	صراطِ مستقیم کیا ہے؟	۹۴
۸۰	نفس، انسانی خواہشات کا طمع کرتا رہتا ہے	۹۵
۸۱	نیکی کو ٹالنا حماقت ہے	۹۷

۸۲	غافلوں کی مجالس سے پرہیز	۹۸
۸۳	دنیاوی زندگی کی لذت بھی نیک اعمال ہیں	۹۹
۸۴	انجام کو پیشِ نظر رکھنا	۱۰۰
۸۵	کن لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے	۱۰۰
۸۶	لذتِ نفس کے پیچھے پڑنا	۱۰۲
۸۷	عمل میں سستی کے اسباب	۱۰۳
۸۸	اسباب تفاخر و عجب سے بچنا	۱۰۴
۸۹	توجہ الی اللہ	۱۰۵
۹۰	اللہ تعالیٰ سے تعلق بیداری کا ذریعہ ہے	۱۰۶
۹۱	بدن کی خوبصورتی پر اترانے کا کیا معنیٰ؟	۱۰۷
۹۲	عمل کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرنا چاہئے	۱۰۸
۹۳	علماءِ سوء	۱۰۹
۹۴	توبہ کر کے بھی خائف رہنا چاہیے	۱۰۹
۹۵	عمر کو غنیمت جاننا	۱۱۰
۹۶	تسبیح و استغفار کی حقیقت	۱۱۰
۹۷	دل کی پاکیزگی کا سبب تقوی ہے	۱۱۱
۹۸	طالب آخرت کبھی غافل نہیں ہوتا	۱۱۲
۹۹	آخرت کے گھر کو بچانے کی کوشش کرنا چاہئے	۱۱۳
۱۰۰	عقل سے کام نہ لینے والے لوگ جمادات سے بدتر ہیں	۱۱۳
۱۰۱	بلاضرورت شدیدہ گھر سے نہ نکلے	۱۱۴
۱۰۲	شہوات وخواہشات کی حقیقت	۱۱۶

۱۰۳	لذتِ نفس جلدی ختم ہوجاتی ہے	۱۱۷
۱۰۴	عقل کے تقاضے پر عمل کرنے میں کامیابی ہے	۱۱۸
۱۰۵	غفلت کے اسباب	۱۱۹
۱۰۶	عقل وفراست سے کام لینا چاہیئے	۱۲۰
۱۰۷	ہر عمل میں اخلاص کی ضرورت	۱۲۱
۱۰۸	خود پسندی	۱۲۲
۱۰۹	ہر گناہ پر عقاب ضرور ملتا ہے	۱۲۳
۱۱۰	احتسابِ نفس	۱۲۶
۱۱۱	علماء وزُھاد کو نصیحت	۱۲۸
۱۱۲	عمر کی قیدِ کرنی چاہیئے	۱۳۰
۱۱۳	خدا کی چاہت	۱۳۱
۱۱۴	دل جمعی ویکسوئی کا احسن طریقہ	۱۳۱
۱۱۵	اخلاص کی اہمیت	۱۳۲
۱۱۶	وقت کی اہمیت	۱۳۴
۱۱۷	کبیرہ گناہ سے بھی بچنا چاہیئے	۱۳۵
۱۱۸	لذائذ وخواہشات کے بعد آنے والا دن بھاری ہوتا ہے	۱۳۶
۱۱۹	خواہشاتِ نفس کے ساتھ جہاد	۱۳۷
۱۲۰	نفس سے خطاب	۱۳۸
۱۲۱	علم کے مقتضی پر عمل نہ کرنا باعث خطرہ ہے	۱۳۹
۱۲۲	مجاہدہ نفس حکمت کے ساتھ کرنا چاہیئے	۱۴۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج کل لوگ جس مالی تنگی، بدامنی، انفرادی واجتماعی پریشانیوں سے دوچار ہیں اس کا اصل اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، احکامات الٰہی سے غفلت، اور اس عظیم اللہ (جو انسان کا خالق و مالک ہے اور اس کے تمام احوال سے واقف ہے، ماں باپ سے زیادہ رحیم و کریم ہے، خود انسان سے زیادہ اس کی مصلحتوں سے واقف ہے) کے قانون کو پس پشت ڈال کر انسانوں کے بنائے ہوئے قانون پر چلنا ہے۔

اسی بات کو اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں یوں ارشاد فرمار ہے ہیں: ﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾ (سورہ شوریٰ: الآیہ: ۳۰)

''اور تم پر جو مصیبت آتی ہے تمہارے ہی ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے آتی ہے اور وہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے''۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ﴾ ''جو بھلائی تم کو پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور جو برائی تجھے پہنچتی ہے وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے''۔

پیارے بھائیو! جو بھلائی، اچھائی، نعمت اور امن وسکون نصیب ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔ اسی اللہ نے ہم پر اپنی نعمتوں کی بارش کر رکھی ہے۔

مگر قحط، افراتفری، بدامنی اور خوف و ہراس کی جن پریشانیوں سے ہم دوچار ہیں اس کا سبب خود ہمارے نفس ہیں۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور ان کو ہلاکت میں ڈالنے کے اسباب مہیا کئے۔ کیوں کہ گناہ ومعاصی بحر و بر میں بے شمار فساد پیدا کرتے ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (سورہ روم: ۴۱)

''خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب سے فساد پھیل گیا ہے تا کہ اللہ انہیں ان

کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے تا کہ وہ باز آجائیں"۔
جونہی انسان گناہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے سزا پیدا فرماتے ہیں۔
کسی بزرگ کا قول ہے کہ تم جب بھی گناہ کا ارتکاب کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے سزا پیدا کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کے قلیل مقدار کی سزا کی ایک جھلک دکھاتے ہیں، ورنہ ہمارے تمام گناہوں کی پاداش میں سزا دینے لگیں تو زمین پر انسان تو کجا ایک کیڑا بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔
قارئینِ کرام! آپ کے ہاتھوں میں یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک عظیم کتاب ہے، اس کے مؤلف ماہر اور نقاد علماء کبار میں سے ہیں۔ وہ عالم بھی ہیں، زاہد بھی، اور عابد بھی آپ اسم گرامی الحافظ جمال الدین ابوالفراج عبدالرحمٰن بن الجوزی القرشی البغدادی ہے۔ آپ بیشمار قیمتی اور نافع مؤلفات کے مؤلف ہیں، وعظ و نصیحت کی تاثیر میں کامل دسترس رکھتے ہیں۔ آپ کے علمی مرتبے کو پہچاننے کے لئے حافظ ابن رجب الحنبلیؒ کا یہ قول جس کو انہوں نے "ذیل طبقات الحنابله" میں ذکر فرمایا ہے، کافی ہے۔ قول یہ ہے: (لم یترك فنا من الفنون الا وله فیه مصنف) یعنی دنیا میں کوئی فن ایسا نہیں ہے جس میں آپ کی تصنیف نہ ہو۔ لیجئے ان کے مختصر حالات زندگی۔

حضرت امام ابن جوزیؒ کے حالات زندگی:

نام ونسب: جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن عبیداللہ بن عبداللہ بن حمادی بن احمد بن محمد بن جعفر بن عبداللہ بن قاسم بن النضر بن القاسم محمد بن عبداللہ بن القاسم بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱)۔

مسلک: آپ مسلکاً حنبلی ہیں۔

القابات: الحافظ، المفسر الواعظ المؤرخ الادیب، آپؒ ابن جوزی سے معروف ہیں۔

ولادت: حضرت امام ابن جوزیؒ بغداد میں درب حبیب نامی بستی میں پیدا ہوئے ان کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے، بعض نے ۵۰۸ھ اور بعض کے نزدیک ۵۰۹ھ ہے اور

(۱) الذیل لابن رجب ص۳۹۹۔

بعض نے ۵۱۰ کا قول کیا ہے۔ مگر راجح یہ ہے کہ آپ کی پیدائش ۵۱۰ھ کے بعد ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنے کسی وعظ میں فرمایا ہے'' کہ انہوں میں ۵۲۸ھ میں تصنیف وتالیف کے میدان میں قدم رکھا ہے اس وقت میری عمر سترہ سال تھی۔ اسی طرح تاریخ ابن نجار میں آپ ہی کے حوالے سے لکھا ہے' مجھے میری تاریخ پیدائش کے متعلق اس سے زیادہ علم نہیں ہے سوائے اس کے کہ میرے والد محترم کا انتقال ۵۱۴ھ کو ہوا' اور میری والدہ فرماتی تھیں کہ والد کے انتقال کے وقت تمہاری عمر تین سال تھی (۲)۔ اس اعتبار سے آپ کی پیدائش ۵۱۰ھ بنتی ہے۔

آپ کے خاندان والے پیتل کا کاروبار کرتے تھے' یہی وجہ ہے کہ آپ کے نام کے ساتھ ''الصفار'' بھی لگادیا جاتا ہے' الصفار پیتل فروش کو کہا جاتا ہے۔

تین سال کی عمر میں والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا' مگر ان کی بہتر تربیت متاثر نہیں ہوئی' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے والد کی جگہ ایک مخلص اور شفقت ومہربانی کرنے والی پھوپھی ان کو عطا فرمائی۔ جس نے آپ کی بہتر تربیت اور تعلیم کے لئے دن رات ایک کردیا' پھوپھی ہی ان کو ابوالفضل بن ناصرؒ کی خدمت میں لے گئی تھی۔ جن سے نہ صرف بہترین تربیت حاصل کی بلکہ حدیث کا بھی سماع کیا (۲)۔

والد صاحب کے انتقال کے باوجود طلب علم کی طرف مکمل توجہ کی' ایک بڑی وجہ مالی فراوانی بھی تھی۔ کیونکہ ان کے والد صاحب ثروت تھے۔ بہت سارا مال ترکہ میں چھوڑا تھا۔ حضرت امام صاحبؒ اکثر اپنی تصنیفات میں اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

چنانچہ اپنی مشہور تصنیف ''صید الخاطر'' میں فرماتے ہیں۔ جس کو مالی فراوانی ہو اس کو اپنی گنجائش کے بقدر اپنے نفس پر بھی خرچ کرنا چاہئے' میرا ذاتی تجربہ ہے' کیوں کہ میں نے ایک خوشحال گھرانے میں پرورش پائی ہے' جب میں نے خوراک میں کمی کی' اور اچھی چیزیں کھانے میں کمی کردی تو بیماری مجھ پر اثر انداز ہوئی' میرے بہت سارے معمولات میں خلل آیا حتی کہ بہت ساری عبادات میں انقطاع آیا' میں روزانہ پانچ پارے قرآن کریم کے تلاوت کرتا تھا' ایک دن جب خوراک میں کمی کردی تو اس

---

(۱) وفیات الاعیان ج ۲۔ ص ۳۲۱۔ (۲) تذکرۃ الحفاظ للذھبی ۱۳۴۳

معمول کو پورا نہ کرسکا' میں نے کہا ایک لقمے کی کمی کی وجہ سے قرآن پڑھنے میں خلل واقع ہوا جس کے ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں' تو ایک لقمہ عظیم اطاعت وثواب کا سبب ہے' البتہ خوراک وہ استعمال کرتے جو بدن کے موافق ہو' ناموافق غذا سے صحت خراب بھی ہوتی ہے' اپنے بدن کے موافق غذا استعمال کرنا عقلمندی کی دلیل ہے' ابن جوزیؒ جب سن شعور کو پہنچے تو علم کے خاطر بڑی بڑی مشکلات بھی برداشت کیں اور ہر مشکل کو نہ صرف خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ بلکہ خود اپنے بارے فرماتے ہیں: طالب علمی کے زمانے میں بڑے شدائد برداشت کیے جو حصول مقصود میں شہد سے بھی زیادہ شیریں معلوم ہوتے تھے۔ بچپن کے زمانے میں سوکھی روٹی لیتا اور طلب علم کے لئے نکل جاتا' اور بھوک لگنے کی صورت میں ''نہر عیسی'' کے کنارے بیٹھ جاتا' پانی کے بغیر روٹی کھائی نہیں جاتی' ہر لقمہ کے ساتھ پانی پیتا۔ مگر اس میں مجھے مزہ آتا' میری ہمت میں کمی نہ آتی (۱)۔ ابن جوزیؒ بچپن سے متقی' پرہیزگار اور دنیا سے بے رغبت تھے۔ وقت کے ضائع ہونے کے خوف سے لوگوں کے ساتھ اختلاط نہ رکھتے' اس سے ان کی روح' نفس اور وقت سب محفوظ ہوگئے۔

حضرت امام بن کثیرؒ ان کے حالات میں لکھتے ہیں: وہ بچپن سے ہی دیندار' اور اپنے نفس کی حفاظت کرنے والے تھے۔ نہ کسی سے میل جول کرتے' نہ مشتبہ کھانا تناول کرتے۔ صرف جمعہ کی نماز کے لئے اپنے گھر سے نکلتے' اور بچوں کے ساتھ کھیلنا بھی پسند نہ کرتے۔

گوشہ نشینی:

اپنے وقت کو قیمتی بنانے کے لئے گوشہ نشینی کو پسند فرماتے خود ''صید الخاطر'' میں فرماتے ہیں: علم کے لئے گوشہ نشینی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی پاکیزہ زندگی نہیں' کیونکہ علم بہترین انیس وجلیس ہے' گوشہ نشینی سے انسان فضولیات سے بچ جاتا ہے۔ گوشہ نشینی سے عزت پاتا ہے' ذلت سے بچ جاتا ہے' گوشہ نشینی ہی کی برکت سے کثیر پر طاقت نہ رکھنے کی وجہ

(۱) صید الخاطر: ۲۳۵۔

سے قلیل پر قناعت نصیب ہوتی ہے، جس سے دین و دنیا کی تکالیف سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ اسی کے سبب شیطان کی مکاری، حکمرانوں کے ظلم اور عوام کے شر وفساد سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ لیکن ایک عالم کے لئے گوشہ نشینی بہتر نہیں ہے۔ اس لئے کہ عالم اگر جاہل سے جدائی اختیار کریگا، اس سے میل جول نہیں رکھے گا تو اس علم کو بھول جائیگا۔

بعض متصوفین کی تردید:

متصوفین پر ایک مستقل فصل کے تحت بے فائدہ گوشہ نشینی پر رد بھی کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کتنے علماء لوگوں سے عدم اختلاط کی وجہ سے علم کو بھول گئے، حالانکہ وہ اس علم کے ذریعے لوگوں کی اصلاح کرسکتے تھے۔ ایک عالم کے لئے گوشہ نشینی بہتر نہیں ہے۔ ہاں شر سے بچنے کی غرض سے ہو تو علیحدہ بات ہے۔ بعض جاہل صوفیوں کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اکثر لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ شریعت کی حدود سے نکلے ہوئے ہیں گویا متصوفین و متزھدین کی بات ان کے لئے شریعت کا درجہ رکھتی ہے، حالانکہ آج کل متصوفین جس نہج پر چل رہے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ اور آپ کے صحابہؓ کا طریقہ اس طرح نہیں تھا۔

آپ ﷺ ہنسی مزاح بھی فرمایا کرتے تھے، اور اچھی چیزوں کو پسند فرمایا کرتے تھے، بعض دفعہ حضرت عائشہؓ کی دل جوئی کے لئے ان کے ساتھ چلنے میں مسابقہ بھی فرماتے۔ آپؐ گوشت بھی تناول فرماتے، میٹھی چیزوں کو پسند فرماتے، اور میٹھا پانی منگوا کر نوش کرتے، آپ کے صحابہ کرامؓ کا بھی یہی طریقہ اور طرز زندگی تھا۔ جبکہ متصوفین و متزہدین نے اس سے ہٹ کر اپنا ایک طریقہ ایجاد کیا ہوا ہے۔

علماء کے درمیان آپؒ کا مقام:

آپ کے بعد آنے والے بڑے بڑے اجلہ علماء کرام آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ چنانچہ ابن خلکانؒ آپ کے متعلق فرماتے ہیں: ابن جوزیؒ اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم تھے، حدیث میں وقت کے امام تھے۔ بہت سارے فنون میں بے شمار کتابیں لکھی ہیں۔ اگرچہ بعض لوگ اس میں مبالغہ سے بھی کام لیتے ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

ان کے لکھے ہوئے رجسٹروں کو جمع کر کے ان کی عمر کے ایام کے ساتھ حساب لگایا گیا اور ان کا پیوں کو عمر کے ایام پر تقسیم کیا گیا تو یومیہ نو رجسٹر ہوتے ہیں''۔

ابن جوزیؒ بہت زیادہ مطالعہ کرتے' ہمیشہ پڑھنے کا شوق اور شغف تھا' خود اپنے زمانہ طالب علمی میں شوق مطالعہ کی بابت لکھتے ہیں' کہ صرف زمانہ طالب علمی میں' میں نے بیس ہزار سے زائد کتابوں کا مطالعہ کیا' بعد کا اندازہ خود لگا لیجئے: ''صید الخاطر'' میں رقمطراز ہیں: علم میں کمال حاصل کرنے کے خواہشمند کے لئے مطالعہ کتب ہی اہم ہے' اوج کمال تک پہنچانے کا ذریعہ صرف مطالعہ ہے۔ اس کے ذریعے اسلاف کے علوم اور ان کے بلند ہمتی کا نظارہ ہوگا' جس سے دل بیدار اور دماغ میں تیزی آئیگی۔ اور بلندی کی طرف سفر کرنے میں ہمت پیدا ہوگی' کوئی کتاب بھی فائدے سے خالی نہیں' کتابوں سے بے نیاز علماء میں تجھے کوئی بلند ہمت شخصیت ایسی نہیں ملے گی جس کی پیروی کیجائے نہ ان میں کوئی صاحب تقویٰ ہوں گے جس سے لوگوں کو فائدہ ہو۔ اسلاف کو دیکھنے کے لئے ان کی سیرتوں کا ملاحظہ کیجئے۔ ان کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

اس سے اپنے وقت کے بہت سارے علماء سے بہت سارے فنون میں فوقیت حاصل ہوگی ابن جوزیؒ نے تفسیر' حدیث' طب' وعظ وغیرہ علوم میں بے شمار کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن سے ان علوم میں ان کی کمال مہارت مترشح ہوتی ہے۔

ابن جوزی کے متعلق امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

تفسیر' وعظ میں ماہر اور مذہب میں متوسط تھے' متون حدیث پر مکمل عبور تھا۔ البتہ حدیث صحیح وسقیم پر گفتگو میں محدثین اور حفاظِ حدیث کی طرح تھے (۲)۔

امام ذہبیؒ ''التاریخ الکبیر'' میں لکھتے ہیں: ہمارے نزدیک ابن جوزی حفظ میں اتنے معروف نہیں تھے البتہ معلومات کی کثرت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے (۳)۔

آپ نے ایک مدرسہ بھی بنایا تھا۔ اس میں مکتبہ بھی بنایا جس میں اپنی تمام کتابیں وقف کر دیں۔ اس کے بعد بھی بغداد کے مختلف مدارس میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔

(۱) صید الخاطر: ٤٤١ (۲) صید الخاطر: ٤٤٠ (۳) تذکرۃ الحفاظ۔

حافظ ابن الابیشیؒ ابن جوزیؒ کے متعلق فرماتے ہیں: ابن جوزیؒ بہترین گفتار کے مالک تھے' اعلیٰ ترین منتظم' شیریں زبان' اعلیٰ قسم کے خطیب تھے۔ آپ کی عمر اور کام میں بڑی برکت تھی۔ چالیس سال کے عرصہ تک لوگ آپ سے سماع حدیث کرتے رہے۔

خطابت:

آپ کا جہاد صرف تصنیف و تالیف اور قلم میں منحصر نہیں تھا۔ بلکہ آپ فنِ وعظ و خطابت میں بھی اپنی مثال آپ تھے' خواص و عوام سبھی میں معروف و مشہور تھے۔

حضرت امام ابن کثیرؒ آپ کے متعلق فرماتے ہیں: وعظ و خطابت کے میدان میں ابن جوزیؒ کا کوئی مقابل نہیں تھا۔ فصاحت و بلاغت' شیریں گفتاری' اثر انگیزی عجیب و غریب نکات کے بیان' سریع الفہمی اور ادراک میں بھی بے نظیر تھے۔

حق گوئی:

دین کے معاملے میں بڑے بڑے لوگوں کو بھی خاطر میں نہ لاتے' آپ کے وعظ میں بڑے بڑے رؤساء اور خلفاء شریک ہوتے' دوران وعظ ایک مرتبہ اس گوشے کی طرف رخ کیا جہاں خلیفہ المستضی العباس بیٹھا ہوا تھا اور فرمایا: اے امیر المؤمنین! اگر آپ کے متعلق کچھ کہتا ہوں تو تجھ سے ڈرتا ہوں اور اگر خاموش رہوں تو تیرے بارے ڈرتا ہوں' امیر المؤمنین! تمہیں یہ کہنا کہ "اللہ سے ڈرو" یہ کہنے سے کئی گنا بہتر ہے' کہ تم اہل بیت ہو' بخشے بخشائے ہوئے ہو اور یہ بھی فرمایا: حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے: "مجھے کسی عامل کے بابت ظلم کرنا معلوم ہو جائے تو اس کو اپنی طرف منسوب کروں گا۔

امام ابن جوزیؒ حق کے دفاع میں کسی کو خاطر میں نہ لاتے۔ بدعات و منکرات کے خلاف جنگ کی' اس عظیم کام میں کامیابی کے متعلق یوں فرماتے ہیں: کچھ اقوام بدعات اور مذہبی تعصبات کو ہوا دینے لگی۔ ان کا میں نے تعاقب کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں میری مدد فرمائی' اور ہمارا پلڑا ہی بھاری رہا ہے۔

راہِ حق میں آزمائش و ابتلاء:

ابن جوزیؒ آخری عمر میں آزمائش و ابتلاء کا شکار ہوئے۔ کہ ایک شخص رکن عبدالسلام بن

عبدالوہاب بن عبدالقادر الجیلی کے نام سے معروف تھا۔ جو صاحب تصنیف تھا' مگر صحیح العقیدہ نہیں تھا۔ اس کے عقیدہ میں زندقہ تھا اور اس کی کتابیں بھی بدعقیدگی سے بھری تھیں اور غلط عقائد و نظریات پر مشتمل تھیں' وزیر ابن یونس الحنبلی نے امام ابن جوزیؒ کی موجودگی میں اس کی ساری کتابوں کو جلادیا اور اس کے مدرسہ کو ابن جوزیؒ کے حوالہ کردیا۔ جب منصب وزارت پر غالی قسم کا خبیث الباطن رافضی ابن قصاب نامی شخص متمکن ہوا تو ابن یونس اور ان کے ساتھیوں کو پکڑنے کی کوشش کی' تو رکن عبدالسلام موقع کو غنیمت جان کر ابن قصاب کے پاس گیا اور کہا کہ تم ابن یونس کے ساتھیوں کی تلاش میں ہو' ابن جوزیؒ اس کا سب سے بڑا دوست ہے' اور ابوبکر کی اولاد میں سے ہے' ابن یونس نے میرے دادے کا مدرسہ مجھ سے چھین کر ابن جوزیؒ کو دیدیا ہے' اور ابن جوزیؒ ہی کے مشورے سے میرے دادے کی اور میری کتابوں کو جلا ڈلا گیا ہے۔

ابن قصاب نے خلیفہ الناصر کو خط لکھا' اور الناصر رافضیت کی طرف میلان رکھتا تھا' اور ابن جوزیؒ کو تکلیف پہنچانا بھی چاہتا تھا۔ حکم نافذ کیا کہ ابن جوزیؒ کو رکن عبدالسلام کے حوالے کیا جائے' چنانچہ حکم نامہ ملنے پر رکن عبدالسلام ابن جوزیؒ کے گھر گیا ان کو گالیاں دیں اور اہانت آمیز رویہ اختیار کیا' گھر پر قبضہ کیا' چنانچہ ابن جوزیؒ کے گھر والے تتر بتر ہو گئے اور امام صاحب کو پکڑ کر بذریعہ کشتی واسط لایا گیا' اور وہاں ایک تنگ و تاریک گھر میں تن تنہا محبوس کیا گیا حتیٰ کہ اپنے لئے کھانا خود پکاتے اور کپڑے دھونے کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا۔ اس طرح پانچ سال تک وہ قید کی حالت میں رہے' اس دوران غسل تک کرنے نہیں دیا گیا لیکن مشکلات پر صبر' باطل حکمرانوں کے مقابل میں حق کی دعوت کے لئے سینہ سپر ہونا علماء عاملین اور مجاہدین اور مخلصین کا ہمیشہ شیوہ رہا ہے' ابن جوزیؒ نے بھی صبر آزما مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا' اور حق کا بول بالا کیا۔ علم پر عمل کے متعلق صید الخاطر میں فرماتے ہیں: علم پر عمل کرنا ہی اصل الاصول ہے' اور وہ شخص مکمل مسکین ہے جو ایسے علم کے حصول پر عمر کو ضائع کردے جس پر عمل نہ ہو' اس سے تو دنیا کی لذت بھی گئی' آخرت کے ثواب سے بھی محروم رہا' قوت حجت کے باوجود مفلس و نادار رہا۔

وفات:

ابن جوزیؒ داعیانہ، مخلصانہ اور مجاہدانہ زندگی گذارنے کے بعد ۹۰ سال کی عمر میں جمعہ کی شب ۱۲ رمضان ۵۹۷ھ کو بغداد میں دار فانی سے دار البقاء کی طرف کوچ کر گئے۔ مغرب وعشا کے درمیان انتقال ہوا۔ تہجد کے وقت نہلائے گئے۔ صبح پورا اہل بغداد آپ کے جنازے میں شریک ہوا۔ تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔ صبح کے وقت لوگ جنازہ لے کر چلے، قبر تک پہنچتے پہنچتے جمعہ کا وقت ہو گیا، باب الحرب میں حضرت امام احمد ابن حنبلؒ کے مدفن کے قریب مدفون ہوئے۔

موت کے وقت یہ اشعار آپ کے زبان پر جاری تھے

یا کثیر العفو عمن کثر الذنب لدیه

اے گناہگاروں کو کثرت سے معاف کرنے والے!

جاء ك المذنب یرجو الصفح عن جرم یدیه

گناہ گار تیرے دربار میں اپنے گناہوں کی معافی کی امید کے ساتھ حاضر ہے

انا ضیف و جزاء الضیف احسان الیه

میں تیرا مہمان ہوں اور مہمان کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمادے، اور ہمیں ان کے علوم سے مستفیض ہونے کی توفیق نصیب فرمادے۔

اساتذہ کرام:

ابن جوزی نے اپنے شیوخ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جسمیں تقریباً نواسی اساتذہ کا تذکرہ کیا ہے۔ جس سے ان کا اساتذہ کے انتخاب میں حسن انتخاب ظاہر ہوتا ہے۔ کیوں کہ انہوں نے اپنے زمانے کے بہترین اور علماء عاملین کا انتخاب کیا اور اس انتخاب میں اساتذہ کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔

(۱) البدایة والنهایة ج۱۳ /۲۸ وفیات الاعیان ۲/۳۲۱، الذیل لابن رجب ۱/۳۹۹۔ تذکرة الحفاظ۔ ترجمہ نمبر ۱۰۹۷، الکامل لابن کثیر ۱۲/۱۷۱ مفتاح العسادة ۱/۲۰۷ التکمله لوفیات النقلة ۲ ص۲۹۱، العبر فی خبر من عبر ۴/۲۹۷ دول الاسلام ص۱۰۶ غایة النهایة ۱ ۳۷۵

میرے شیخ ابن ناصر بچپن ہی میں مجھے بڑے شیوخ کے پاس لے گئے۔ جن سے میں نے حدیث کا سماع کیا اور ان سے میرے لئے اجازت بھی لی' جب مجھے خود طلب علم حدیث کا فہم و ادراک پیدا ہوا تو نقل حدیث کے مقابلے میں اصحاب فہم کو ترجیح دی۔ میرے پیش نظر حدیث میں کثرتِ عدد نہیں بلکہ فہم وادراک ہے۔

اساتذہ کے اسمائے گرامی:

(۱) ابو بکر محمد بن عبدالباقی بن محمد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الربیع بن ثابت ۔ان کا سلسلہ نسب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ جاتا ہے۔ان کے متعلق ابن جوزی فرماتے ہیں ۔ یہ انتہائی ثقہ، صاحب فہم علوم کثیرہ پر مکمل عبور و رسوخ والے تھا خصوصاً علم الفرائض میں ماہر تھے۔رومیوں کے ہاتھوں قید ہوئے کلمہ کفر کہنے پر مجبور کیا گیا لیکن وہ اس پر تیار نہیں ہوئے ۵۳۵ھ میں وفات پا گئے۔

(۲) ابوبکر محمد بن الحسن بن علی بن ابراہیم المعروف المزرعی ہیں۔ان کے متعلق فرماتے ہیں: ان سے میں نے حدیث کا سماع کیا' آپ ثقہ تھے' بہترین عالم تھے' اور خوش عقیدہ تھے ابن المہتدی سے حدیث سماع کیا تھا ۵۲۷ھ میں وفات پائی (۱)۔

(۳) ابوالحسن علی بن عبدالواحد الدینوریؒ ہیں جن کے متعلق ابن جوزیؒ فرماتے ہیں: یہ ابتدائی اساتذہ میں سے تھے۔ بغداد کے مغربی جانب باب البصرہ میں رہائش پذیر تھے جمادی الثانیۃ ۵۲۱ھ میں انتقال کر گئے۔

(۴) ابوالفتح عبدالمالک بن ابی القاسم الکروخی ہیں ان کے متعلق فرماتے ہیں: میں نے ان سے اپنے پہلے استاذ کی مرویات کا بھی سماع کیا' اور وہ صالح اور صدوق تھے۔اور ایک بڑی جماعت نے ان سے سماع کیا۔ بغداد سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہی رہنے لگے۔ ذی الحج ۵۴۸ھ میں دنیا فانی سے رحلت کر گئے۔

(۵) ابوسعید احمد بن محمد بن الحسن بن علی البغدادی ہیں' ان کی بابت رقمطراز ہیں: وہ ثقہ تھے۔ بہترین اخلاق و کردار کے حامل تھے۔تکلفات سے کوسوں دور تھے' اصبہان میں پیدا ہوئے وہی پلے بڑھے۔اور نہاوند میں ۵۴۰ھ میں انتقال ہوا۔

(۱) مشیخۃ ابن جوزیؒ ٦٦۔

مشہور تلامذہ:

جس طرح ابن جوزیؒ نے اعلیٰ اساتذہ کا انتخاب کیا اسی طرح اعلی اور منتخب لوگوں نے آپ کو استاذی کے لئے چن لیا' بڑے بڑے مشہور معروف علماء وفضلاء نے آپ سے کسب فیض کیا' اور وقت کے امام مقتداء بن گئے' اور تصنیف وتالیف' اخلاص وللّٰہیت میں آپ کے نقش قدم پر چل کر لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے' ان میں سے چند مشہور کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

(۱) الحافظ عبدالغنی عبدالواحد بن علی بن سرور ہیں' نابلس میں ۵۴۱ھ میں پیدا ہوئے سکندریہ' موصل' دمشق اور ہمدان میں سماع حدیث کیا۔ حافظ' متقی وپرہیزگار تھے۔ حضرت ابن جوزیؒ سے بغداد میں حدیث پڑھی کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ یوسف بن خلیل ان کے متعلق فرماتے ہیں۔ وہ ثقہ ثبت اور مامون تھے' بہترین مصنف' پابند صوم وصلوٰۃ تھے۔ ۶۰۰ھ میں مصر میں انتقال کر گئے (۱)۔

(۲) یوسف بن فرغلی بن عبداللہ ابوالمظفر الواعظ ہیں' جو ابن جوزیؒ کے پوتے ہیں۔ اپنے دادے سے حدیث کا علم حاصل کیا اور ابوالفراج بن کلیب وغیرہ سے بھی سماع حدیث کیا' موصل' دمشق میں بھی علم حدیث اور دوسرے علوم حاصل کئے متعدد کتابیں بھی لکھیں' مثلاً ''کتاب مرأۃ الزمان فی التاریخ'' ''شرح جامع الکبیر'' ''اللوامع فی احادیث المختصر'' وغیرہ۔ گیارہ ذی الحجہ ۶۵۴ھ منگل کی رات اللہ کو پیارے ہوئے (۲)۔

(۳) احمد بن عبدالدائم بن نعمۃ الکتاب' المحدث ہیں' ۵۷۵ھ میں نابلس میں پیدا ہوئے' بغداد میں رہے' اور ابن جوزی سے علم حاصل کیا' دمشق اور حران میں بھی علم حدیث حاصل کیا۔ بہترین سیرت وصورت کے مالک تھے' انتہائی دیندار' متواضع طبیعت کے حامل تھے۔ پچاس سال سے زیادہ عرصے تک حدیثیں بیان فرمائیں۔ اپنے استاذ کے نقش قدم پر چل کر بڑی قیمتی تصانیف لکھیں اور بڑے بڑے شیوخ' ائمہ کبار' حفاظ محدثین وفقہاء مثلاً شیخ محی الدین النووی' شیخ شمس الدین بن عمر' شیخ تقی الدین دقیق بن العید' شیخ تقی الدین

(۱) التکملۃ لوفیات النقلہ ج٤ قم۷۷۸' الذیل لابن رجب ۲ ص ۳٤ (۲) تاج التراجم: ۸۳۔

بن تیمیہ جیسے لوگوں کے امام و مقتداء بن گئے' ۶۶۸ھ میں دنیا سے رحلت فرما گئے (۱)۔

تصانیف وتالیفات:

وہ جسم و روح کے اعتبار سے تو ہم سے جدا ہو گئے' مگر ان کی یادیں ان کی عظیم محنت کے ثمرات تاریخ کے صفحات پر زندہ جاوید ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا:

الجاهلون فما تواقبل موتهم والعالمون وان ماتو فاحياء

''جہلاء زندہ ہو کر بھی مردے ہیں اور علماء مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں''

مؤرخین آپ کی تصانیف کو دیکھ کر حیرت زدہ ہیں اور اپنی اپنی کتابوں میں ان کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں: چنانچہ امام ابن تیمیہؒ اپنی کتاب ''اجوبة المصرية '' میں فرماتے ہیں: امام ابوالفرج ابن جوزیؒ مفتی اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے' متعدد فنون میں آپ کی تصانیف وتالیفات ہیں' میں نے ان کو گنا تو ہزار سے زیادہ تھیں (۲)۔

حضرت امام حافظ الذہبیؒ فرماتے ہیں: میرے علم کے مطابق ابن جوزیؒ کے برابر کسی عالم نے تصانیف نہیں چھوڑیں (۳)۔

صاحب ''البداية والنهاية '' ان کے متعلق فرماتے ہیں وہ علوم میں منفرد اور نابغہ روزگار تھے' علوم کثیرہ پر دسترس حاصل تھی۔ ان کی تصانیف تین سو سے زائد ہیں' خود اپنے ہاتھ سے دو سو سے زائد جلدیں لکھیں ہیں' ہر علم میں وسیع مہارت بلکہ مہارت تامہ رکھتے تھے' یعنی علم تفسیر' حدیث' فقہ' تاریخ' حساب' علم النجوم طب' لغت' صرف ونحو' ان تمام علوم میں ان کی متعدد تصنیفات ہیں جو یہاں تنگی مقام کی بنا پر سب درج نہیں کی جاسکتیں' البتہ چند مشہور کتب کے نام یہ ہیں۔ تفسیر میں ''زاد المسير '' حدیث میں جامع المسانيد جو بخاری' مسلم جامع ترمذی اور مسند احمد کے مسانید کو مستوعب ہے۔ تاریخ میں ''المنتظم فی تاريخ الامم من العرب والعجم '' جو بیس جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۱) الذيل لابن رجب ۲ ص ۲۷۸' تذكرة الحفاظ ۱۰۹۸ (۲) الذيل لابن رجب ج۱ ص ۴۱۵

(۳) تذكرة الحفاظ ۱۰۹۸۔

ابن جوزیؒ کے ہاں وقت کی قدر و قیمت:

ان کی سیرت کے اس گوشے کو بھی ملاحظہ کیجئے کہ ان کے ہاں وقت کی کیا اہمیت تھی، وقت کو کس طرح بچاتے، مہمانوں کی آمد یا بے کار و بے مشغلہ افراد کے آنے کے وقت آپ کا طریقہ کیا رہا ہے، اپنی معروف کتاب ''صید الخاطر'' کی جلد اول اور صفحہ ۴۶، ۲۰۱ اور جلد دوم کے ص ۳۱۸، ۳۱۹ اور تیسری جلد کے ص ۶۱۶ میں فرماتے ہیں۔ انسان کو چاہئے اپنے وقت کی قدر و قیمت کو پہچانے، ایک لمحہ کو بھی بے کار ضائع نہ کرے۔ بلکہ ہر لحظہ کو ذریعہ ثواب بنائے، البتہ اس میں اپنی نیت کو فساد سے بچائے، اور ہر قول و عمل میں نیت کو صاف اور خالص رکھے، جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے (نیة المؤمن خیر من عمله) ''مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے''۔

سلف صالحین اپنے ہر لحظے کی حفاظت کرتے، فضول گوئی سے بچاتے چنانچہ مشہور تابعی حضرت عامر بن عبد قیس جو عابد و زاہد تھے، سے کسی نے کہا مجھ سے بات کیجئے۔ تو فرمایا: ''سورج کو روکو''۔

میں اکثر لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وقت کو عجیب انداز سے برباد کرتے ہیں، رات اگر لمبی ہو جائے تو فضول گوئی یا بے فائدہ قصے کہانیوں اور ناولوں کو پڑھنے میں وقت صرف کرتے ہیں اور رات کوتاہ ہو تو رات کو نیند میں اور دن کو تفریح گاہوں اور بازاروں میں ضائع کرتے ہیں۔ وقت ضائع کرنے والوں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو ایک کشتی میں سوار محو گفتگو ہوں اور کشتی ان کو۔ ان جان مقام کی طرف لے جا رہی ہو اور یہ اپنے انجام سے بے خبر ہے۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو وقت کی قدر و قیمت اور اپنے وجود کے مقصد کا ادراک رکھتے ہیں، عمر بڑا قیمتی سرمایہ ہے، ہاتھ سے نکلنے سے پہلے اس سے کام لو۔ اور اس کو قیمتی بناؤ۔

بے کاروں کی صحبت سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، اکثر لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ میرے ساتھ بھی عام وقت ضائع کرنے والوں کی طرح معاملہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کو زیارت یا خدمت کا نام دیدیتے ہیں، اور پاس بیٹھنے کا مطالبہ کرتے ہیں، اور بیٹھ کر بے

مقصد باتوں میں لگ جاتے ہیں، درمیان میں غیبت بھی شروع ہوجاتی ہے، یہ ہمارے زمانے کے اکثر لوگوں کا طریقہ ہے، خصوصاً عام خوشیوں اور عیدین کے موقعوں پر۔

ایک دوسرے کے پاس جاتے ہیں صرف مبارک باد دینے اور سلام عرض کرنے پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ ایسی گفتگو بھی چھیڑ دیتے ہیں جس سے وقت برباد ہوتا ہے۔ جب میں نے دیکھا کہ وقت قیمتی ترین سرمایہ ہے، اس کو نیکی میں صرف کرنا فرض ہے تو اس کو ضائع کرنے کو ناگوار سمجھا، اور لوگوں کے مذکورہ طریقے سے پہلوتہی کی، بلکہ ان کے ساتھ بین بین رہا۔ کیونکہ مکمل انقطاع بھی ممکن نہ تھا۔ مکمل ان کا ساتھ دینا بھی غلطی سے خالی نہ تھا تو ملاقتوں کو کم سے کم کرنے کی کوشش کی۔ اگر ملاقات ناگزیر ہوتی، تو بحث وکلام میں کمی کی کوشش کر کے وقت بچانے کی تدبیر کی۔ پھر ایسا کام ڈھونڈ نکالا جو بات چیت کے درمیان بھی چلتا رہا، تا کہ وقت کم سے کم خرچ ہو، مثلاً یہ طریقہ نکالا کہ کسی کی آمد کے وقت کاغذ کاٹ کر لکھنے کے لئے درست کرنا اور قلم تراش کر صحیح کرنا اور وہ کام جو بات چیت کرتے ہوئے بھی انجام دیا جاسکتا ہے کرنے لگا، جس کے لئے فکر، حضور قلب کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ اکثر لوگ مقصد زندگی ہی سے غافل ہیں، زندگی کا مطلب ہی نہیں سمجھتے، ان میں بعض ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مالی فراوانی سے نوازا ہے کمائی کی انہیں ضرورت نہیں، وہ اپنے اوقات کو بازاروں میں آنے جانے میں ضائع کرتے ہیں، جس کی وجہ سے منکرات میں بھی مبتلا ہوتے ہیں، اور ان میں سے بعض لوگ فضول کھیلوں میں قیمتی وقت کو بے دردی سے ضائع کرتے ہیں، یا فضول قصے کہانیوں اور قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کی بے فائدہ بحث میں ضائع کرتے ہیں۔ اس سے میں نے یہ سمجھا کہ وقت کی قدر و قیمت کی پہچان کی دولت اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو عطا نہیں فرمائی یہ محض اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے۔ کم ہی لوگ اس کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ ﴿وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عمر کے اوقات کی قدر و قیمت پہچاننے اور اس کو غنیمت جاننے کی توفیق مرحمت فرمادے۔

حضرات سلف صالحین تضییع وقت سے سخت گریز کرتے۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے

ہیں: میں ایسے لوگوں سے بھی واقف ہوں جو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اپنی ہر بات کو شمار کرتے۔ کسی بزرگ کے پاس لوگ جا کر کہنے لگے۔ شاید ہم نے آپ کی مصروفیت میں خلل ڈالا تو فرمانے لگے۔ سچ بتا دوں' میں قرآن کریم پڑھ رہا تھا۔ تمہاری وجہ سے چھوڑ دیا' ایک بزرگ نے حضرت سری سقطیؒ کے پاس آ کر دیکھا کہ ان کے پاس ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے کہنے لگے: تم بے کاروں کا فرودگاہ بن گئے پھر وہ وہاں سے چلے اور وہاں نہیں بیٹھے۔ اگر آنے والے کے ساتھ نرمی برتے جائے تو وہ نشست کو طویل کریگا' جس سے وقت ضائع ہوگا۔

حضرت معروف کرخیؒ کے پاس لوگ اگر دیر تک بیٹھے رہتے تو فرماتے' سورج کو چلانے والا فرشتہ اس کو چلانے میں کوتاہی نہیں کرتا' آپ لوگوں کا کب تک اٹھنے کا ارادہ ہے؟۔

حضرت امام داود طائیؒ روٹی کھانے کے بجائے سفوف پھانکتے اور فرماتے روٹی کھانے اور سفوف پھانکنے میں پچاس آیات پڑھنے کا فرق ہے۔ عثمان الباقلاوی دائم الذکر بزرگ تھے' فرماتے افطار کے وقت روٹی کھاتے وقت ذکر چھوٹنے سے مجھے ایسا لگتا ہے جیسا کہ میری روح نکل رہی ہے۔ بعض بزرگ اپنے شاگردوں سے فرماتے: یہاں سے نکلنے کے بعد علیحدہ علیحدہ چلو کہ شاید اس طرح قرآن پاک پڑھتے ہوئے چلو اکٹھے جانے کی صورت میں گفتگو میں وقت ضائع کرو گے۔

یقین کیجئے! وقت اتنا قیمتی ہے کہ اس میں سے ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا جائے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿من قال سبحان اللّٰه العظيم وبحمده غرست له بها نخلة في الجنة﴾ ''جو شخص سبحان الله وبحمده پڑھ لیتا ہے تو جنت میں اس کے لئے کھجور کا ایک درخت لگ جاتا ہے''۔

ذرا غور کیجئے! انسان غفلت میں کتنا عظیم الشان ثواب کمانے کا موقع گنوا دیتا ہے۔ گویا ایام زندگانی کھیت ہیں' کہا جاتا ہے کہ ایک دانہ بیج کا بو ڈالو گے اس کو ہزار گنا کر کے تمہیں عطا کریں گے' کسی عقل مند انسان کو یہ زیب نہیں دیتا ہے کہ وہ اس عظیم الشان منفعت سے غفلت برتے یا کاہلی و سستی سے کام لے۔ وقت کو بچانے اور قیمتی بنانے میں سب سے

بڑی مددگار چیز یکسوئی اور گوشہ نشینی ہے لوگوں سے میل ملاپ میں کمی اور کم خوری بھی ہے اس لئے کہ بسیار خوری لمبی نیند اور رات کو ضائع کرنے کا باعث ہے۔ جو اسلاف کی سیرت کو دیکھے اور آخرت کی جزاء و سزا پر یقین کرے اس کے سامنے واضح ہو جائیگا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ سچ ہے۔

علماء متقدمین کی ہمتیں بلند تھیں۔ ان کی ساری زندگی کا نچوڑ اور ان کی تصنیفات اس پر دال ہیں۔ ہاں البتہ ان کی اکثر تصنیفات مٹ گئیں اس لئے کہ بعد میں آنے والے طلبہ کی ہمتیں کمزور ہوگئیں ان کو طویل سمجھ کر استفادہ نہ کرسکے۔ مختصرات پر قانع ہوئے پھر معاملہ صرف درس تدریس پر اکتفاء کا رہ گیا جس سے وہ ساری تصانیف زوال پذیر ہوگئیں طلب علم میں کمال پیدا کرنے کا واحد راستہ علماء سابقین کی کتابوں سے واقفیت اور مطالعہ ہے کیوں کہ اس سے ہمتیں بلند ہوں گی دل میں بیداری پیدا ہوگی محنت کا شوق پیدا ہوگا۔ میں نے اپنے زمانے میں متقدمین کی طرح کوئی باہمت اور ایسا صاحب ورع شخص نہیں پایا جس کی اقتداء کی جائے۔ لہذا تم متقدمین کے احوال کے ملاحظے کو ضروری سمجھو ان کی تصانیف کو حرز جان بناؤ بلکہ ان کا کثرت سے مطالعہ کرو۔ کسی شاعر نے کہا:

فاتنی ان اری الدیار بطرفی فلعلی اری الدیار بسمعی

''میرے پاس آؤ کہ میں اپنی آنکھوں سے گھروں کو دیکھ لوں ہوسکتا ہے کہ میں کانوں سے دیکھ لوں''

میں اپنی حالت بتاتا ہوں۔ میں کتابوں کے مطالعے سے کبھی سیر نہیں ہوتا۔ مجھے کوئی ایسی کتاب مل جائے جو پہلے میری دیکھی ہوئی نہ ہو تو ایسا لگتا ہے گویا مجھے بیش بہا خزانہ مل گیا۔ میں نے مدرسہ نظامیہ کے کتب خانہ میں کتابوں کی فہرست دیکھی جو چھ ہزار کتابوں پر مشتمل تھی اس فہرست میں امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں حمیدی کی کتب محمد فتوح اندلسی کی تصنیفات ہمارے شیخ عبدالوہاب الانماطی ابن ناصر اور ابومحمد کی تصانیف اور اس کے علاوہ دوسری کتابیں تھی سب کو پڑھ ڈالا ہے۔ اگر میں کہہ دوں کہ میں نے بیس ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اس کے بعد بھی کتابوں کی تلاش میں رہتا ہوں۔ ان ساری

کتابوں کو پڑھنے اور ان کی بلند ہمتی، حفاظت دین اور عبادات اور عجیب وغریب علوم کو پڑھنے کے بعد اپنے زمانے کے لوگوں کی ہمتوں کو اپنے سے پست اور کمتر پایا۔ وللہ الحمد۔

حافظ ابن رجبؒ نے ''ذیل طبقات الحنابلہ '' کے جلد اص ۴۱۲ اور ص ۴۱۳ میں ابن جوزیؒ کے احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''کوئی ایسا فن نہیں ہے جس میں ان کی تصنیف نہ ہو'' ان کی تصانیف کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: تین سو چالیس سے متجاوز ہیں'' ان میں بعض کتابیں بیس جلدوں پر مشتمل ہے۔

مولف عبداللطیف ان کے متعلق فرماتے ہیں: ابن جوزیؒ اپنے وقت میں سے ایک سکینڈ بھی ضائع نہیں کرتے تھے' روزانہ چار رجسٹر لکھتے' سالانہ پچاس سے ساٹھ کتابیں تصنیف فرماتے۔ ان کے پوتے ابوالمظفرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا جان کو آخری عمر میں ممبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار کتابیں لکھی ہیں۔

ابن الوردی ''تتمة المختصر فی اخبار البشر '' ج' ص ۲۱۸ میں رقمطراز ہیں کہ میں نے ابوالفرج ابن جوزیؒ کے رجسٹروں کو ان کی عمر کے ایام پر تقسیم کیا تو روزانہ نو رجسٹر بنے۔

القمی نے ''الکنی والالقاب'' نامی کتاب میں لکھا ہے' ان قلموں کے برادہ کو جمع کیا گیا جن سے ابن جوزیؒ نے حدیث لکھی تو ایک معتد بہ حصہ جمع ہوا' انہوں نے وصیت کی تھی' میرے مرنے کے بعد غسل کے پانی کو ان برادوں سے گرم کیا جائے تو ایسا کیا گیا تو یہ برادے غسل کے پانی کو گرم کرنے کے لئے نہ صرف کافی ہوئے بلکہ بچ بھی گئے۔

الاستاذ عبدالحمید العلوجی العراقی نے ''مؤلفات ابن جوزیؒ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کو عراقی وزارت الثقافۃ والارشاد نے ۱۳۸۵ھ میں طبع کرایا۔ اس میں آپ کی ۵۱۹ کتابیں لکھی ہیں جن میں بڑی بڑی کتابیں بیس بیس جلدوں پر مشتمل اور چھوٹی کتابیں بھی کئی صفحات پر مشتمل تھیں۔ اور اس کے مقدمہ میں ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ امام ابن تیمیہ نے ''اجوبة المصریہ ''میں لکھا ہے کہ شیخ ابوالفرج بن جوزیؒ کثیر التصنیف والتالیف تھے' مختلف علوم میں ان کی تصانیف ہیں جن کی تعداد ہزار سے متجاوز ہے۔

﴿موضوع کتاب ''المعاصی والذنوب'' کا مختصر تجزیہ﴾

میرے مسلمان بھائی! یقین کیجئے' کہ گناہ سبب غفلت ہے' غفلت سے دل سخت ہوجاتا ہے۔ اور قساوت قلبی رحمت الٰہی سے دوری کا باعث ہے' اور اللہ تعالیٰ سے دوری باعثِ عذاب ہے' اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کی دعا ہے۔ ان باتوں پر زندہ لوگ ہی غور کرتے ہیں اور مردہ دل تو پہلے ہی اپنے نفسوں کو دنیا اور اس کی لذات میں ڈال کر مار چکے ہیں۔

حضرت امام ابن القیم الجوزیہؒ نے اپنی مشہور کتاب ''الداء والدوا'' یعنی ''الجواب الکافی'' میں گناہوں کے نقصان کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے[1]' گناہوں کے مرتکب ہونے کے نقصانات اور ترک گناہ کے فوائد کا تقابلی جائزہ لیا ہے' جو ہر صاحب عقل و دانش کو گناہ اور ان کے اسباب کو چھوڑنے' نیکی اور اسباب نیکی اختیار کرنے پر ابھارتی ہے۔ ان کے کلام کی افادیت کے پیش نظر نقل کرتا ہوں' تو لیجئے آنکھیں کھول کر غور و خوص سے سنیئے' عقل سے سمجھئے اور دل سے اس پر عمل کرنے کی نیت کیجئے' اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

گناہوں کے نتائج:

نیکی کی توفیق میں کمی' رائے کی خرابی' حق بات کا ظاہر نہ ہونا' دل کا فساد' ذکر الٰہی کا چھوٹنا' تضییع اوقات' مخلوق سے نفرت' رب سے وحشت' دعا کی عدم قبولیت' قساوت قلبی' رزق و عمر میں بے برکتی' برے اور فسادی لوگوں کی صحبت میسر ہونا' لمبے غم و حزن' معیشت میں تنگی' یہ سب ذکر الٰہی سے غفلت اور گناہوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ پانی سے سبزا اگتا ہے اور آگ سے جلانا اور ان کے اضداد (یعنی نیکی کی توفیق) اصابت رائے' حق کا واضح ہونا' رب کی محبت' دعا کی قبولیت' دل کی نرمی' رزق و عمر میں برکت' نیک و صالح لوگوں کی ہم نشینی' دل کا مسرور ہونا' کشادگی معیشت۔ یہ سب کے سب اطاعت و نیکی کے پیداوار ہیں۔

گناہگاروں کے گناہوں کی وجہ سے زمین میں زلزلے' آسمان میں ظلمت' بحر و بر میں فساد پیدا

(۱) اس کتاب کا ترجمہ لجنۃ المصنفین لاہور نے (''گناہوں کے نقصانات اور ان کا علاج'' کے نام سے کیا ہے' بیت العلوم نابھہ روڈ نے اس کو شائع کیا ہے بہت مفید کتاب ہے۔

ہوتا ہے، برکت مٹ جاتی ہے، نیکیاں کم ہوتی ہیں، زندگی اجیرن ہوجاتی ہے۔ لہذا آج اپنے نفس کو خرید لیجئے، باؤ تاؤ جاری ہے، قیمت سستی ہے، سامان موجود ہیں، اور ایک ایسا دن بھی آنے والا ہے کہ اس میں کوئی قیمت ملنے والی نہیں ارشاد ہوتا ہے: ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ﴾ ﴿يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ﴾

شعر:

اذا انت لم ترحل بزاد من التقی وابصرت یوم الحشر من قد تزودا

ندمت علی ان لا تکون کمثله وانك لم ترصد کما کان ارصدا

''تو نادم پشیمان ہوگا کہ کیوں میں ان لوگوں کی طرح توشہ نہیں لایا، اور اس دن کے لئے تیاری کیوں نہیں کی''

گناہ رزق وکسب کی راہ میں بھی رکاوٹ ہے، انسان گناہ کی وجہ سے ملنے والے رزق سے سے محروم ہوتا ہے۔

گناہوں کی جڑ تین چیزیں ہیں:

(۱) تکبر، یہ کبر ابلیس کو لے ڈوبا (۲) حرص ولالچ، حرص ہی نے آدم کو جنت سے نکالا۔ (۳) حسد: اسی نے آدم کے ایک بیٹے کو دوسرے کے قتل پر آمادہ کیا۔

جو شخص ان تین اشیاء سے خود کو بچائے گا تو وہ شر سے بچ جائے گا، کفر تکبر سے، معاصی حرص سے اور ظلم و بغاوت و سرکشی حسد سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک جماعت نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک خط لکھا، اور اس میں دریافت یہ کیا کہ ان دو آدمیوں میں کون افضل ہے ایک تو وہ شخص ہے جس کے دل میں خواہشات نفس پیدا ہی نہیں ہوتیں اور خیالات تک نہیں آتے، دوسرا وہ جس کا نفس اس کو خواہشات کی طرف ابھارتا ہے وہ محض اللہ تعالیٰ کے لئے ان کو چھوڑتا ہے اور نفس کا مقابلہ کرتا ہے تو حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا جو شخص نفس کا مقابلہ کر کے محض خوف الٰہی کی وجہ سے خواہشات کو چھوڑتا ہے وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقوی کے لئے پرکھ لیا ہے اور ان کے لئے اجر عظیم ہے۔

گناہوں کے اثرات:

گناہ کی ایک علامت وہ ہے جس کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: میں سمجھتا ہوں کہ وہ شخص گناہ کی وجہ سے علم بھول جائیگا۔ ملاعلی قاریؒ طبقات الحنفیۃ ج ۲ ص ۴۸۷ میں فرماتے ہیں: جب امام ابوحنیفہؒ کو کسی مسئلے کے سمجھنے میں مشکلات پیش آتیں تو اپنے شاگردوں سے فرماتے: یہ صرف میرے کسی گناہ کی وجہ سے ہوا اور استغفار فرماتے۔ کبھی تو کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تو مسئلہ ان پر منکشف ہو جاتا۔ تو فرماتے: مجھے امید ہے کہ گناہ معاف ہو گیا۔ امام اعظمؒ کے اس معمول کے متعلق جب فضیل بن عیاضؒ کو علم ہوا تو خوب روئے اور فرمایا: یہ ان کے گناہوں کی کمی کی وجہ سے ہے، ورنہ اس پر ہر کوئی متنبہ نہیں ہوتا۔

حافظ ابن حجرؒ نے ''تھذیب التھذیب '' ج ۱۱ ص ۱۲۹ میں وکیع بن الجراح الکوفیؒ کے حالات میں لکھا ہے، وہ ائمہ اعلام وحفاظ میں سے تھے۔ اور وہ طبعی بزرگ اور ولی تھے۔

علی بن خشرم کہتے ہیں: میں نے وکیع کے ہاتھ میں کبھی بھی کوئی کتاب نہیں دیکھی (حالانکہ وہ حدیث کے بہت بڑے حافظ وامام تھے) ساری حدیثیں انہیں یاد تھیں، میں نے ان سے قوت حافظہ کی پختگی اور یاد کرنے کا طریقہ دریافت کیا تو فرمانے لگے، اس کا طریقہ وعلاج فقط ترکِ گناہ ہے، یادداشت کی بہتری کے لئے ترک گناہ سے بڑھ کر کوئی دوا نہیں پاتا۔ اور فرمایا: قساوت قلبی اور اللہ تعالیٰ سے دوری سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں ہے یہ سب سے بڑا عذاب ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے سب سے زیادہ دور قلب قاسی ہے، اور دل کی سختی چار چیزوں سے ہوتی ہے۔ (۱) بلاضرورت لوگوں سے میل ملاپ (۲) ضرورت سے زیادہ سونا (۳) بے فائدہ گفتگو کرنا (۴) قدر کفایت سے زیادہ کھانا۔

خوب سمجھ لیجئے! خواہشات وشہوات سے نفس کو بچانا، خواہشات کی پیروی کر کے ہلاکت میں مبتلا ہونے کے مقابلے میں کئی گنا سہل اور آسان تر ہے، اس لئے کہ ارتکاب شہوات و خواہشات سے یا تو تکلیف وعقوبت میں مبتلا ہونا پڑتا ہے یا اس سے زیادہ کامل لذت سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے، یا اس کی نحوست سے ایسا وقت ضائع ہوگا جس پر سخت ندامت ہوگی، یا اس سے عزت میں خرابی آئیگی یا اس کے سبب مال کا ضیاع ہوگا۔ یا ایسی نعمت چھن

جائیگی جس کا باقی رہنا خواہش نفس کی تکمیل سے ہزار گنا لذیذ و شیریں ہوتا ہے۔ کبھی گناہ کی وجہ سے کسی کمینہ انسان کو تیرے بارے منہ کھولنے کا موقع ملے گا' اور کبھی اس کی وجہ سے ایسے غموم واحزان کے ساتھ دوچار ہونا پڑتا ہے جس کے سامنے خواہش کی تکمیل کی لذت ہیچ ہے' کبھی ایسے علم سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے جس کے باقی رہنے کی لذت خواہش کی لذت سے کئی گنا شیریں ہے' اور کبھی گناہ دشمن کی خوشی اور دوست کی ناراضگی کا بھی سبب بنتا ہے یا اس کی نحوست سے ملنے والی نعمت سے محرومی ہوتی ہے۔ یا اس کی وجہ سے دامن ایسا داغدار ہو جاتا ہے جس کا دھلنا ممکن نہیں ہوتا' اس کے بالمقابل نیک اعمال اور اچھی صفات' بہترین اخلاق پیدا کرنے کا باعث ہیں۔ سبحان اللہ رب العالمین۔

ترکِ گناہ سے اور کچھ نہ ہو مندرجہ ذیل امور کیا کم ہیں' مثلاً مروت کا برقرار رہنا' عزو جاہ کا محفوظ ہونا' مال و دولت کی حفاظت' مخلوق کی محبت' معیشت میں وسعت' بدن کی راحت' دل کی قوت' نفس کی راحت' دل کی نعمت' سینے کی کشادگی' فساق و فجار کے شرور سے امن' غم وحزن میں کمی' نور قلب کی حفاظت ذہنی پریشانی سے حفاظت' وہم گمان سے بڑھ کر رزق کی آمد' نیک اعمال کی توفیق' علم کے حصول میں آسانی' لوگوں میں اچھی شہرت' چہرے پر رعب و بدبہ' لوگوں کی حمایت وبدد کا حصول' دعا کی جلد قبولیت' اللہ تعالیٰ سے محبت ملائکہ سے قربت' شیاطین انس وجن سے دوری' لوگوں کی اس کی خدمت کرنے کی خواہش وتمنا' موت سے بے خوفی' بلکہ موت سے دیدار الٰہی کے شوق میں خوشی' دنیا کی بے ثباتی کا ادراک' آخرت کے عظیم ہونے کی سمجھ بوجھ' اور اس کے حصول کی حرص' نیک اعمال کی حلاوت و شیرینی کا احساس' حلاوت ایمان سے بہرہ وری' حاملین عرش کی دعاؤں کا مصداق' کراما کاتبین کی خوشی' ہر وقت ان کی دعاؤں کا مستحق ہونا' ایمان' فہم وفراست ومعرفت میں اضافہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا حصول' گناہوں سے توبہ پر خوشی۔

یہ گناہ ترک کرنے کے چند دنیاوی آثار ہیں' جب انتقال ہوجائے تو ملائکہ جنت کی خوشخبری سنائیں گے' اور اعلان کریں گے کہ ﴿أَنْ لَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾ دنیا کے قید خانے سے نجات پاکر جنت کے باغوں میں داخل ہوگا' اور قیامت

کے دن لوگ سخت گرمی میں پسینے سے شرابور ہوں گے جبکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے تلے ہوگا' اور جب اللہ کے دربار میں حاضری ہوگی تو اللہ تعالیٰ کے اولیاء میں شامل ہوگا ﴿وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾۔

اسی طرح امام ابن قیمؒ نے اس عظیم کتاب "الجواب الکافی" میں گناہوں کے برے آثار کو گنا ہے' فائدے کے لئے یہاں صرف ان کے عنوانات ذکر کروں گا' جس کے برے اثرات سے جسم وروح متاثر ہوتے ہیں۔

ان برے اثرات میں سے علم اور رزق سے محرومی' اللہ تعالیٰ سے دوری' معاملات میں تنگی' چہرے پر ظلمت' قبر پر اندھیرا چھانا' دل اور بدن کی کمزوری' اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے محرومی' عمر میں بے برکتی' برائی سے برائی کا جنم لینا' دل کے ارادے کی کمزوری' اور رجوع الی اللہ میں سستی' دل سے گناہوں کی برائی کا مٹ جانا' ضرر میں مبتلا ہونا' ذلت میں واقع ہونا' عقل میں فساد' دل پر مہر لگنا' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا مستحق ہونا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا مستحق نہ ہونا' اور برزخ کی مختلف سزاؤں میں مبتلا ہونا' زمین ودریا' بحروبر میں فساد برپا ہونا' حیا کا ختم ہونا' غیرت کا فنا ہونا' اللہ تعالیٰ کی عظمت کا دل سے نکلنا' اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق نہ ہونا' نعمتوں کا زوال' انجانے خوف میں مبتلا ہونا' دل کا مردہ ہونا' بصیرت سے بے بہرہ ہونا۔

گناہگار ہمیشہ شیطان اور نفس کے ہاتھوں مقید ہوتا ہے' جس کی وجہ سے عزت ومرتبہ سے گر جاتا ہے' اچھے القابات اور ناموں سے محروم ہو کر برے برے ناموں سے موسوم ہونا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دنیا وآخرت کی تمام شرور وآفات جو بدن اور قلب پر آسکتے ہیں وہ سب گناہوں ہی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ مضمون کی طوالت پر معذرت خواہ ہوں' کیا کیا جائے یہ سارے امور ہمیشہ کی کامیابی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں' ہم کمزور ہیں' گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو وعظ ونصیحت سے ان کو دھونے کی ضرورت ہے' ہوسکتا ہے وعظ کی برکت سے ان گناہوں سے بچ سکیں' اور علام الغیوب کے دربار میں توبہ کی توفیق ہو جائے' ان مواعظ میں سے ابن جوزیؒ کا یہ قول بھی ہے جس کو انہوں "صید الخاطر"

میں ذکر فرمایا ہے: گناہ سے بچو، گناہ سے خود کو بچاؤ، کیونکہ اس کا انجام بہت برا ہے، خصوصاً خلوتوں کے گناہ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے مبارزت انسان کو اللہ کی نظروں سے گرا دیتی ہے، ان گناہوں کے کتنے برے اثرات ہیں۔

الشیخ مصطفیٰ السائیؒ اپنی کتاب (هكذا علمتني الحياة) کے ص ۳۲ پر فرماتے ہیں:

جب تمہارا نفس گناہ کا قصد کرے تو اسے خطرہ کی یاد دلاؤ، اگر اس سے باز نہ آئے تو لوگوں کے اخلاق یاد دلاؤ، اگر اس سے بھی باز نہ آئے، تو لوگوں کے سامنے شرمندگی سے اسے ڈراؤ، اگر اس کے باوجود بھی باز نہ آئے تو جان لیجئے کہ تو اس وقت انسانیت کے دائرے سے نکل کر حیوانیت کے دائرے میں آچکا ہے۔ گویا وہ انسان نما جانور بن گیا ہے۔

﴿گناہوں کی وجہ سے امم سابقہ پر آنے والے عذاب﴾

زمین پر انسانیت کی عمر کافی طویل ہے، مختلف اقوام مختلف ادوار میں یکے بعد دیگرے آتے رہے اور ہر قوم کی عنایت رحمانی سے رہنمائی کے لئے انبیاءِ کرامؑ آتے رہے، جو ان کو خالق السموات والارض کے سیدھے راستے کی طرف بلاتے اور رہنمائی کرتے رہے، نیک طینت ان کی دعوتوں پر لبیک جبکہ ظالم وسرکش لوگ انکار کرتے رہے، حق و باطل کا یہ معرکہ شروع سے چلتا رہا، اللہ تعالیٰ ظالمین سے دنیا ہی میں بدلہ لیتے رہے، اور مختلف عذابوں میں ان کو مبتلا فرماتے رہے۔

(۱) طوفان کا عذاب:

یہ عذاب نوح علیہ السلام کی قوم پر آیا، اس کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے: ﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ○ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ○ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ○ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ○﴾ (القمر: ۹-۱۲)۔

(۲) سخت تند و تیز ہوا کا عذاب:

(جس سے نقصان کے سوا کوئی فائدہ نہ ہو) اس عذاب میں ھود علیہ السلام کی قوم مبتلا ہوئی، اس کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ ○﴾ (الذاریات: ۴۲)

(۳) بجلی کی کڑک:

یہ عذاب قوم صالح پر آیا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ﴾ (القمر: ۳۱)

(۴) سنگ باری کا عذاب:

یہ عذاب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر مسلط ہوا، ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ (۱) إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ

الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴾ (الاعراف:۸۰۔۸۱)

جب قوم نے اس فعل قبیح کو ترک کرنے سے انکار کیا تو عذاب میں مبتلا ہوئی جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ مَّنْضُوْدٍ﴾

(۵) طوفان، ٹڈی، جوں، مینڈک اور خون کا عذاب:

یہ عذاب فرعون اور آل فرعون پر آیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ﴾ (الاعراف:۱۳۳)

(۶) قسم قسم کے امراض اور وباؤں میں مبتلا کرنا:

یہ عذاب صراط مستقیم سے ہر کج راہ کو دیا جاتا ہے، چنانچہ جنسی بیماریاں کفار کے اجتماعی گناہوں کا نتیجہ ہیں، اخلاقی خرابی، قتل و غارت گری، ڈاکہ و چوری، شراب نوشی، دوسرے منشیات کی عادت اور دوسرے جرائم دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں، عام بے راہ روی، لڑکے اور لڑکیوں کا بے محابا اختلاط اس کا بڑا سبب ہے۔

امریکہ سے ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے جس میں یومیہ حساب سے جرائم کی تفصیل ہے۔

امریکہ میں روزانہ: ۱۱۲۵۳ افراد چرس و ہیروئن کے جرم میں پکڑے جاتے ہیں

۱۸۰ عورتیں اغوا ہوتی ہیں

۱۵۳ افراد قتل ہوتے ہیں

۲۶۱۸ گاڑیاں چوری ہوتی ہیں

۱۲۸۲ حرامی بچے پیدا ہوتے ہیں

۵۹۶۲ عقد نکاح سے منسلک ہوتے جب کہ ۲۹۸۶ طلاقیں پڑتی ہیں

۹۰ بلین بوتل شراب پی جاتی ہے

۲۷۴۰ بچے گھروں سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں

۲۷۴۰ نابالغ لڑکیاں زنا سے حاملہ ہوتی ہیں

۳۲۲۳۱ عورتوں کا حمل ساقط ہوتا ہے

۶۸۴۹۳ افراد روزانہ ناقابل علاج بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں

بلکہ ہلاکت خیزی کا یہ ہولناک سلسلہ طویل ہے' دوسرے ممالک بھی اس میں پیچھے نہیں ان کی عقلوں پر پردہ پڑ گیا ہے' شیطان کے نقش قدم پر چل نکلے ہیں' یاد الٰہی سے رخ پھیر چکے ہیں' جن کے بارے ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا﴾۔

قوم لوط کا قبیح عمل اور زنا اب مغرب و مشرق میں عام مجمع میں نہ صرف عام ہو گیا بلکہ ایک امر عادت کام بن گیا ہے اس سے بھی بڑھ کر انہیں قانونی حیثیت حاصل ہو گئی۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا: ارشاد گرامی ہے:

خمس اذا ابتلیتم بھن واعوذ باللّٰہ تدرکھن ولم تظھر الفاحشۃ فی قوم قط حتی یعلنوبھا' الافشافیھم الطاعون الاوجاع التی لم تکم مصنت فی اسلام فھم الذین مصنوا۔

اور ارشادِ گرامی ہے: (اذا ظھر السوء فی الارض انزل اللّٰہ باسہ باھل الارض)

انسانیت جب راہِ ہدایت سے ہٹ گئی اخلاق و فضائل کو چھوڑ بیٹھی تو مصائب و مشکلات کا شکار ہو گئی' اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کی مستحق ہو گئی کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

شعر:

عادت وربك تبع و ثمود
تیرے رب کی قسم قوم عاد و تبع

فالام نذھب و نعود
تو ہم کہاں آئیں جائیں گے

فالغافلون الناکبون عن الھدی
راہ حق سے ہٹنے والے غافل

ھم والحجارۃ للحمیم و قود
اور پتھر دونوں جہنم کے ایندھن ہیں

یاغافلین عن العذاب تنبھوا
اے عذاب الٰہی سے غافل لوگو! بیدار ہو جاؤ

واللہ ان حیاتکم ستبید
اللہ کی قسم تمہاری زندگی عن قریب ختم ہونے والی ہے

ان الــذی افــنــی الاوائــل قــادر ان یھــلــك البــاقــیــن و ھــو مــجــیــد
جس ذات نے پہلوں کو فنا کیا وہ باقیوں کو بھی فنا کرنے پر قادر ہے
بس اسی کی ذات بلند و برتر ہے

ارشادِ الٰہی ہے: ﴿سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا﴾ (الاحزاب::۶۲)

گناہوں کی قسمیں:

جان لیجئے! انسان مختلف صفات کا مجموعہ ہے لیکن جن صفات کی وجہ سے انسان گناہ کا ارتکاب کرتا ہے وہ چار ہیں:

(۱) صفت ملکوتیہ: اس صفت کی وجہ سے انسان کے اندر کبر' فخر' خود سرائی و خودنمائی' حب جاہ وغیرہ پیدا ہوتے ہیں' یہ گناہ سخت ہلاکت خیز ہے لیکن بعض ان سے نہ صرف غافل ہیں بلکہ انکو گناہ تک نہیں سمجھتے۔

(۲) صفت شیطانیہ: یہ جڑ ہے حسد' بغاوت' مکر و سازش' دھوکہ دہی' نفاق وغیرہ کی۔

(۳) صفت بہیمیہ: اس کے بطن سے شرِ پیٹ و شرمگاہ کی خواہش کی تکمیل کا حرص' جس سے زنا لواطت' چوری وغیرہ کی صفت پیدا ہوتی ہے۔

(۴) صفت سبعیہ: درندگی کی صفت' یہ سبب ہے غیض و غضب' کینہ' مار دھاڑ اور دوسروں کے اموال چھیننے کا۔

سب سے پہلے صفت بہیمیہ غالب آتی ہے' پھر اس کے بعد صفت درندگی کام دکھاتی ہے' جب یہ دونوں صفات جمع ہوتے ہیں تو عقل صفات شیطانی میں استعمال ہوتی ہے' پھر صفت ملکوتیت غالب آتی ہے۔ یہی چار صفات گناہوں کی جڑ اور سرچشمے ہیں انہی سے گناہ جنم لیتے اور پھوٹتے ہیں' پھر ان سے نکل کر اعضاء و جوارح تک پہنچ جاتے ہیں' بعض دل میں ہوتے ہیں جیسا کہ کفر' بدعت' نفاق' بعض کو آنکھ انجام دیتی ہے' بعض کان سے رونما ہوتے ہیں' بعض زبان سے استعمال ہوتے ہیں' بعضوں کی ادائیگی شرم گاہ سے ہوتی ہے' بعض ہاتھوں اور پیروں سے انجام دئے جاتے ہیں' تفصیل کی ضرورت نہیں' بات

واضح ہے۔ پھر حقوق کی دو قسمیں (۱) حقوق اللہ (۲) حقوق العباد۔

حقوق العباد کا معاملہ بہت سخت ہے جہاں تک حقوق اللہ کا تعلق ہے شرک کے علاوہ باقی گناہوں کی معافی کی امید ہے، حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: **الدواوين عند الله عزوجل ثلاثة' ديوان لا يعبأ الله به وديوان لا يترك الله منه شيئا ' وديوان لا يغفر الله۔**

اور وہ دیوان جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں فرمائیں گے، وہ شرک ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّهٗ مَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ الۡجَنَّةَ﴾ وہ دیوان جس کی کوئی پرواہ نہیں فرمائیں گے، حقوق اللہ ہے، ان کو معاف فرمائیں گے ان سے درگذر فرمائیں گے۔

اور وہ دیوان جس میں ایک چیز کو بھی ترک نہیں فرمائیں گے وہ حقوق العباد ہے۔

گناہ کی دوسری تقسیم:

یہ بات ذہن نشین رکھیے کہ گناہ دو قسم پر ہے۔ (۱) صغیرہ، (۲) کبیرہ، کبیرہ کی تعداد میں مختلف احادیث ہیں احادیث صحاح پانچ ہیں۔

(۱) ابوہریرہؓ سے روایت ہے: آنحضرت ﷺ نے فرمایا: **اجتنبوا السبع الموبقات' قالوا: يا رسول الله! وماهن؟ قال: الشرك بالله والسحر وقتل النفس التى حرّم الله الاّ بالحق' واكل الربا واكل مال اليتيم والتولى يوم الزحف وقذف المحصنات المومنات الغافلات۔**

"سات مہلکات سے بچو، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کیا کیا ہیں! ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے بھاگ جانا، پاکدامن مؤمنات پر تہمت لگانا"۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے: آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ ارشاد فرمایا: اپنے خالق کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، پوچھا گیا اس کے بعد کونسا ہے فرمایا: فقر کے خوف سے اپنے بچے کو قتل کرنا، پھر پوچھا گیا کہ اس کے بعد کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا: اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنا۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: الکبائر' الاشراك باللّٰه وعقوق الوالدین بڑے گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا ہے۔

(۴) فرمان نبوی ہے: الا انبئکم باکبر الکبائر: قول الزور او قال شهادة الزور یعنی کیا میں تمہیں بڑے بڑے گناہوں کے متعلق نہ بتاؤں' جھوٹ بولنا' یا فرمایا کہ جھوٹی گواہی دینا۔

(۵) حضرت ابوبکرؓ کی حدیث ہے: آنحضرت ﷺ کے سامنے کبائر کا تذکرہ کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو برابر ٹھہرانا' والدین کی نافرمانی کرنا' آپ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے پھر اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: سنو! خبردار! جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا' آپ بار بار یہ فرماتے رہے' حتی کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ خاموش ہو جاتے۔

گناہِ کبیرہ کی تعیین میں علماء کا اختلاف ہے' حدیث سے اس کی تعیین نہیں ہوتی' شاید اس کو مبہم رکھنے میں یہ حکمت ہو کہ لوگ گناہوں سے خوف زدہ ہوں۔ البتہ حدیث سے کبائر کی جنس اور سب سے بڑے گناہ کو پہچانا جاتا ہے' کبائر کی تعداد میں علماء نے کلام کیا ہے' چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کبائر چار ہیں: ابن عمرؓ کے نزدیک سات ہیں جب حضرت ابن عباسؓ کو ابن عمرؓ کا قول پہنچا تو فرمایا: سات سے ستر تک ہیں۔

ابوصالحؒ نے ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ ہر وہ گناہ' کبیرہ ہے جس پر شریعت نے کوئی حد مقرر کی ہے' ابن مسعودؓ کی ایک روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ سورۃ النساء کی ابتداء سے لے کر آیت مبارکہ سورۃ نساء کے شروع ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ﴾ تک سب کبائر ہیں' سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں ہر وہ گناہ جس پر جہنم کی وعید ہے کبیرہ ہے' ابوطالب فرماتے ہیں: کبائر کی تعداد سترہ ہیں جس کو میں نے احادیث سے جمع کیا ہے چار کا تعلق دل سے ہے: شرک' صغائر پر اصرار' اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی' اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بے پرواہی۔ چار کا تعلق زبان سے ہے' جھوٹی گواہی' پاکدامن پر تہمت' یمین

غموس، جادو، تین کا تعلق پیٹ سے ہے، شراب نوشی، یتیم کے مال کو ظلما کھانا، سود خوری، اور دو کا تعلق شرمگاہ سے ہے، زنا اور لواطت، ایک کا تعلق تمام بدن کے ساتھ ہے اور وہ ہے والدین کی نافرمانی۔

میرے مسلمان بھائی! اس مقدمے کے بعد آپ کو اصل کتاب کی طرف لئے چلتا ہوں اللہ تعالیٰ سے امن وسلامتی کی دعا کے ساتھ۔ اس کتاب کے تمام مضامین کو ابن جوزیؒ کی کتاب ''صید الخاطر'' سے میں نے نقل کیا ہے، آپ دیکھیں گے کہ انہوں نے گناہوں کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے، میں اس کتاب میں مذکور گناہوں کے اثرات کو جمع کرتا رہا، یہاں تک کہ یہ ایک مستقل کتاب کی صورت اختیار کر گیا، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہم سب کو تمام گناہوں سے بچائے خواہ وہ گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں۔

سبحانك اللّٰهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك

الریاض: ابراہیم بن عبداللہ الحازمی عفی اللہ عنہ

عام لوگوں کی عادات:

دنیا جن مصائب وآفات میں گھری ہوئی ہے اس کے سلسلہ لامتناہی کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ سبحان اللہ: اللہ تو اکرم الاکرمین ہے اس کا تقاضا عفو ودرگزر ہے، تو پھر یہ مصائب اور مشکلات کیوں؟

تو اس پر میں غور کر کے اس نتیجے پر پہنچا اور اکثریت کو دیکھا کہ ان کا ہونا نہ ہونا برابر ہے، وحدانیت کے دلائل پر غور نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی پر غور نہیں کرتے، بلکہ حیوانوں کی طرح زندگی گزارتے ہیں، اگر شریعت کے احکام ان کی طبیعت کے موافق ہوئے عمل کیا، اگر ناموافق ہوئے تو اس سے اعراض کر لیا (۱) رقم ہاتھ لگ جائے تو یہ نہیں دیکھتے کہ یہ حلال طریقے سے حاصل ہوئی یا حرام راستے سے، اگر نماز پڑھنا سہل ہوا تو

(۱) یہ بات ابن جوزیؒ اپنے زمانے کی بات کر رہے جب کہ اب تمام لوگ اس مرض میں مبتلا ہیں کیا بڑے کیا چھوٹے، سبھی گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں، اس لئے ان پر سخت محنت کی ضرورت ہے۔

پڑھ لی ورنہ چھوڑ دی۔ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو گناہوں کو کھلے عام کرتے ہیں باوجود یہ کہ ان کو اس کی ممانعت معلوم ہے' بسا اوقات عملی قوت کے باوجود گناہ سے نہیں رکتے' میں سمجھ گیا کہ یہ عذاب بلائیں اور مصائب اگرچہ بڑے ہیں مگر لوگوں کے جرموں اور غلط کاریوں سے پھر بھی کم ہیں' جب گناہوں کو صاف کرنے کے لئے نئے کوئی عقوبت آتی ہے تو چیخ اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کس گناہ کی پاداش میں ہے اور میرے ساتھ یہ کیوں' اور اپنے کئے کو بھول جاتا ہے' جس سے زمین بھی ہل جائے' بسا اوقات کسی بوڑھے پر ایسی بلاء و آزمائش آتی ہے' کہ عام لوگ بھی اس پر رحم کرنے لگتے ہیں اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس نے اپنی جوانی کے زمانے میں حقوق اللہ کو ضائع کیا ہے کسی کو کسی تکلیف میں دیکھ کر سمجھ لو کہ یہ کسی گناہ کی پاداش میں ہی اس میں مبتلا ہوا ہے۔

علماءِ دنیا اور علماءِ آخرت میں فرق:

میں نے علماء کے آپس کے حسد پر غور و فکر کیا تو میرے سامنے یہ واشگاف ہوا کہ اس کا سبب محض دنیا کی محبت ہے' اس لئے کہ علماء آخرت تو آپس میں محبت کرتے ہیں نہ کہ حسد' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا﴾ دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے: ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا﴾ (الحشر: ۸)

حضرت ابوالدرداءؓ ہر رات مسلمانوں کی ایک جماعت کے لئے دعا کرتے' اور حضرت امام ابن حنبلؒ نے حضرت امام شافعیؒ کے صاحبزادے سے فرمایا: تیرے والدان افراد میں سے ہیں جن کے لئے میں ہر تہجد کے وقت خصوصی طور پر دعا کرتا ہوں' علماء کے ان دو طبقات میں فرق یہ ہے کہ علماء دنیا کی نظر ریاست' شہرت اور کثرت مال پر ہوتی ہے' اور علماء آخرت ان چیزوں سے کوسوں دور ہوتے ہیں اور ان چیزوں سے نہ صرف سخت گریزاں ہوتے ہیں بلکہ ان میں مبتلا شخص کو قابل رحم سمجھتے ہیں۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کے زہد کا حال یہ تھا کہ وہ کسی ستون سے ٹیک نہیں لگاتے' اور شہرت

سے سخت نفرت کرتے' حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں: مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میرے پیچھے پیچھے کوئی آئے اور کہے علقمہ! اور بعض کی کیفیت یہ تھی کہ ان کے پاس دو چار افراد جمع ہوتے تو اٹھ کر چلے جاتے' گم نامی کو پسند کرتے' اور ایک دوسرے کے لئے دعا کرتے' گویا یہ ایک قافلہ کے لوگ ہیں جو سفر میں یک جا ہوتے ہیں' ایامِ ولیالی کی منزلیں ہیں جنہیں طے کر کے جنت کی طرف رواں دواں ہیں۔

متقین کی زندگی:

جو چاہے کہ اس کے احوال درست ہو جائیں تو اسکو چاہئے کہ اپنے اعمال کو درست کرے' ارشادِ باری: ﴿وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا﴾ (الحشر:۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث قدسی میں ارشاد فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: میرے بندے اگر میری اطاعت کو اپنا شعار بنالیں تو رات کو بارش ہوگی اور دن کو سورج کی روشنی سے بھرپور مستفیض ہوں گے' اور بجلی کی کڑک کی آواز نہیں سنیں گے' ایک دوسری جگہ ارشاد نبویؐ ہے کہ نیکی کبھی پرانی نہیں ہوگی' اور برائی بھلائی نہیں بن جائیگی اور بدلہ دینے والا ہمیشہ زندہ ہے لہذا جیسا کروگے ویسا بھروگے۔ ابوسلیمان الدارنی نے فرمایا: جو اپنا معاملہ درست کریگا' اس کے ساتھ بھی درست معاملہ کیا جائیگا' اور جو رات کو نیکی کریگا دن میں اس کا بدلہ پائے گا' اور دن کو نیکی کریگا رات کو اس کا فائدہ حاصل کریگا' وہ لوگوں کے پاس جا جا کر فرماتے جس کو ہمیشہ کی عافیت پسند ہو تو اس کو چاہئے اللہ تعالیٰ سے ڈرے' حضرت فضیل بن عیاضؒ فرمایا کرتے تھے' مجھ سے جب کبھی گناہ ہوتا ہے تو اس کے اثرات اپنی باندی' سواری میں صاف پاتا ہوں۔

جب تم اپنے احوال میں تکدر محسوس کرو تو سمجھ لو کہ نعمت کا تم شکر بجا نہیں لائے' یا تجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوا' تو نعمت کی ناشکری یا اچانک عذاب سے بچنے کی کوشش کرو' اللہ تعالیٰ کے حلم سے دھوکے میں نہ رہو۔

لغزشات:

میں نے علماء کے ناجائز خواہش نفس پر اقدام کے متعلق غور کیا تو میں نے دیکھا کہ

ممنوعات کے ارتکاب کرنے والے مختلف قسموں پر منقسم ہیں۔ (۱) بعض ان میں سے ممنوع کی ممنوعیت سے جاہل ہیں' یہ ایک قسم کے عذر کی وجہ سے تھا (۲) دوسری قسم وہ ہے جو ممنوع کو حرام نہیں سمجھتا بلکہ مکروہ سمجھتا ہے یہ بھی پہلی قسم کے قریب ہے۔

(۳) کچھ کو اس کے حرام ہونے کا علم ہوتا ہے مگر خواہشات نفس کا مطالبہ اس کی حرمت کو دل سے نکال دیتا ہے' اور اس کے حرام ہونے کو بھول جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ چور' چوری کرتے وقت ہاتھ کٹنے کو بھول جاتا ہے' بلکہ مکمل ہمہ تن گوش ہو کر اپنے کام میں لگ جاتا ہے' اسی طرح زنا کار ارتکاب زنا کے وقت شرمندگی اور کوڑے لگنے کو یاد نہیں کرتا' اس لئے جس عمل میں وہ مشغول ہوتا ہے وہ سب کچھ اس سے بھلا دیتا ہے (۴) بعض گناہ کو گناہ جان کر اور کرتے وقت بھی اس کی ممنوعیت کو خیال مین لانے کے باوجود اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔ سوچ اور عقل سے کام نہیں لیتا ہے حالانکہ عقل مند کو چاہیئے کہ اپنی عقل سے کام لے' اور یوں نہ سوچے کہ حکیم و دانا بادشاہ نے صرف چوتھائی دینار پر ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے' ایک لمحے کی لذت کی پاداش میں پورے جسم سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے' اور گناہوں کی وجہ سے لوگوں کو زمین کے اندر دھنسا دیا' شکلوں کو مسخ کر دیا اور سمندر میں غرق کر دیا۔

دل کا زندہ ہونا اور مردگی چھا جانا عمل کی سر دست جزا و سزا ہے:

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جتنی چیزیں پیدا کی ہیں وہ آخرت کی چیزوں کے نمونے ہیں' البتہ اشیاء میں فرق ضرور ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: (لیس فی الجنة شيء يشبه ما في الدنيا الا اسماء) جنت کی چیزوں کی دنیا کے اشیاء کیساتھ صرف ناموں میں مشابہت ہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں نعمت دیکر جنت کی

(۱) پرہیزگاروں کی زندگی ہمیشہ خوشی اور سرور میں ہوتی ہے اگر چہ بظاہر تکلیف وغم میں مبتلا بھی ہوں جیسا کہ آپ ﷺ کو زوجہ مطہرہ پر تہمت لگنے سے ظاہری تکلیف تو ہوتی مگر دل مطمئن رہا' اصل اعتبار دل کا ہے اور وہ سارے اعضاء کا بادشاہ ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اتقا' کا دل عطاء فرمادے جو ہدایت کے چراغ ہیں' ہر فتنہ سے باآسانی نکلنے پر کامیاب ہوتے ہیں اگر مسلمان کی زندگی اسلام کے مطابق ہو ظاہر و باطن گناہوں سے دور ہو' کثرت سے توبہ کرتا ہو صبح شام یاد الٰہی میں مصروف ہو تو گناہوں کے آثار سے اس کا جسم و مال محفوظ رہتے ہیں' حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ گناہ دلوں کو مار دیتے ہیں اور گناہوں کی عادت باعث ذلت و رسوائی ہے' اور ترک گناہ دلوں کی حیات ہے اور اپنے نفس کی نافرمانی بہت بہتر ہے۔

نعمتوں کی طرف شوق دلایا ہے اور دنیا کے عذاب سے آخرت کے عذاب سے ڈرا رہے ہیں، چنانچہ دنیا میں ہر ظالم کو اس کے ظلم کی سزا اور ہر گناہ گار کو گناہ کی سزا مرنے سے پہلے بھی مل جائیگی، اس آیت کا بھی یہی مطلب ہے ﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾

بسا اوقات گناہگار اپنے بدن کی سلامتی، مالی فراوانی کو دیکھ کر یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ اس کو سزا نہیں مل رہی حالانکہ وہ سزا میں مبتلا ہوتا ہے مگر اس کو اس سزا کا ادراک نہیں ہوتا۔ حالانکہ حکماء کا قول ہے کہ گناہ کے بعد دوسرے گناہ کا مرتکب ہونا پہلے گناہ کی سزا ہے اور نیک عمل کے بعد دوسرے نیک عمل کی توفیق ملنا نیک عمل کا بدلہ ہے کبھی یہ سزا معنوی بھی ہوتی ہے، جیسا کہ بنی اسرائیل کے کسی عالم کا واقعہ ہے، کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا، کہ یارب! میں نے کتنی بار آپ کی نافرمانی کی، آپ نے سزا نہ دی؟ آواز آئی، کتنی بار تجھے سزا ملی مگر تجھے اس کا ادراک نہیں ہوا۔ کیا میں نے تجھ کو مناجات کی حلاوت و مٹھاس سے محروم نہیں کیا؟ جو شخص اس پر غور کریگا وہ حقیقت کا ادراک کریگا۔ حضرت وہب بن الورد سے کسی نے پوچھا کیا گناہ کرنے والا اطاعت کی حلاوت و شیرینی کو محسوس کریگا؟ تو فرمایا: گناہگار کا اسے محسوس کرنا تو کجا، جو گناہ کا ارادہ بھی کریگا وہ اطاعت کی لذت و حلاوت کو نہیں پائے گا۔ بصارت کی لگام کو کھلا چھوڑنے والا بصیرت سے محروم ہوگا، زبان کی حفاظت نہ کرنے والا دل کی صفائی سے محروم کر دیا جائیگا، پیٹ میں مشتبہ غذا ڈالنے والا اپنے باطن کو تاریک کریگا، قیام اللیل سے محروم اور مناجات کی لذت و حلاوت سے بے بہرہ ہوگا، ان سزاؤں کو سزا وہ لوگ سمجھتے ہیں جو وقتاً فوقتاً اپنے نفوس کا محاسبہ بھی کرتے ہیں، اس طرح نیک عمل کا اور تقوی کا بدلہ بھی فی الحال اور سر دست مل جاتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

(النظرة الى المرأة سهم مسموم من سهام الشيطان، من تركه ابتغاء مرضاتي آتيته ايمانا يجد حلاوته في قلبه) یعنی ''نامحرم'' عورت کی طرف دیکھنا شیطان کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو شخص صرف میری رضا کے لئے اپنی نظر بچائے گا اس کو ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی شیرینی کو وہ اپنے دل میں محسوس کریگا''

نیک عمل پر ملنے والے باطنی ثواب کی یہ ایک جھلک ہے۔ اور ظاہری سزا جزا کا ادراک بھی کم لوگ کرتے ہیں۔ فرمان نبی ﷺ (الصبحة تمنع الرزق (۲)) صبح کے وقت سونا رزق کو روکتا ہے' دوسری جگہ ارشاد ہے: (ان العبد ليحرم الرزق بالذنب يصيبه(۳)) انسان گناہ کی وجہ سے ملنے والے رزق سے محروم ہوتا ہے۔

حضرت عثمان النیساپوری کے متعلق آتا ہے کہ جمعے کی نماز کے لئے جاتے ہوئے ان کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا' اس کو ٹھیک کرنے لگے اور فرمایا: یہ اس لئے ٹوٹا کہ میں نے جمعہ کے لئے غسل نہیں کیا تھا۔ دنیا میں ظلم کی سزا کی ملنے کی عجیب مثال یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا واقعہ ہے۔

کہ انکے ہاتھوں نے ظلم کی انتہاء کر دی اور انتہائی کم قیمت میں بھائی کو بیچ ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے انہی ہاتھوں کو مانگنے کی حالت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے پھیلا دیا' اور کہنے لگے (تصدق علينا) ہم پر خیرات کیجئے۔ اس طرح حضرت یوسفؑ نے حرام سے واقع ہونے سے نفس کو بچایا تو اللہ تعالیٰ نے زلیخہ کو حلال طریقے سے عطا فرمادیا۔ اس طرح زلیخہ نے یوسفؑ کے خلاف (مَا جَزَاءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْءً) کہکر جھوٹ بولا تو اسے (اَنَا رَاوَدْتُه) کہ کر حق کا اقرار کرنا پڑا' اگر انسان محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر گناہ کو چھوڑیگا تو اس کے ثمرات کو دنیا میں بھی ضرور پائے گا' اس طرح نیک عمل کا ثمرہ بھی ضرور ملے گا۔

جیسا کہ حدیث نبوی میں ہے' آپ نے فرمایا: (اذا املقتم فتاجروا الله بالصدقة) یعنی جب مالی تنگی میں مبتلا ہو جاؤ تو صدقہ دیکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تجارت کرو' یعنی صدقہ کرو' اس سے مال بڑھ جائے گا۔ بعض بزرگوں کی حکایت ہے کہ انہوں نے اپنی جوانی کے زمانے میں ایک باندی خریدی' فرماتے ہیں جب میں اس کا مالک بن گیا تو اس کی طرف میرا شوق بڑھ گیا' تو میں نے فقہاء سے اس سے استمتاع کے بارے پوچھا سب نے کہا حیض آنے سے پہلے کسی قسم کا استمتاع درست نہیں حتیٰ کہ شہوت کی نظر سے دیکھنا بھی جائز نہیں ہے' تو میں نے اس باندی سے پوچھا تو اس نے کہا کہ خریدتے وقت وہ حائضہ تھی تو میں نے کہا

(۱) (۲) بیہقی (۳) مسند احمد ۵/۲۷۷' ابن ماجہ ج۱/۳۵۔

معاملہ آسان ہوگیا' اور کام قریب ہوگیا مگر فقہاء نے کہا اس حیض کا اعتبار نہیں ہے' بلکہ استبراء کے لئے تیری ملکیت میں مستقل حیض کا زمانہ گذرنا لازمی ہے لیکن میرے نفس کی خواہش انتہاء کو پہنچ گئی تھی۔ لیکن میں نے صبر کیا' اللہ تعالیٰ نے اس صبر کے بدلے اس سے بھی اعلیٰ اور ارفع نعمت عطا فرمائی۔

باطن کی درستگی:

اللہ تعالیٰ کے وجود کے دلائل پر غور کیا تو میں نے ان کو ریت کے ذرات سے بھی زیادہ پایا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام پوشیدہ طور پر کرتا ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر فرمادیتا ہے اگرچہ دیر سے کیوں نہ ہو' لوگوں کی زبانوں پر ظاہر ہوتی ہے' بعض دفعہ اس کی پاداش میں لوگوں کے سامنے شرمندگی کا سامنا بھی کرتا ہے' جو تمام پوشیدہ گناہوں کا بدلہ ہوتا ہے یہ اس بات کو بتانے کے لئے ہوتا ہے کہ ایک ذات ایسی موجود ہے جو ہر عمل کا بدلہ دیتی ہے اس کے سامنے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے' اسی طرح انسان کوئی نیک عمل خفیہ طور پر کرتا ہے' مگر وہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہوتا ہے' لوگوں کے زبان زد عام ہوجاتا ہے' اور لوگ اس کے محاسن کو کثرت سے ذکر کرتے ہیں' اس کے گناہوں کو بھول جاتے ہیں' یہ اس لئے ہوتا ہے کہ انسان کو یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ کسی کے عمل کو ضائع نہیں فرماتے۔ انسانوں کے دلوں میں کسی کی محبت یا نفرت اس کے تعلق مع اللہ کے بقدر ہوتی ہے' اگر انسان نیک ہو تو لوگوں کے دلوں میں اس کے لئے محبت ہوتی ہے اور اگر بد ہو تو نفرت ہوتی ہے' اس لئے کہ لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں (۱) اگر انسان لوگوں کے ساتھ معاملات درست رکھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق خراب کریگا تو معاملہ الٹا ہوگا' اس کی تعریف کرنے والا اس کی برائی بیان کریگا۔

---

(۱) مومن اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے' لوگوں کے بھی قریب ہوتا' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا﴾ بخاری میں آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے" اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کرتا ہے تو جبریل سے بھی فرماتا ہے فلاں سے میری محبت ہے تم اس سے محبت کرو تو جبریل اس سے محبت کرتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کے ساتھ محبت کرتا ہے تم اس کے ساتھ محبت کرو' تو سب محبت کرنے لگتے ہیں' اگر کسی سے ناراض ہو تو جبریل فرماتے ہیں میں فلاں شخص سے ناراض ہوں تم بھی اس سے ناراض ہوجاؤ تو جبریل بھی اس سے بغض کرنے لگتا ہے' اور آسمان میں بھی اعلان کرتا ہے کہ فلاں سے اللہ بغض رکھتا ہے تم بھی اس سے نفرت کرو تو تمام آسمان والے نفرت کرنے لگتے ہیں پھر اہل زمین میں بھی اس کے ساتھ نفرت ہوتی ہے۔

خواہشاتِ نفس میں افراط:

دنیا کی خواہشات پر تامل کر کے اس نتیجے تک پہنچا کہ یہ ہلاکت کی چیزیں ہیں' خرابی کے پھندے ہیں' عقل اگر طبیعت پر غالب ہو تو بچ جائیگا' لیکن اگر طبیعت عقل پر غالب آئی تو ہلاکت ہی ہلاکت ہے' نفس کی خواہشات میں سب سے زیادہ ہلاکت خیز جنسی خواہشات ہیں' اس میں پڑنے کی بنا پر کمی کے بجائے اضافہ ہی ہوتا رہتا ہے۔ جب کسی خوبصورت چیز کی طرف مائل ہوتا ہے تو عام عادت سے بڑھ کر قوت غریزیہ حرکت میں آتی ہے' اور اگر اس سے بھی زیادہ خوبصورت کی طرف نظر جائیگی تو حرکت میں اور اضافہ ہوگا' خروج منی پہلے سے زیادہ ہوگی' اس طرح جوہر زندگی فنا ہوگا اور جلدی بڑھاپے کے دروازے پر پہنچ جائیگا' اس کے بالمقابل کسی بدصورت عورت کے ساتھ جماع کا معاملہ ہو تو قوت غریزیہ میں حرکت کم ہوتی ہے اور خروج منی بھی کم سے کم ہوتی ہے' اور اشتیاق باقی رہتا ہے نظر ادھر ادھر جاتی ہے اس کے بعد پیٹ کی شہوت ہے' مقدار سے زیادہ کھانے والا اپنے نفس کے لئے بہت ساری خرابیاں جمع کرتا ہے' اس طرح انتہائی کم کھانے والا بھی نقصان سے خالی نہیں ہوتا' تو میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہر کام میں اعتدال اور اوسط درجہ محمود اور سب سے بہتر ہے' اسی کو اختیار کرنا چاہیئے دنیا ایک کھلا میدان ہے' اس میں عقل سے کام لینے والا ہی کامیاب و کامران ہے جس نے زندگی کی لگام کو طبیعت کے ہاتھ تھما دیا تو اس کا جلد سے جلد ہلاک ہونا یقینی ہے یہ تو دنیا کا معاملہ ہے آخرت کے معاملہ کو اس پر قیاس کرو تو معاملہ سمجھ آ جائیگا۔

ایمان اور گناہ:

مومن گناہوں میں منہمک نہیں ہوتا ہے' اپنی خواہش پر غالب ہوتا ہے' خواہشات نفس کی آگ پر قابو پاتا ہے' ایمان کی برکت سے گناہوں کو طبعاً ناپسند کرتا ہے' گناہ کرنے کا ارادہ نہیں کرتا' نہ ہی گناہ سرزد ہونے کے بعد دوبارہ گناہ کی طرف لوٹتا ہے۔ اور اپنے غصے پر قابو پاتا ہے' لغزش ہونے سے پہلے ہی توبہ کی نیت کرتا ہے' حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کے واقعے میں ذرا غور کریں کہ گناہ سے قبل توبہ کرنے کا ارادہ ہوتا ہے' کہ انہوں نے یوسفؑ کو راستے سے ہٹانے سے قبل توبہ کا ارادہ کیا' کہنے لگے (اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ) یوسف کو مار ڈالو' پھر اس سے پیچھے ہٹ کر کنویں میں ڈالنے پر راضی ہوگئے کہنے لگے' (اَوِاطْرَحُوْهُ

اَرْضًا) یا کسی زمین میں پھینک دو'' پھر عمل کرنے سے پہلے انابت اور رجوع الی اللہ کا ارادہ کر کے کہنے لگے: ﴿وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا صَالِحِيْنَ﴾ یعنی'' پھر توبہ کر کے نیک بن جائیں گے'' پھر جب ان کو لیکر صحراء کی طرف چل پڑے تو ان کے دل میں موجود حسد نے پھر انگڑائی لی اور قتل کرنے پر تل گئے تو بڑے بھائی نے کہا: ﴿لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ﴾ ''تم یوسف کو قتل مت کرو اس کو کسی کنوئیں میں ڈال دو'' اس نے اس کو مارنا نہیں چاہا' بلکہ یہ چاہا کہ کوئی قافلہ آئے اور اس کو اٹھا کر لے جائے۔ ان میں یہ مختلف احوال پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دل میں موجود ایمان' اپنی قوت کی بقدر اپنا عمل دکھایا' کبھی ارادۂ قتل کے باجود قتل سے باز رکھنے پر ابھارا' کبھی کمزوری کی وجہ سے طبیعت غالب آتی' غفلت اثر انداز ہوئی' گناہ سرزد ہوا' پھر ایمان نے سر اٹھایا اور گناہ پر شرمندگی اور ندامت کا احساس دلایا اور اپنے کئے پر نادم ہوئے۔

حالات کی تبدیلی:

خوب یہ سمجھ لیجئے! کہ زمانہ ایک سا نہیں رہتا' حالات بدلتے رہتے ہیں' جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

﴿وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ کبھی محتاجی اور فقر کا دور آتا ہے' کبھی مالی فروانی ہوتی ہے' کبھی عزت نصیب ہوتی ہے اور کبھی ذلت سے دوچار ہونا پڑتا ہے' کبھی دوستوں کو خوشی ہوتی ہے تو کبھی دشمن خوشیاں مناتے پھر رہے ہوتے ہیں۔ یہ حالات آتے رہتے ہیں۔
مگر عقل مند انسان ایک اصل الاصول یعنی تقویٰ پر برقرار اور کاربند رہتا ہے۔ تقویٰ کی حالت میں اگر مالی فروانی اور دولت میسر ہو تو یہ اس کے لئے باعث خوشی ہوتی ہے' اگر فقر و تنگ دستی سے دوچار ہو جائے تو صبر کے دروازے کھلتے ہیں۔ زمانہ جیسا بھی ہے، تکلیف کا ہو یا راحت کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اس لئے یہ تمام چیزیں بے ثبات اور زائل ہونے والی ہیں اور متغیر و تبدیل ہونا ان کا خاصہ ہے، جبکہ تقویٰ اپنی جگہ برقرار رہتا ہے اور گویا اس کے لئے محافظ و نگہبان رہتا ہے' کبھی غافل نہیں ہوگا۔ لغزش کے وقت ہاتھ پکڑ کر گرنے سے بچاتا ہے اور راہ راست پر ڈال دیتا ہے، اور تقویٰ کے بغیر لذت کڑواہٹ میں بدل جائیگی اور اس کو تباہی اور ناکامی

سے دوچار کریگی۔ لہذا اے مخاطب! ہر حال میں تقویٰ کو حرز جان بناؤ، اس سے تنگی کی حالت میں بھی تمہیں راحت محسوس ہوگی، بیماری کے باوجود عافیت نصیب ہوگی، یہ اس نعمت تقویٰ کا نقد بدلہ ہے۔

آخرت میں اس کے بدلے میں ملنے والی نعمت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے

گناہ اور نیک عمل کا انجام:

جو شخص گناہوں کے انجام پر غور کریگا یقیناً اس کی برائی اس پر آشکار ہو جائیگی۔ میں نے ان لوگوں کے احوال پر غور کیا جو مسلسل زنا اور دوسری برائیوں کے مرتکب ہوتے ہیں، اپنی قوت کے باوجود ان کی لغزشیں تھمنے والی نہیں ہوتیں، ایسا لگتا ہے گویا انہوں نے ظلمت کی چادر تان لی ہے لوگوں کے دل ان سے متنفر ہیں۔ انہی گندگیوں کی وجہ سے آخرت کو بھول گئے، یاد الٰہی سے غافل ہوگئے، اگر مالی وسعت ہو تو غیروں کے مال سے، اگر تنگی و مشکلات درپیش ہو جائے تو قضا و قدر اور اپنی قسمت کو کوستے رہتے ہیں۔ پھر میں نے عنان فکر ان لوگوں کی طرف موڑ دیا جو نفس کی خواہشات کے مقابلے ڈٹ جاتے ہیں، ناجائز و حرام کاموں سے خود کو دور رکھتے ہیں، میں نے دیکھا کہ دنیا کے ثمرات قوی اور پوری لذت کے ساتھ ان کے دامن میں گرے۔ پاکیزہ زندگی میسر ہوتی ہے، خوشی کے ساتھ زندگی گزارنے لگے، اگر ظاہری تنگی اور مشکلات سے دوچار ہوئے بھی تو صبر کی توفیق ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر رضامندی نے تلخی کو شیرینی و حلاوت سے بدل دیا۔ اس سے میں نے اس فرمان الٰہی ﴿إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ﴾ کے مطلب و معنی کو سمجھا۔

پے در پے لغزشیں:

اس سے میں نے یہ اشارہ پکڑا اور کہا کہ اے بار بار لغزشیں کرنے اور پھسلنے والے شخص! اپنے پھسلنے کی وجہ سے سب کی طرف کیوں نہیں دیکھا، دوبارہ اس سے بچ سکو یا اس سے واقف ہونے کے باوجود پھسلنے اور سستی کرنے سے نفس کو ڈانٹ سکو۔

ہر مڑ کر دیکھنے والا شخص اس لئے دیکھتا ہے کہ میں اس میں کیوں پھسلا، اے بار بار گناہ کر کے پھسلنے والے شخص! تم سمجھدار ہونے کے باوجود کیوں بار بار لغزشات میں مبتلا

ہوتے ہوئے فلاں فلاں گناہ کیوں کرتے ہو؟۔
فکر کی نظروں سے اس کے انجام کو کیوں نہیں دیکھتے؟ جلد ختم ہونے والی چیزوں کو ہمیشہ باقی اور برقرار رہنے والی نعمتوں پر کیوں ترجیح دیتے ہو؟۔ اور قیمتی ترین اثاثے کو گھٹیا متاع کے مقابلے میں کیوں فروخت کیا، ایک لمحہ کی نیند کی لذت کو ہمیشہ کی بیداری کے مقابلے میں کیوں اختیار کیا؟۔
تیری زندگی پر بڑا افسوس ہے کہ عظیم الشان شے کو فروخت کر کے اس کے بدلے ایسی ندامتیں تو نے خریدیں جس کو تیری پیٹھ برداشت نہیں کر پائیگی اور سر کو جھکا دینے والا بوجھ تو نے خریدا جو کبھی سر کو اوپر اٹھنے نہیں دیگا اور ایسے غموں کے آنسوؤں کا نہ ختم ہونے والا سمندر خریدا جو کبھی اپنی انتہاء کو نہیں پہنچے گا۔
اور اس کی پاداش میں سارے لوگ تمہیں بُرے بُرے القابات سے پکاریں گے، اور کہیں گے کہ یہ کیوں ہوا، تجھ سے یہ غلطی کیسے سرزد ہوئی!؟۔

گناہوں کے آگے ہتھیار ڈالنا:

گناہوں سے لذت صرف وہ شخص حاصل کرتا ہے جو غفلت کے نشے میں دھت ہو جبکہ ایماندار اور مومن شخص گناہوں سے لذت حاصل نہیں کریگا، اس لئے کہ گناہ کے وقت اسکی نظر حرمت وممنوعیت کی طرف جائیگی اور اس کی پاداش میں پہنچنے والی سزا وعقوبت سے ڈریگا۔ اگر اس کی معرفت مزید قوی ہوجائے تو گناہ سے منع کرنے والی عظیم ذات کی عظمت کا نظارہ کریگا اور اس کی لذت کڑواہٹ سے بدل جائیگی جس کی وجہ سے وہ گناہ سے بچ جائیگا۔ اگر خواہش کا نشہ علم پر غالب ہوجائے تو دل اس سے بچانے کی کوشش کرے گا، لذت گناہ تو صرف ایک لحظہ ولمحہ ہے مگر اس کے نتیجے میں جان نہ چھوڑنے والی ندامت اور رونے کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگا اور کف افسوس ملنے کی سوا کچھ نہیں ہے۔ اگر معافی کا یقین بھی ہو تو عتاب کا ڈر بھی تو ہے بہرحال گناہ کے بہت برے اثرات ونتائج ہیں اور ہاں! یہ خیال رہے خواہشات نفس غفلت کی بقدر انگڑائیاں لیتی ہیں۔

گناہوں کے انجام پر غور وفکر:

ہر ذکی وہوشیار شخص کے لئے لازم ہے کہ گناہوں کے انجام سے بچنے کی کوشش کرے' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی کوئی قرابت داری یا رشتہ داری نہیں ہے' وہ عادل بادشاہ ہے' اور عدل کے ساتھ فیصلہ کریگا' اس کا حلم اگر چہ معاف کرنے کا متقاضی ہے مگر یہ سب اس کے اختیار میں ہے' چاہے تو گناہوں کے پہاڑوں جیسے عظیم گناہوں کو معاف فرمادے چاہے چھوٹے گناہ پر مواخذہ فرمائے' تو بہر حال گناہ کرنے کی چیز نہیں ہے' اس سے ہر حال اور ہر آن بچنا چاہئے' میں نے ایسے خوش عیش لوگوں کو بھی دیکھا ہے جو ظاہری و باطنی گناہوں میں مگن تھے' ایسی تکالیف وعذاب میں مبتلا ہوئے جو ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھے کہ وہ اس جیسی آزمائش کی لپیٹ میں آئیں گے' ان کی جڑیں تک اکھڑ گئیں' وہ عمارتیں اپنی بنیادوں سمیت ملیامٹ ہوگئیں جن کو انہوں نے اپنی اولاد کے لئے مضبوط بنایا تھے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بے توجہی و بے اعتنائی برتی اور یہ خیال وگمان کرنے لگے کہ جو نیکی وہ کررہے ہیں وہ گناہوں کو مٹانے اور مقابل ہونے کے لئے کافی ہے' تو ان کے خیالات وگمانوں کی کشتی ڈانواڈول ہوگئی' اس میں مکروفریب کا پانی داخل ہوکر ان کو غرقاب کررہا ہے' اور میں نے ان لوگوں کو بھی دیکھا جو خود کو علماء کہلواتے تھے کہ وہ اس بات سے غافل و بے پرواہ ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ خلوت میں بھی دیکھتا ہے' انہوں نے خلوتوں میں اچھے کام نہیں کئے' تو وہ کالمعدوم ہوگئے لوگوں کے دل ان کی طرف مائل نہیں ہوتے۔

اللہ کا میزانِ عدل ایک ذرہ کو بھی ظاہر کردیگا' اور ہر خطاء کار کو اس کے کئے کا بدلہ دیگا اگرچہ تاخیر سے ہو۔ بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کا خیال کرکے بے پرواہی سے گناہ کرتے رہتے ہیں' یہ غلط ہے' گناہ بہر حال گناہ ہے' اللہ تعالیٰ اس کو معاف بھی کرسکتا ہے' سزا بھی دے سکتا ہے' اللہ تعالیٰ کے حلم وکرم اور جلد سزا نہ ہونے سے مغرور نہ ہوں' بلکہ گناہوں کے برے انجام پر ہمیشہ غور وفکر کرتے رہو اور ہر وقت ان کے اثرات کو مٹانے کی بھرپور کوشش کرتے رہو۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے تضرع وعاجزی کرتے رہو' اس لئے کہ عاجزی و تضرع سے زیادہ

گناہوں کو مٹانے میں اور کوئی چیز نافع نہیں ہے' گناہوں کا مراقبہ' اور سرزدشدہ گناہوں سے توبہ وگریہ وزاری پر عمل کرنا اصلاح کے لئے انتہائی نافع وفائدہ مند ہے' گناہوں کے انجام پر غور کرنے والے کسی شخص سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ایک چھوٹے گناہ پر میں قادر ہوا' میں نے اس سے رکنے کی کوشش کی تو میرے نفس نے کہا: یہ گناہ چھوٹا ہے اللہ تعالیٰ بڑے فضل وکرم والے ہیں' اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اس سے تو بہت بڑا ہے' تو میں نے اس سے کہا: اگر تو نے اسکو کر بھی لیا تو کیا ہوگا' کوئی خاص فائدہ نہیں ہوگا' میں نے ان لوگوں کے احوال اس کو سنائے کہ گناہوں کی وجہ سے ان کے نام ونشان تک مٹ گئے' تو وہ سمجھ گیا' اور اس گناہ سے باز رہا اللہ تعالیٰ کی توفیق سے۔ توفیق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

کسی گناہ کو بھی چھوٹا نہیں سمجھنا چاہئے:

اکثر لوگ عام امور میں بے احتیاطی کرتے ہیں' اور گناہوں کو گناہ ہی نہیں سمجھتے یا معمولی سمجھتے ہیں۔ جیسے طلباء' کتابیں' قرآن یا اور کوئی کتاب عاریت کے طور پر لیکر واپس نہیں کرتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں' حالانکہ یہ گناہ ہے اس طرح کسی کے ساتھ بلائے بغیر کھانے میں شریک ہونا' اس طرح دشمن کی عزت شکنی کو جائز سمجھ کر عزت کے متعلق ناجائز گفتگو کرنا(۱)۔

(۱) عصر حاضر میں لوگوں نے واجب پر عمل کرنے کو ترک کر دیا خصوصاً غیر کے متعلق ہو تو خیال تک نہیں کرتے' اکثر لوگ گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتے یا اس کو چھوٹا گناہ کہ کر بے محابا کر گذرتے ہیں' جیسے کہ غیر محرم عورت یا مرد کے ساتھ ہاتھ ملانا' داڑھی کٹانا' سگریٹ پینا' اخبارات رسائل اور ٹی وی اور اجنبی عورتیں دیکھنا وغیرہ جب کہ ایک مسلمان پر لازم ہے کہ وہ یہ سوچے کہ وہ کس کی نافرمانی کر رہا ہے گناہ کے چھوٹے ہونے کو نہ دیکھے' جبکہ ہمارے اسلاف چھوٹے سے چھوٹے گناہ سے بھی حتی المقدور بچنے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں تم جو بال سے باریک اعمال بھی کرتے ہو' جبکہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ان کو مہلکات میں سے شمار کرتے تھے۔ (بخاری) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: مؤمن گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا وہ پہاڑ کے نیچے ہے اور وہ اس پر گرنے والا ہے' اور فاجر گناہ کو ایسا ہلکا سمجھتا ہے گویا ایک مکھی اس کی ناک پر بیٹھ گئی اور ہاتھ سے اس طرح اس کو ہٹا دیا۔ (بخاری) ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گناہوں کو ہرگز چھوٹا مت سمجھو' یہ جمع ہو کر انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں' (رواہ احمد) اہل علم واہل ایمان کا کہنا ہے کہ صغیرہ پر جری ہونے سے آہستہ آہستہ شرم وحیاء میں کمی آتی ہے' بے پرواہی بڑھ جاتی ہے' اللہ تعالیٰ کا خوف دل سے نکل جاتا ہے' اور آہستہ آہستہ بڑے گناہوں تک لے جاتا ہے صغیرہ پر اصرار کبیرہ ہے' اس لئے فرمایا گیا' (لاصغیرہ مع الاصرار ولا کبیرۃ مع الاستغفار) یعنی بار بار کرنے سے صغیرہ صغیرہ نہیں' بلکہ کبیرہ بن جاتا ہے اور توبہ واستغفار سے کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا بلکہ مٹ جاتا ہے۔

اور ہلکا سمجھ کر غیر محرم کی طرف نظر کرنا وغیرہ' اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کا مرتکب شخص خاص لوگوں کے مرتبے سے گر جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مقام بلند سے نزول کر جاتا ہے' تو گویا کبھی اس کو زبان حال سے یہ بھی کہا جاتا ہے۔

اے وہ شخص! تجھ کو آسان چیز بطور امانت دی گئی تو نے اس میں خیانت کا ارتکاب کیا' تو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی کس طرح امید رکھتا ہے کسی بزرگ کا قول ہے' میں نے غلطی سے لقمہ مشکوک کھایا اس کی وجہ سے میں چالیس سال پیچھے چلا گیا' اللہ اللہ۔ تجربہ کاروں سے سنو' ان باتوں کو سوچو' ان کے انجام پر غور کرو' ان گناہوں سے روکنے والے کی عظمت کو سمجھو گناہ کی ہلکی جھلک سے بھی بچو اور چنگاری کو ہرگز چھوٹا مت سمجھو اس لئے کہ چنگاری پورے شہر کو جلا کر خاکستر بھی کر دیتی ہے' یہ مشت نمونہ از خروارے کے طور پر چند اشارات ہیں' ایک نمونہ پیش کیا ہے جس کے ذریعے گناہوں کو ہلکا اور کم سمجھنے کے ضرر اور نقصانات سے بچنا آسان ہوگا' علم و مراقبہ سے کام لو' یعنی گناہ کے انجام کو روزانہ سوچا کرو' اور بصیرت کی نگاہ سے دیکھو اور اللہ سے معافی مانگو۔ اس عمل سے گناہ چھوٹ جائیں گے ﴿لاحول ولا قوۃ الا باللہ﴾۔

کس طرح اور کب کیا مانگا جائے؟:

میں نے اپنے نفس کو عجیب پایا' اللہ تعالیٰ سے اپنی ضروریات تو مانگتا ہے مگر اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کو بھول جاتا ہے' میں نے اس سے کہا اے بدترین نفس! تجھے بولنے کا کیا حق ہے' اگر مانگنا ہی ہے' تو صرف اپنے گناہوں کی معافی کی درخواست اور ان کی بخشش کی التجا کر اور بس!۔

کہنے لگا: تو پھر میں اپنی ضروریات کس سے مانگوں؟

میں نے کہا: میں تم کو اپنے مقاصد اور مرادات مانگنے سے نہیں روکتا' البتہ میں یہ کہتا ہوں کہ پہلے سچی توبہ کرو' گناہ معاف کراؤ' پھر مانگو۔

اے اللہ! مجھے گناہوں کو بھول کر دنیاوی اغراض مانگنے سے پناہ دیجئے' اگر تو بہ و استغفار کر کے گناہوں کو مٹاؤ گے تو تمام مرادیں خود بخود مل جائیں گے' تمام ضروریات پوری ہوں

گی' جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے (من شغله ذكرى عن مسئلتي المطيته ما اعطيت السائلين (۱)) ''جس کو میری یاد مجھ سے مانگنے سے مشغول کردے تو میں مانگنے والوں کو عطاء کرتا ہوں اسکو بھی عطا کروں گا''۔

حضرت بشر حافیؒ کے متعلق آیا ہے' کہ وہ اپنے ہاتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے پھیلاتے پھر واپس کرتے اور کہتے' مجھ جیسے (گناہ گار) کو حق نہیں ہے کہ اللہ سے کچھ مانگے۔ قوت معرفت کی وجہ سے ان کی یہ صفت تھی گویا وہ اللہ کو دیکھ رہے ہیں اور مانگتے وقت اپنی لغزشات کی وجہ سے شرمندہ ہیں' جہاں تک اہل غفلت کا تعلق ہے تو ان کا اللہ تعالیٰ سے مانگنا بھلا کے ساتھ ہے نہ کہ قرب کے ساتھ' اس بات کو سمجھ لو' گناہوں سے توبہ کرلو' پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ گناہوں کے باوجود اللہ سے دنیا کے امور مانگتے ہو' دل اور دین کی درستگی کے طلب گار نہیں ہو اور اپنے معاملات کو عقلمندی سے درست کرو' اور غافل نہ ہو' اس لئے کہ غفلت انسان کو ہلاکت کے کنارے تک پہنچاتی ہے' تیرے گناہوں کا غم اور حزن تجھے دوسرے مشاغل سے غافل کردے' حضرت حسن البصریؒ شدید حالت خوف میں ہوتے' اور ہر وقت خوف خدا ان پر طاری رہتا تھا۔

راہِ حق میں جدوجہد کا مزا:

اے ذی قدر شخص! تقوی کو لازم پکڑ' عزت وتقوی کو ذلتِ اور معاصی کے بدلے مت فروخت کر' خواہشات کی گرمی کی پیاس کو برداشت کر' جب برداشت انتہاء کو پہنچے تو مضبوط ہوگا' تو جو بھی کہے گا افراد اس مقام کو پہنچے کہ لو اقسم على الله لابره جب قسم کھاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کو پورا کریگا' اللہ کی قسم! حضرت عمرؓ خواہشات پر صبر نہ کرتے تو ہرگز زمین پر درہ مارنے کے لئے ہاتھ آگے نہ بڑھتا۔ اگر انس بن النظر کے دادا خواہشات نفس کو ترک نہ کرتے تو یوں یقین اور عزم کے ساتھ ہرگز قسم کھانے کی پوزیشن میں نہ ہوتے کہ (والله لا تكسر لوبيع) اللہ کی قسم (ربیع) کا دانت نہیں توڑا جائے گا اور یوں نہ کہتے

(۱) بخاری ۱۷۵' التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۱۱۵' بیهقی فی الشعب: ج ۱ ص ۳۳۷' ترمذی ج ۲ ص ۱۲۵۔

کہ اللہ تعالیٰ غزوہ میں شریک ہونے کی توفیق دے تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کس طرح اس کے دین کی سربلندی کے لئے لڑوں گا' چنانچہ غزوہ احد میں جہاد میں شریک ہونے کا موقع مل گیا بے جگری کے ساتھ لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہوگئے' زخم اتنے زیادہ تھے کہ پہچانے نہ گئے' صرف پورے پر نشانات سے پہچان لئے گئے، یہ سب ہمتیں نفس کی کشمکش کا مقابلہ کرنے سے ملتی ہیں۔ اللہ کے لئے گناہوں سے نفس کو روکنے کی لذت اور مزے کا ذائقہ چکھ' اس لئے کہ تقوی ایک عظیم الشان ثمر اور درخت ہے کہ اس کا پھل دنیا کی عزت اور آخرت کا شرف و مرتبہ ہے۔

اگر کہیں خواہشات نفس کی پیاس شدت اختیار کرے تو امید کے ہاتھوں کو اس ذات کے سامنے پھیلا دو جس کے قبضۂ قدرت میں مکمل سیرابی کرنا ہے اور اللہ سے دعا کرو کہ پیاس کی اس تنگی کو خوشحالی اور سیرابی و سرسبزی سے بدل دیں اور نیکی کرتے ہوئے بھی نفس سے غافل نہ رہو، اور ان لوگوں سے عبرت حاصل کرو، جو اپنی زندگی کا اکثر حصہ عبادت و طاعت میں گذارنے کے باوجود آخر میں نفس کے ہاتھوں برباد ہوگئے اور عروج کے وقت بلندیوں تک پہنچنے کی بجائے خواہش کی پیروی کر کے نفس کے ہاتھوں لٹ گئے اور گر گئے جنت کے حصول کا ذریعہ بھی دنیا میں اپنے محبوبات کو ترک کرنا ہے، یہ بات خوب سمجھ لو کہ کامل مرد کون ہے؟ اللہ کی قسم: کامل مرد وہ ہے کہ جو تنہائی میں ناجائز خواہشات کو پورا کرنے پر قادر ہوتے ہوئے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اس سے باز آجائے۔

اے انسان! تو ان چیزوں کو اللہ کے لئے ترک کرتا ہے جنہیں تیری طبیعت کرنے کے لئے تیار نہیں یا تو ان پر قادر نہیں۔

تیری عادت تو یہ ہے کہ صدقے میں ایسا ٹکڑا دیتا ہے جو تیرے کام کا نہیں ہے۔ یا ان لوگوں کو عطا کرتے ہو جو تیری تعریف میں رطب اللسان ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! تو اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی محبت و دوستی کے مستحق نہیں ہوسکتے، جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کو خالص نہیں کرو گے، اپنی خواہشات اور پسندیدہ افعال کو ترک اور نفس کے مکروہات اور ناپسندیدہ پر صبر نہیں کرو گے۔

نفس کو بہلا کر کام لینا

نفس کے ساتھ مقابلہ اور مجاہدہ بڑا عجیب ہے، اس لئے کہ یہ بہتر حکمت عملی اور اچھی تدبیر کے بغیر ممکن نہیں' میں نے دیکھا کہ بہت سارے لوگوں نے نفس کو اس کی خواہشات اور پسندیدہ اشیاء وافعال میں کھلا چھوڑ دیا، تو اس نفس نے ان کو ناپسندیدہ کاموں میں ڈالدیا، اور کچھ لوگوں نے نفس کی سخت اور بے جا مخالفت کی حتی کہ اس کے حقوق تک سے اس کو محروم کردیا اور اس کے ساتھ ظلم کا معاملہ کیا اس کا برا اثر پڑ گیا جس سے عبادات بری طرح متاثر ہوئیں۔ بعض لوگوں نے نفس کو ہمیشہ خلوت میں رکھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نفس خلوت کا عادی بن گیا اور لوگوں سے وحشت ہونے لگی' معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ فرائض تک چھوٹ گئے' والدین کی فرمان برداری اور کسی مریض کی عیادت سے بھی عاجز ہوگئے۔

عقلمند انسان وہ ہے جو نفس کے ساتھ عدل کا معاملہ کرے نفس کو محنت پر بھی عادت ڈالوادے اور اصول کے مطابق اس کے حقوق بھی اس کو دے دے اور اس طرح عادت ہوجائے، کہ مباح پر چھوٹ ملنے پر اس سے آگے تجاوز نہ کرے۔ حدود کے اندر رہے، اس کیساتھ بادشاہ کا سا معاملہ کرے چنانچہ بادشاہ اپنے کسی فوجی سے مزاح کرے تو غلام اس کے سامنے نہ کھل سکے گا۔ اگر کھلنے کا ارادہ کرے گا تو اس کی ہیبت اس کو روکے گی۔ اس طرح ایک ہوشیار شخص نفس کے حقوق اس کو ادا کرنے اور اپنے حقوق وصول کرے۔

وقت کا ضیاع

اکثر لوگوں کو میں نے دیکھا کہ وقت کو بے دردی سے ضائع کرتے ہیں، اگر رات لمبی ہوجائے تو بے فائدہ باتوں یا ناولوں اور کہانیوں کی کتاب پڑھنے میں صرف کرتے ہیں اور اگر راتیں چھوٹیں اور دن طویل ہوجائے تو رات کو نینداور دن کو تفریحی مقامات یا بازاروں میں وقت گزارتے ہیں۔

ان کو میں ان لوگوں سے تشبیہ دیتا ہوں جو کسی کشتی میں سوار ہوکر محو گفتگو ہیں اور کشتی ان کو لیکر رواں دواں ہے مگر انہیں یہ نہیں معلوم کہ کشتی انہیں لیکر کہاں جارہی ہے اور ان کا انجام کیا ہوگا؟۔

بہت کم لوگوں کو دیکھا جو وقت کی قدر جانتے ہیں اپنے لئے زاد راہ کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں ، اور دنیا سے کوچ کرنے کا سامان مہیا کر رہے ہیں ، اس معاملے میں لوگ متفاوت ہیں انکا یہ تفاوت وطن اقامت (دنیا) میں خرچ کرنے کے متعلق علم کی کثرت و قلت کے اعتبار سے ہے ۔ ان میں سے بیدار لوگ یہاں اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کرنے کے متعلق پوری معلومات رکھتے ہیں اور خوب خرچ کرتے اور تجارت میں لگاتے ہیں جس سے ان کی منفعت میں اضافہ در اضافہ ہوتا ہے ، اور غافل لوگ کوئی تیاری نہیں کرتے اور بسا اوقات قلیل سا زاد راہ بھی ساتھ نہیں رکھتے اور کچھ لوگ راستے میں ہی ڈاکوؤں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں اور لٹ جاتے ہیں ۔

اللہ اللہ! عمر کی قدر کرنی چاہئے ، علم کو روشنی ، حکمت کو دلیل بنا کر وقت کو قیمتی سے قیمتی بنا کر طویل سفر کے لئے زاد سفر تیار کرو ۔

علم پر عمل کرنے والے علماء

میں نے مختلف علماء کرام کی زیارت کی ہے جو بقدر علم مختلف الاحوال تھے ، مجھے سب سے زیادہ فائدہ ان علماء کرام کی صحبت سے ہوا جو اپنے علم کے تقاضے پر عمل کرتے تھے ، اگرچہ بعض علماء علم کے اعتبار سے بڑھ کر تھے ، میری ملاقات علماء کی ایسی جماعت سے بھی ہوئی ہے جو احادیث مبارکہ کے حافظ تھے اور ان کی معرفت بھی رکھتے تھے لیکن اپنی مجالس میں جرح وتنقید کے نام سے غیبت کے مرتکب تھے ، اور قراءت حدیث پر اجرت لیتے تھے اور جواب دینے میں اس لئے جلد بازی سے کام لیتے تھے تاکہ ان کی عزت میں فرق نہ آئے اور میں نے عبد الوھاب الاعاطیؒ کی صحبت بھی اٹھائی جو حضرات اسلاف کے عین مطابق زندگی گذارتے تھے ان کی مجلس میں غیبت کا تصور بھی نہیں تھا ، اور نہ ہی سماع حدیث پر اجرت وصول کرتے تھے اگر میں احادیث رقاق پڑھ کر ان کو سناتا تو روتے رہتے اور مسلسل روتے اس وقت میری عمر کم تھی ان کے رونے کا میرے دل پر اثر ہوا اور دل میں ادب کی بنیاد ڈال گیا ان کی زندگی ان مشائخ کی زندگیوں کی طرح تھی جن کے اوصاف میں نے کتابوں میں تھے اسی طرح میں نے ابو منصور الجوالقی کی صحبت بھی اٹھائی ہے ۔ وہ

انتہائی خاموش مزاج بزرگ تھے' انتہائی غور فکر اور سوچ بچار کے بعد کلام فرماتے' نہایت متقی اور پرہیزگار تھے' بسا اوقات ایسا کوئی آسان مسئلہ ان سے پوچھا جاتا (جس کا ان کے شاگرد بھی باآسانی جواب دے سکتے تھے) وہ جواب دینے میں جلد بازی نہیں کرتے تھے اور یقین کر کے پھر جواب دے دیتے تھے اکثر روزہ رکھتے اور ہمیشہ خاموش رہتے ان دو بزرگوں کے دیدار سے مجھے جتنا نفع ہوا اتنا کسی اور سے نہیں ہوا۔ اس سے میں نے یہ سمجھا کہ زبانی کلامی دلیل کے مقابلے میں عملی دلیل زیادہ رہنما اور فائدہ مند اور نفع بخش ہے' اور میری ملاقات ایسے مشائخ سے بھی ہوئی ہے' جن کی خلوتیں انبساط و مزاح سے مزین تھیں' علم پر زیادہ عمل پیرا نہیں تھے' ان کی زندگی میں بھی ان سے فائدہ کم پہنچا' اور مرنے کے بعد تو بالکل بھلا دیئے گئے' اور ان کی تصنیفات کی طرف لوگوں کا طبعی رجحان نہیں ہوا۔

اللہ اکبر! علم پر عمل کرنا ہی اصل چیز ہے' اور وہ شخص یقیناً مکمل مسکین و مفلس ہے جو اپنی عمر عزیز کو ایسے علم کے حصول پر لگا دے جس پر اس کا عمل کرنا اسے دنیا کی لذتیں اور آخرت کی نیکیاں سب فوت کر دے' قوت حجت کے باوجود حالت افلاس میں پیش ہوا۔

جان کنی کی حالت:

موت کے وقت کا انتباہ و بیداری کا منظر بھی بڑا عجیب ہے' اس وقت ایسی بیداری ہوگی جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا' اور ایسی پریشانی کا عالم ہوگا جس کی کوئی حد نہ ہوگی' اور وقت رفتہ پر سخت افسوس ہوگا' اور تمنا کریگا کہ اب اگر وقت مل جائے تو مافات کی تلافی کریگا اور یقین کے ساتھ توبہ کریگا' اور سخت حالت کی کیفیت یہاں تک لے جائیگی کہ موت سے قبل ہی خود کو مار دینے کو دل چاہیگا۔

اس حالت کا ایک ذرہ بھی عافیت کے زمانے میں حاصل ہو جائے تو مکمل تقوی و پرہیزگاری نصیب ہوگی' عقل مند اور ہوشمند انسان وہ ہے جو اس حالت کو سامنے رکھ کر زندگی گذارے۔ اگر اس حالت کی حقیقی صورت سامنے نہ ہو تو کم از کم اس کا خیال ضرور کرے' اور اس طرح ہر عمل کو کرنے سے پہلے اس منظر کو خیال میں لانے کا معمول بنالیا

جائے تو خواہشات نفس اور معاصی سے بچنا از حد آسان ہو جائیگا' اور نیک عمل کرنا اس سے بھی آسان تر ہوگا' اگر موت کے وقت کا منظر ہر وقت آنکھوں کے سامنے ہو تو وہ گناہوں سے محفوظ ہو جائیگا۔ جیسا کہ حبیب العجمیؒ کے بارے میں روایت ہے' جب صبح ہوتی تو اپنے بیوی سے کہتے: آج اگر میرا انتقال ہو جائے تو فلاں شخص مجھے غسل دے اور فلاں فلاں لوگ اٹھا کر لے جائیں۔ ایک مرتبہ حضرت معروف کرخیؒ نے ایک شخص سے فرمایا: آج ظہر کی نماز آپ پڑھا دیں' تو اس نے کہا ظہر کی نماز اگر پڑھا دی تو عصر کی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ تو حضرت معروف کرخیؒ نے فرمایا: اس کا مطلب ہے تم عصر تک زندہ رہنے کی امید کرتے ہو' ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں لمبی امیدوں سے۔

نفس کا احتساب:

اشیاءِ دنیا کے حصول نے مجھے بعض رخصتوں پر عمل کرنے کو آسان کر دیا' جب مجھے ان میں کچھ حاصل نہ ہوا تو دل میں تکدر پیدا ہوا' اور دنیا کے حصول کے راستے میرے سامنے واضح ہوئے' دل میں ظلمت کا احساس ہوا' تو میں نے اپنے نفس سے کہا: اے نفسِ بد! گناہ سے دل مکدر ہوتا ہے' دنیا کی ان تمام اشیاء کے حصول میں کوئی خیر نہیں جن کی وجہ سے دل پر ظلمت چھا جاتی ہو' اور دل مکدر ہوتے ہوں' دین میں خلل کے ساتھ باغ بھی مل جائے تو کوئی لذت نہیں' دل کی درستگی اور کدورتوں سے پاکی کے ساتھ جانوروں کے باڑے میں سو جائے تو بادشاہوں کی پرتعیش زندگی سے کئی گنا بہتر ہے۔ میری نفس کے ساتھ مسلسل کشمکش جاری ہے' کبھی میں اس پر غالب آتا ہوں تو کبھی وہ مجھ پر غالب آتا ہے' اور اپنی ضروریات کا مطالبہ کرتا ہے اور مجھے کہتا ہے' میری ضروریات پوری کرو' میں مباحات سے متجاوز نہیں ہوں گا' میں نے اس سے کہا: کیا یہ عمل تقوی کے خلاف نہیں ہے؟ کہنے لگا: ہاں تقوی کے خلاف تو ہے میں نے کہا: کیا اس سے دل مین سختی پیدا نہیں ہوتی؟ کہنے لگا یہ تو ہے۔ تو میں نے اس سے کہا: جس کا یہ نتیجہ ہو' اس کو کرنے کا کیا فائدہ' اس میں کیا بھلائی ہے؟ ایک دن میں نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا: تیرا ناس ہو' ذرا میری بات تو سن' اگر تو نے دنیا میں مشتبہ مال و دولت جمع بھی کر لیا تو کیا تجھے یقین ہے کہ ان سب کو خرچ بھی

کر سکے گا؟ کہنے لگا' نہیں' یقین تو نہیں ہے' میں نے کہا: تو محنت تیری اور مال دوسرے کھائیں' تیرے حصے میں ایسا بوجھ کہ جس سے بچنا یقینی نہیں ہے تو ایسا مال جمع کرنے کا کیا فائدہ؟۔

تو اس عمل کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے چھوڑ دے جو راہِ تقویٰ میں خلل انداز ہو رہا ہے' اے نفس! تو محرمات کے سوا مباحات کو ترک کرنے کے لئے تیار نہیں ہے کیا تو نے یہ نہیں سنا کہ جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کسی شے کو چھوڑ دیتا ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر شے سے نوازتا ہے؟۔

کیا تو ان لوگوں کی زندگیوں سے عبرت حاصل نہیں کرتا کہ جنہوں نے مال تو جمع کیا مگر اس پر قابض دوسرے لوگ ہو گئے' امید تو انہوں نے بہت کی مگر اپنی امید کو پورے ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکے' کتنے علماء ایسے ہیں جن کے پاس کتابوں کے انبار ہیں مگر ان سے فائدہ اور نفع حاصل نہیں ان پر عمل نہیں کرتے۔ مگر کتنے لوگ ایسے ہیں کہ ان کے پاس دس سے زیادہ کتابیں نہیں مگر علوم نافعہ سے بھر پور بہرہ ور ہیں۔ کتنے خوشی کی زندگی گذارنے والے ایسے ہیں جن کے پاس دو روپے بھی نہیں ہیں اور کتنے سونے چاندی اور مال و دولت کے ڈھیروں میں ہیں مگر زندگی ان کی تلخ تر ہے۔

ان لوگوں کی زندگیوں سے کیوں عبرت حاصل نہیں کرتا' کہ ایک طرف مال کماتے ہیں دوسری طرف خرچ کے مصارف بڑھ جاتے ہیں' کبھی خود بیماری کا شکار اور کبھی گھر والے مختلف بیماریوں کے لپیٹ میں آجاتے ہیں' جن کے علاج کے لئے سال کی تمام کمائی صرف ہو جاتی ہے' تو میرا نفس میرا ملامت سے زچ ہو کر کہنے لگا' تو ہی بتا کہ میں کیا کروں؟ میں نے کہا: تو ہر وقت اس ذات کا خیال دل میں جمائے رکھ جو ہر وقت تجھے دیکھتی ہے' اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت پر غور کر' اور سوچ کہ وہ تیرے باطن کو بھی دیکھتا ہے اور ظاہر کو بھی' لہٰذا قول و عمل میں احتیاط پر عمل کر' رخصتوں سے بھی خود کو بچا اور تقویٰ کی عظیم دولت کو ہوائے نفس کے متاعِ قلیل کے بدلے فروخت کرنے سے ہر وقت بچنے کی بھر پور کوشش کر' اگر طبیعت اس پر مائل نہ ہو تو اس سے کہہ دے' کوئی بات نہیں' تھوڑا صبر

کرو اللہ تعالیٰ کوئی راہ نکالے گا۔

نافرمانی کی سزا:

حکومتی منصب پر براجمان حکمرانوں کے متعلق شراب خوری، فسق و فجور، ظلم کرنے اور قابل حد جرم کے مرتکب ہونے کے متعلق بار بار سنتا رہا، اور سوچتا رہا کہ ان پر کب حد قائم ہوگی اور حد کون قائم کریگا، حکمران تو یہ خود ہیں؟۔ چنانچہ سلسلہ چلتا رہا وقت رفتہ رفتہ گذرتا رہا، میں عدم اقامت حد کی بابت سوچوں میں گم تھا، اتنے میں میں نے دیکھا کہ وہ قدرتی آفات کے لپیٹ میں آکر لوگوں کے لئے نشانِ عبرت بن گئے، عجیب حالت سے دوچار ہوگئے، ان کے ظلم کا انتقام مال چھین جانے سے ہوا اور حد سے کئی گنا زیادہ سزا پائی، چنانچہ طویل زمانہ پس دیوار زنداں ایسی بیڑیوں میں جکڑے رہے، اور ایسی ذلت دامن گیر ہوئی کہ حد لگنے سے بھی کئی گنا زیادہ تھی، تمام مظالم کے بعد بعض ان میں سے قتل ہوئے تو اسی سے میں نے سمجھا کہ گناہ پر فوراً سزا نہ ہونا ڈھیل ہے، ہر گناہ کی سزا آخرت میں تو ہے، دنیا میں ملنا بھی ضروری ہے۔

مصائب میں ابتلاء کے وقت کا طریقہ:

مصائب کے ختم ہونے کا وقت مقرر ہے، جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، تو تکالیف میں مبتلا شخص کے لئے ابتلاء ختم ہونے تک صبر سے کام لینا ضروری ہے، وقت سے پہلے پریشانی کا کوئی فائدہ نہیں ہے، انسان پر صبر کرنا واجب ہے، اگرچہ تکالیف و مصائب میں مبتلا ہونے کی صورت میں دعا کی اجازت ہے، مگر دعا بھی صبر کے ساتھ فائدہ مند اور ثمر آور ہوگی، اور داعی کے لئے جلد بازی کرنا مناسب نہیں ہے، بلکہ صبر، تسلیم و رضا کے ساتھ عبادت و طاعت الٰہی میں لگ جائے، ان تمام فساد کے اسباب کو ترک کردے جس کے سبب سے یہ افتاد آپڑی ہیں، تکالیف سے جلدی چھٹکارے کی درخواست کرنا مقام عبودیت کے منافی ہے، اعلیٰ مقامِ عبودیت اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر رضامندی اور صبر ہے، اسی کو لازم پکڑنا چاہئے کثرتِ دعا کے ذریعے الحاح وزاری کرنا بہت بہتر ہے، دعا سے اعراض کرنا حرام ہے، اور جلد بازی سے کام لینا تدبیر کے خلاف ہے اس فلسفے کو خوب سمجھ لیں، اس سے تمام تکالیف

کو برداشت کرنا آسان ہوگا۔

جلوت پر خلوت کا اثر:

خلوت کے اثرات جلوت پر ظاہر ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے کتنے مؤمن بندے ایسے ہیں: جو خلوت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف' ثواب کی امید یا عظمت الٰہی کی تعظیم میں اپنی مرضیات کو قربان کر دیتے ہیں۔ مگر اس عمل کا اثر جلوت پر ہوتا ہے ان کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص عود ہندی کی دھونی دے اور خوشبو پھیل جائے تو لوگ اس کو سونگھ لیتے ہیں اور ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ خوشبو کہاں سے پھوٹ رہی ہے۔ ترک خواہشات پر مجاہدے کی بقدر محنت بڑھ جاتی ہے' اور اس خوشبو میں بقدرِ مجاہدہ ہی کمی بیشی ہوتی ہے' لذات و خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے لئے قربان کرنے والوں کی تعریف میں لوگوں کی زبانیں تر اور ان کی تعظیم میں آنکھیں جھک جاتی ہیں' جاننے والے اور نہ ماننے والے سبھی ان کو اچھے لفظوں میں یاد کرتے ہیں حتیٰ کہ لوگوں کی زبانوں پر یہ ذکر مرنے کے بعد بھی بقدر مجاہدہ باقی رہتا ہے' چنانچہ بعض کا تذکرہ کافی مدت باقی رہنے کے بعد بھلا دیا جاتا ہے' بعض کا تذکرہ سو سال تک رہتا ہے' پھر لوگ اس کو بھول جاتے ہیں' اور بعض ایسے عمل کر کے دنیا سے رخصت ہوتے ہیں کہ ہمیشہ ان کی یاد اور ان کا ذکر باقی رہتا ہے' ہر وقت ہر زمانے میں لوگ ان کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ ان کے بالمقابل لوگوں سے ڈرنے اور خلوت میں حقوق اللہ کا احترام نہ کرنے والے لوگوں کی مثال بدبو پھیلانے والے کی طرح ہے اور یہ بدبو بقدر گناہ ہوگی کم ہو تو کم زیادہ ہو تو زیادہ' اگر گناہ کم ہوں تو لوگوں کی زبانوں پر برائی بھی کم ہوگی اور بسا اوقات انسان بہت کچھ کرنے کے باوجود بوجہ ارتکاب گناہ گمنام رہتا ہے' نہ اس کی تعریف ہوتی ہے نہ تنقید۔

میرے بھائیو! گناہوں پر غور کرو' کہ انسان کے گناہوں کے کتنے برے اثرات ہوتے ہیں۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: انسان جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے' تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کے اندر اس کے لئے نفرت و بغض پیدا کرتا ہے' لیکن اس کو خبر نہیں ہوتی' جو کچھ میں نے لکھا' اس کو خوب دیکھو' اور سمجھنے کی بھرپور کوشش کرو'

اپنی خلوتوں سے غافل نہ ہو، سراً وجہراً ہر حالت کو درست کرو اس لئے کہ اعمال پر ثواب و عذاب کا مدار نیات پر ہے، اخلاص نیت پر ہی اجر ملتا ہے۔

گناہ اور توبہ:

جو شخص ہمیشہ عافیت اور سلامتی کا خواہاں ہو اس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے خود کو ہر وقت بچاتا رہے، اس لئے کہ جو اپنے نفس کو تقوی کے منافی امور میں کھلا چھوڑتا ہے جلد یا بدیر اس کی سزا ضرور پاتا ہے، بسا اوقات اس دھوکے میں ہوتا ہے کہ گناہ پر بروقت سزا نہیں ملی، اللہ تعالیٰ کے احسانات برابر جاری ہیں تو سمجھتا ہے کہ میرے گناہوں سے درگذر کر دیا گیا، اور ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ کے فرمان الٰہی کو بھول جاتا ہے، اور کبھی نفس یہ کہتا ہے کہ کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ معاف کریگا، اور گناہ کروا دیتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف کرتا ہے، لیکن جسے چاہتا ہے اسے معاف کرتا ہے۔ مغفرت کا مطلب بیان کروں گا اس کو سمجھو، کہ مغفرت و توبہ کسے کہتے ہیں، جس شخص سے غیر ارادی طور پر غلطی ہو اور دوبارہ کرنے کا بھی ارادہ نہ ہو، اور غلطی و گناہ سرزد ہونے کے بعد غلطی کا احساس ہو اور اس پر نادم ہو کر دربار الٰہی میں اسے معاف کرنے کی التجاء کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیتے ہیں، اور اس کی ندامت و پشیمانی اس گناہ کی گندگی کو دھو دیتی ہے، مثلاً کوئی خوبصورت چیز سامنے آجائے اور طبیعت اس پر غالب آجائے اور اس کو دیکھے اور لذت حاصل کرے تو گویا یہ مال کے نشہ کی طرح ہے، پھر اس کو اس کا احساس ہو، اور اس پر شرمندگی ہو تو یہ اس غلطی و گناہ کے آثار کو دھو ڈالیگی۔

یہ معنی ہے اس فرمانِ الٰہی کا: ﴿اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾۔

اور گناہ کو بار بار کرنے والا اور اس پر اصرار کرنے والا تو جان بوجھ کر کرنے والا ہے، کھلم کھلا حکم الٰہی کی خلاف ورزی کرنے والا ہے، تو معافی بھی بقدر اصرار ہوگی، اور گناہ پر سزا ہوگی، جیسا کہ ابن الجلاء کا قول ہے: وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے شیخ نے مجھے ایک عیسائی لڑکے سے محو گفتگو دیکھ کر کہا: یہ کیا ہو رہا ہے اس کی سزا کو تم ضرور دیکھو گے اگرچہ دیر

سے ہو چنانچہ چالیس سال کے بعد میں قرآن بھول گیا۔
یقین کر لیجئے کہ گناہ کرنے کے بعد بدن کی سلامتی سے دھوکہ کھانا سب سے بڑی غلطی ہے اس لئے کہ سزا فوراً نہیں ہوتی بلکہ سزا اپنے وقت میں آتی ہے سب سے بڑی سزا تو یہ ہے کہ گناہ کا احساس ہی نہ رہے کیونکہ دلوں کا مرجھا جانا اور نفس کا بری خصلت کا عادی ہونا سب سے بڑی عقوبت وسزا ہے اگر چہ بدن صحیح سلامت رہے اور مقاصد بھی پورے ہوتے رہیں۔
بعض اہل عبرت کا کہنا ہے کہ میں نے جائز امور میں اپنی نظر کو کھلا چھوڑ دیا پھر اس کی سزا کا منتظر رہا چنانچہ مجھے بلاوجہ و بلا ارادہ طویل سفر پر جانا پڑا جس میں زبردست مشقت سے دو چار ہوا۔ پھر اس کے بعد میرے وہ قریبی لوگ مجھ سے رخصت ہو گئے جن کا وجود میرے لئے باعث عزت و افتخار تھا اور میری ایسی ایسی اشیاء ضائع ہوئیں جو میرے لئے بہت فائدہ مند تھیں پھر میں نے توبہ کر کے اس کی تلافی کی تو میری حالت درست ہوگئی۔
پھر خواہشات نفس نے سر اٹھایا اور ایک مرتبہ آنکھوں کو غلط استعمال کرنے پر مجبور کیا جس سے میرے دل کی حیات اور اس کا نور اور اس کی رقت ونرمی سب ختم ہوگئی اور پہلے سے زیادہ نقصان ہوا۔ پھر توبہ کی طرف رجوع کیا اور اصلاح احوال کی درستگی کی کوشش کی اور اس کے اسباب پر غور کیا اور ان کو دور کیا تو حالات پھر سے صحیح ہو گئے میں ان لوگوں کو آواز دے رہا ہوں جو خواہشات نفس کے سمندر کے ساحل پر ہیں کہ میرے بھائیو! اس سمندر کی لہروں سے خود کو بچانے کی بھر پور کوشش کرو اس کے سکون سے دھوکہ مت کھاؤ اس کے اندر ہرگز مت گھسو ساحل ہی میں رہو تقوی کے قلعے سے ہرگز باہر نہ نکلو سزا ایک مرتبہ ہوتی ہے یہ بھی ذہن نشین رکھو کہ تقوی اختیار کرنے میں اغراض ومرضیاتِ نفس کا مقابلہ کرنے میں تکلیف ہوتی ہے مگر ضرب المثل ہے ''**الحمية تعضب الصحة**'' بخار کے بعد تندرستی میں اضافہ ہوتا ہے۔ تکلیف کے بعد آسانی ضرور ہوگی۔
اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کتوں کے ساتھ گندگی کے ڈھیر میں سونا خواہشات نفس کے خوشنما محلوں میں سونے سے کئی گنا بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے دنیا کی

تمام اغراض ومقاصد حاصل کر بھی لو تو کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ ایسی سلامتی سلامتی نہیں بلکہ ہلاکت ہے اور عافیت عافیت نہیں بلکہ مرض ہے اصل اعتبار انجام کا ہے عقلمند انسان تو انجام کو دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ آزمائش وابتلاء کی سخت گرمی کو برداشت کرو یہ بے ثبات ہے جلد ختم ہونے والی ہے۔

اصل توفیق تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ ﴿ولا حول ولا قوة الّا باللّٰه﴾

مرضیات نفس کے آگے شکست کھانا:

اگر کسی کا نفس اس کے ساتھ حرام لذت کے حصول کے لئے منازعت کرے اور اس کے انجام اور سزا میں غور کرنے اور سوچنے کی طرف متوجہ نہ ہونے دے تو اس کی عقل اس کو آواز دیتی ہے تیرا ناس ہو تو نفس کے کہنے پر عمل کرتا ہے؟ ایسا مت کرو۔ اس سے تم ترقی کی راہیں طے کرنے سے رہ جاؤ گے۔ تمہارا عروج الی اللہ بند ہو جائے گا نہ صرف بند ہوگا بلکہ تنزل ہوگا اور تجھ سے کہا جائے گا اپنی پسند پر برقرار رہ اگر نفس کا کہنا مان کر عقل کی آواز پر لبیک نہیں کہے گا تو برابر نزول ہی ہوتا رہے گا۔ اس کی مثال اس کتے کی سی ہوگی کہ اس نے ایک مرتبہ شیر سے کہا: اے جنگل کے بادشاہ! میرا نام تبدیل کیجئے یہ نام برا ہے شیر نے کہا: تو خیانت کار ہے یہی نام تیرے لئے مناسب ہے۔ کتے نے کہا میں خائن نہیں ہوں ذرا آزما کر تو دیکھیئے تو شیر نے گوشت کا ایک ٹکڑا اس کو پکڑا کر کہا: کل تک اس کی حفاظت کرنا تو میں تمہارا نام تبدیل کر دوں گا۔ کتے کو بھوک لگی وہ بار بار گوشت کی طرف دیکھتا رہا اور صبر کرتا رہا صبر کا پیمانہ لبریز ہوا آخر اس سے رہا نہ گیا اور کہنے لگا: آخر میرے نام میں کیا خرابی ہے میرا نام تو تمام ناموں سے اچھا ہے یہ کہا اور گوشت کھا گیا بالکل اسی طرح کم ہمت لوگوں کا طریقہ ہے جو کم سے کم مرتبہ پر قانع ہوتے ہیں: اور جلدی ملنے والی خواہش کو بعد میں ملنے والی عظیم الشان فضل ونعمت پر ترجیح دیتے ہیں۔

اللہ اللہ! خواہش نفس کی آگ انسان کو برباد کر کے رکھ دیتی ہے بسا اوقات صرف ایک مرتبہ پھسلنا ہلاکت کے کنویں میں گرا سکتا ہے اور بعض نشانات زخم نہیں ملتے اور فوت شدہ متاع مکمل حاصل نہیں ہو سکتی لہذا فتنوں کے اسباب سے ہمیشہ دور رہو اس لئے کہ فتنوں

کے اسباب کے قریب جا کر اس سے بچنا مشکل ہے۔

شیطان کے ساتھ کشمکش:

میں نے دیکھا کہ تمام انسان حالتِ جنگ میں ہیں' شیطان ان کی خواہشات کے تیروں سے انکو نشانہ بناتے ہیں اور لذت کی تلواروں سے ان پر وار کرتے ہیں۔ اور ان سے ملنے والے پہلی ملاقات میں چت ہو جاتے ہیں اور ان سے خود کو بچانے والے سخت محنت و مجاہدے کی کیفیت میں ہوتے ہیں اور جنگ باقی اور طویل ہے۔

اور یہ ان تیروں اور تلواروں سے زخمی ہوتے ہیں' اور توبہ کے ذریعے علاج کر کے ٹھیک ہوتے ہیں اور مرنے سے بچ جاتے ہیں بہر حال زخم ٹھیک بھی ہو جائے اثر تو باقی رہتا ہے' اور چہرے پر زخم کا نشان بدنما تو لگتا ہی ہے' لہٰذا حتی المقدور کوشش یہ ہو کہ شیطان کا تیر ہی لگنے نہ پائے اور خود کو ہمیشہ بچانا چاہئے۔

ہمیشہ شیطانی چالوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے:

دنیا ایک جال ہے' غافل شخص پہلی نظر میں اس میں پھنس جاتا ہے' اور متقی و پرہیز گار شخص خود کو بچاتا ہے اور صبر کرتا ہے' اور اس کی رنگینیوں کے جال سے باہر رہتا ہے' کتنے لوگ ایسے بھی دیکھے ہیں' جو سالہا سال مجاہدہ کر کے بھی ذرہ سی غفلت کر کے اس جال میں پھنس گئے' اس لئے کسی وقت بھی اس سے غافل نہیں ہونا چاہئے اور ہر وقت اس سے ڈرنا چاہئے۔

میرے بھائیو! یقین کرو کہ گناہوں کے اثرات نہایت برے ہیں' ان سے حاصل ہونے والی فی الحال کی لذت سے ان کی کڑواہٹ ہزار گنا زیادہ ہے' ان لوگوں پر نہایت تأسف ہے' کہ تیر کھا کر بھی درد کا احساس نہیں کرتے' زخموں سے چور چور ہیں مگر انہیں کوئی خبر نہیں ہے کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ سخت عقوبات و سزاؤں کے لپیٹ میں ہونے کے باوجود انہیں کوئی شعور نہیں ہے' کہ وہ عذاب میں مبتلا ہیں۔

میری عمر کی قسم! عقوبت کو عقوبت نہ سمجھنا ہی عظیم عقوبت ہے۔ تعجب ہے کہ اپنے نفس کو مغالطے میں ڈال رکھا ہے' نفس کو اس کی خواہشات مہیا کر کے اس کو بھی خوش کرتا ہے اور

اطاعت سے اللہ کو بھی راضی کرتا ہے اور اسے نیکی کہتا ہے۔ ارے تیرا ناس ہو! اپنے بٹوے سے خرچ کر کے اپنی پونجی کو برباد کر رہے ہو اور اپنی عزت کے چہرے کو داغدار کر رہے ہو اور یہ خیال نہیں کرتے ہو کہ بسا اوقات ایک زخم بھی قتل کا سبب بن سکتا ہے ایک لغزش ہلاکت کے گھڑے میں اتار سکتی ہے ہوش میں آجاؤ خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ کس چیز کا انتظار کرتے ہو توبہ کرنے میں کیوں تاخیر سے کام لیتے ہو اور یہ سوچو کہ دنیا میں تمہاری تمام امیدیں اور تمام تمنائیں اگر پوری ہو بھی جائیں تو وہ جلد ختم ہونے والی ہیں اور ان کا آخری گھونٹ انتہائی سخت کڑوا ہے کیوں کہ یا تم اپنا آخری گھونٹ چھوڑو گے یا وہ تمہیں چھوڑے گا اس عقل کے لئے سخت افسوس کا مقام ہے جو انجام اور عواقب پر غور وفکر نہیں کرتی۔ کیا قبور کی طرف نہیں دیکھتے کہ یہ لوگ بھی ہمارے ساتھ تھے اب پیوند خاک ہو چکے ہیں کہاں ہیں وہ لوگ جنہوں نے بہت کچھ جمع کیا مگر دنیا میں نہ رہے اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی معاتبہ کے بعد آتی ہے کیا حال ہوگا اگر عتاب کے بعد عتاب بھی ہو چنانچہ محمد بن عبدالرحمٰن الصیرفیؒ کے متعلق مروی ہے وہ فرماتے ہیں میرے ایک پڑوسی نے یحییٰ بن اکثم کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے تو کہنے لگے میں دربار الٰہی میں پیش ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا "سوءة لك يا شيخ" میں نے عرض کیا۔ یا اللہ! آپ کے رسول نے فرمایا ہے کہ آپ اسی سالہ بوڑھے کو عذاب دینے سے حیا کرتے ہیں میں اسی سالہ بوڑھا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے رسول نے سچ فرمایا: میں نے تجھے معاف کر دیا۔

محمد بن اسلم الخواصؒ کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن اکثم کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا: اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کر کے فرمایا: کیا دنیاوی لذات میں مگن ہونے کے لئے یہ کافی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خواب غفلت سے بیدار فرمادے اور گناہوں کی برائیاں ہمارے سامنے ظاہر فرمادیں۔

موت کے لئے تیاری کرنا:

موت کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے' کیوں کہ وہ اچانک آتی ہے' اپنی جوانی اور صحت سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے' کیوں کہ بڑھاپے کی موت تک کم لوگ پہنچتے ہیں اکثر لوگ جوانی میں لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔اس پر کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

یعمر واحد فیغر قوما وینسی من یموت من الشباب

''طویل عمر ایک آدمی پاتا ہے مگر پوری قوم کو دھوکہ میں ڈالتا ہے اور جوانی میں مرنے والوں کو بھلا دیتا ہے' اور لمبی امید بہت بڑی مصیبت ہے اور بہت بڑا دھوکا اور سب سے بڑی آفت ہے' اس لئے کہ طولِ امل (لمبی امید) کی وجہ سے انسان لاپرواہی اور غفلت کا شکار ہو جاتا ہے' اور توبہ کی امید پر ارتکاب گناہ بھی طولِ امل کا ثمرہ ہے' اور توبہ میں تاخیر کا سبب بھی یہی طولِ امل ہے' اگر طولِ امل میں کمی نہیں کر سکتے ہو تو اس کو کم کرنے والے عمل کرتے رہو۔اور شام کے وقت دن میں کیئے گئے اعمال پر غور کرو' اگر کوئی گناہ کا کام سرزد ہوا ہے تو فوراً توبہ کر کے اس کو مٹا دو اور استغفار کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو' اور صبح ہوتے ہی رات کے تمام اعمال کو سامنے رکھو' اور گناہوں پر فوراً توبہ کرو۔توبہ میں تاخیر ہرگز نہ کرو' اس میں ٹال مٹول کرنا سب سے بڑا شیطانی حربہ اور ابلیسی ہتھیار ہے' جس کے ذریعے شیطان انسان کو ہلاک کرتا ہے' اپنی عمر کی کمی اور مشغولیات کی کثرت' موت کے وقت زندگی میں کی گئی کوتاہیوں پر سخت ندامت وافسوس کی کیفیت کو بھی سوچا کرو اور مرنے کے بعد سخت حسرت وندامت سے دوچار ہونے کی حالت کو بھی پیش نظر رکھو اور اس پر غور و فکر کرو۔اور یہ بھی سوچا کرو کہ اللہ تعالیٰ کاملین کو کن کن نعمتوں سے نوازیں گے' جبکہ تم ناقص العمل ہو' دنیا میں لوگ آخرت کے لئے کیا کیا محنت کرتے ہیں اور تم سستی اور کاہلی میں پڑے ہوئے ہو' اور اپنی کیفیت کو اس طرح بناؤ کہ کوئی دن بلکہ کوئی ساعت ولمحہ نفس کو نصیحت وموعظت سے خالی نہ ہو' اس لئے کہ نفس کی مثال سرکش گھوڑے کی سی ہے' اگر اس کی لگام ڈھیلی چھوری جائے تو ہلاکت میں ڈال دے گا' ہر وقت خود کو خواہشاتِ نفس اور جالِ ابلیس سے بچانے کی بھرپور کوشش کرو۔ذرہ سی غفلت باعث ہلاکت ہو سکتی ہے' کتنے

ہوشیار لوگوں کے ہاتھ خواہشات کے جال میں پھنس چکے ہیں' اور کتنے ہی بے ہوش لوگ ہلاکت کے گھڑے میں گر چکے ہیں ﴿ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم﴾

بہتر توبہ:

گناہوں سے حتی الامکان بچنا چاہیئے' اس لئے کہ گناہوں کا انجام بہت ہی برا اور ہولناک ہے' کتنے گناہ ایسے ہیں جو گناہگار کو مسلسل اس کے مرتبے سے گرانے کے ساتھ ساتھ مزید لغزش قدم کا ذریعہ بنتے ہیں' اور دنیا بھی ہاتھ سے نکل جاتی ہے جس سے سخت حسرت اور کوفت ہوتی ہے۔ خاص کر ان لوگوں کو دیکھ حسرت اور پریشانی کی انتہاء ہوتی ہے جن کو دنیاوی لذتیں میسر ہیں' اور اگر اس گناہ کی سزا اغراض دنیاوی کے ختم ہونے کی صورت میں بروقت ملے تو عذاب دوبالا ہو جاتا ہے' افسوس ہے اس شخص پر جسکو عذاب میں مبتلا ہو کر بھی عذاب کا احساس نہیں ہے اور وہ عذاب اور بھی سخت ہے جو بروقت نہ ہو حتی کہ اس کا سبب بھی ذہن سے نکل جائے اور توبہ کی توفیق نہ۔ ہو علامہ ابن سیرینؒ کے اس قول سے عبرت حاصل کرو جس میں وہ فرماتے ہیں ''میں نے ایک شخص کو فقرو محتاجی کا عار دلایا چالیس سال کے بعد میں خود فقر میں مبتلا ہو گیا۔ ابن خلالؒ کا یہ قول بھی عبرت کے لئے کافی ہے: وہ فرماتے ہیں: ''میں نے ایک خوبصورت جوان کی طرف دیکھا اس کی سزا یہ ملی کہ میں چالیس سال کے بعد قرآن بھول گیا'' ہائے افسوس! اس شخص پر جس کو عذاب میں مبتلا ہو کر بھی احساس عذاب نہیں' اور یہی عدم احساس عذاب سب سے بڑا اور اندوہناک عذاب ہے۔

اللہ اللہ: توبہ کتنی عظیم نعمت ہے جو گناہوں کے عذاب سے انسان کو بچاتی ہے' اور گناہ کتنا عظیم نقصان کا باعث ہے خصوصاً خلوتوں کے گناہ' اللہ تعالیٰ کی نافرمانی خود انسان کو اپنی نظروں سے گرا دیتی ہے' اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے خفیہ رابطے کو درست کر اللہ تعالیٰ تیرے ظاہری تعلق کو درست فرمائیں گے۔ اے گناہ کے مرتکب! گناہ کے ظاہر نہ ہونے اور کسی کے نہ دیکھنے سے دھوکہ نہ کھا' کسی وقت بھی تیرے خفیہ گناہ سے پردہ ہٹ سکتا ہے' اور اللہ تعالیٰ کے حلم کا سہارا مت لو' اچانک اللہ تعالیٰ کا عذاب تم کو اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے'

بلکہ گناہوں پر غم و پریشانی، لجاجت وتضرع اور گڑگڑانے کو ہمیشہ اپنا اوڑھنا بچھونا بناؤ اس معاملہ میں اگر کوئی نفع مند شے ہے تو وہ توبہ اور ندامت کے آنسو ہیں۔

اللہ تعالیٰ انسان کے اپنی عظمت کی بقدر اس کو عزت دیتا ہے:

میرے بھائی! ایک تجربہ کار اور باخبر شخص کی نصیحت کو غور سے سنو۔ وہ نصیحت یہ ہے کہ انسان جس قدر اللہ تعالیٰ کی تعظیم کریگا، اتنا ہی اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کے اندر اس کی تعظیم اور عزت ڈال دیگا، جس قدر اس میں کمی ہوگی تو لوگ بھی اس قدر کم تعظیم کریں گے۔

اللہ کی قسم! میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ انہوں نے اپنی طویل عمر علم کے لئے صرف کردی یہاں تک کہ بوڑھے ہوگئے، پھر حدود کی خلاف ورزی کی تو لوگوں کی نظروں میں معظم نہ رہے، مضبوط علمی استعداد اور قوت مجاہدہ کے باوجود لوگوں کا رجحان والتفات ان کی طرف نہ رہا۔

ان کے بالمقابل ایسے لوگوں کو بھی دیکھا کہ جو حدود اللہ کی پاسداری کی بناء پر کم علمی کے باوجود لوگ ان کی تعظیم میں بچھ گئے، اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کے اندر ان کی عظمت ڈال دی۔ جس کی بنا پر وہ اپنے سے بھی کئی گنا زیادہ لوگوں کی نظروں میں بڑھ گئے، لوگوں کا رجحان ان کی طرف دن بہ دن بڑھنے لگا، اور میں نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے کہ جب تک وہ دین پر مستقیم رہے تو لوگوں کا معاملہ بھی ان کے ساتھ درست رہا جب ذرہ برابر کمی کی ان کے ساتھ بھی اسی طرح کا معاملہ ہوا۔

بعض دفعہ گناہ کی پاداش میں ملنے والی سزا طویل بھی ہوتی ہے:

اے گناہ کے مرتکب شخص! گناہ کی پاداش میں اگر سزا کے اثرات نمودار ہوجائیں تو شور وغل نہ مچا، اور نہ یہ کہہ کہ میں نے توبہ کی تھی اس کے باوجود مجھے سزا کیوں ملی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تجھ سے صحیح طرح توبہ ہی نہ ہوئی ہو۔

سزا طویل مرض کی طرح لمبی بھی ہوسکتی ہے، اس کو دور کرنے کے حربے اس وقت تک کارآمد نہیں ہوسکتے جب تک کہ ان کے ختم ہونے کا وقت نہ آیا ہو، سزا اپنے وقت

میں ہی ختم ہوتی ہے۔

اے خطا کار! تو اس وقت تک صبر واستقامت سے کام لے جب تک تیری آنکھوں کا پانی تیرے دل کے گندے کپڑوں کے اندر گھس جائے اور ان کو بار بار نچوڑنے سے پاکی کا حکم نہ لگ جائے۔

حضرت آدم علیہ السلام ایک (اجتہادی) غلطی پر تین سو سال روتے رہے' اور حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ سال بیماری میں مبتلا رہے' حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کے غم میں آٹھ سال روتے رہے۔ مصیبتوں کے ختم ہونے کے اپنے اوقات ہوتے ہیں' اس کے پورے ہونے پر وہ دور ہوتے ہیں' بعض مصائب تو مرتے دم تک پیچھا نہیں چھوڑتے ہیں تو ایسی حالت میں انابت الی اللہ اپنے کئے پر ندامت و پشیمانی اور آہ وزاری کو لازم پکڑ۔ رونے دھونے اور حزن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا' تب جاکر یہ مصیبت چھٹے گی اور خوشی حاصل ہوگی' اگر اس غم و بکاء' پریشانی وحزن اور ندامت کے زمانے میں موت کا پیغام آجائے تو دنیا کے یہ غم' پریشانی وندامت آخرت کے غم اور پریشانی کا بدل ہوگا جو انسان کے لئے عظیم نفع ہے اور بہترین کامیابی ہے' اور بے بہا سرمایہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے غصے کی آگ توبہ کے آنسو ہی بجھاتے ہیں:

عقلمند انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ گناہوں کے قریب ہی نہ بھٹکے۔ اس لئے کہ اس کی راکھ کے نیچے کوئی چنگاری ہوسکتی ہے' بسا اوقات سزا میں تاخیر ہوتی ہے اور کبھی جلدی بھی آجاتی ہے' تو گناہ کی آگ کو بجھانے میں ہرگز دیر نہ کیجئے' اور اس آگ کو آنکھ کے پانی کے سوا اور کوئی پانی نہیں بجھا سکتا۔ صرف آنسوؤں سے ہی اس آگ بجھایا جاسکتا ہے۔

ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہنا چاہیئے:

وہ کیسا عارف باللہ ہے جو اس کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے' کیا وہ نہیں سوچتا کہ اللہ کی معیت کے بغیر زندگی زندگی نہیں' اور دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیاں اسی کے دست قدرت میں ہیں؟۔

افسوس ہے اس شخص کے لئے جو اپنی خواہش نفس کے لگام کو ڈھیلہ چھوڑ دیتا ہے' اے صاحب ذوق! میری نصیحت پر توجہ دو۔ اس بزرگ کے واقعہ کو پیش نظر رکھو' کہ ایک مرتبہ اس نے بیروت کے شہر پناہ پر کسی جوان کو یاد الٰہی میں مصروف دیکھ کر کہا: اے جوان! تجھے کسی چیز کی ضرورت ہے؟ اس نے کہا: اگر ضرورت ہو تو دل میں ہی اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہوں وہ اس کو پورا کرتا ہے۔ اے ایمان کا دم بھرنے والو! اپنے مشرب کو گدلا مت کرو' ہوشیار دربان کی طرح اپنے نفوس کی حفاظت کرو' ہر فسادی شے کو اس کو اندر داخل ہونے سے روکو۔

حبیب کی پسند کے لئے اپنی اغراض کو قربان کرو تو تمہارے مقاصد خود بخود حاصل ہوں گے' ہاں البتہ اس معاملہ میں اجر ملنے کے قصد سے اپنے مقاصد کو قربان مت کرو' یہ عبودیت کے خلاف ہے' عبودیت یہ ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے عمل کیا جائے۔

اس لئے کہ غلام کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مولیٰ سے اجرت حاصل کر کے کام کرے غلام تو مولا کو راضی کرنے کے لئے عمل کرتا ہے' اور محبوب کے وصل کے لئے سب کچھ قربان کیا جاتا ہے' اللہ کو راضی کرنے کے لئے مصائب و تکالیف جھیلنا دشوار ہو تو اللہ ہی سے مدد طلب کرو' اور اگر مشکلات و مصائب کے نیچے دب بھی جائیں تب بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز ناامید نہ ہو۔ اللہ کی قسم! خدمت کرنے کی حالت میں مرنا عقلاء کے ہاں انتہائی مستحسن سمجھا جاتا ہے۔

میرے بھائیو! میں اپنے نفس کو خطاب کر کے کہتا ہوں' اے میرے نفس! اللہ تعالیٰ نے تجھے ہر وہ چیز عطا کی ہے جو تیرے خیال میں بھی نہیں تھی۔ اور طلب کے بغیر تجھ کو نوازا ہے' اور تیری خامیوں اور عیبوں پر پردہ ڈالا ہے' اگر وہ ظاہر ہوئے شرمندگی ہوتی' تو پھر مقاصد کی تکمیل میں ذرا برابر کمی ہونے پر کیوں شور مچا رہے ہو' چیختے چلاتے ہو تم آزاد نہیں ہو' تم تو غلام ہو' تجھے معلوم نہیں کہ تم دار المحنت میں ہو؟ یہ خطاب جو میں کر رہا ہوں انجنان کیلئے کرنا مناسب ہے' تجھے تو معرفت کا دعویٰ ہے' کہاں گئی تمہاری معرفت؟ تو یہ نہیں سوچتا

کہ اگر ایک ہوا چلے اور تیری قوت بینائی کو ختم کردے تو کیا تیری زندگی کا مزہ باقی رہیگا؟۔
افسوس ہے تم پر کہ تم نے اس عظیم بصیرت پر پردہ ڈالا ہے جو بصارت سے اشرف واعلیٰ ہے'
میں نے تجھے ڈھیل دی تو خطاء و برائی میں پیش قدمی ہی کرتا رہا۔ تیری عمر کی کشتی ساحلِ
قبر پر لنگر انداز ہونے کو ہے' جب کہ تیرے پاس ایسا کوئی سامان نہیں جو تیرے لئے منافع
بخش ہو' تو عمر کی انتہاء کو پہنچا ہے جبکہ تیری آنکھیں اب بھی بچپن کی طرح دیکھ رہی ہیں۔
اے اللہ! دشمنوں کے سامنے مجھے رسوا نہ کر' میدان کو سر کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود
پیچھے نہ رہنا' خلوت کی حفاظت کرنا۔ اور عقل و دانش سے کام لے اور فکر کے جولان گاہ
میں قدم رکھ اور سابقہ کی تلافی کی کوشش کر۔ تجھ پر بڑا تعجب ہے' کہ جوں جوں تیری عمر
بڑھ رہی ہے توں توں تیرے اعمال گھٹ رہے ہیں' موت حقیقت بن کر آنے والی ہے
اور تو اب بھی مذاق میں مصروف ہے' تیری عمر کا پہلا حصہ آخری حصے سے بہتر تھا' تو جوانی
میں بڑھاپے کی بہ نسبت زیادہ بہتر تھا۔

﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾

اور اللہ تعالیٰ سے توفیق اعمال کی دعا ہے' وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے خود کو گناہوں سے بچانے پر اجر ملنا:

ایک دن میں اپنی ایسی خواہش پر قادر ہوا جو سخت پیاسے کے لئے شیریں ترین پانی سے
زیادہ میرے لئے شریں تھی' نفس نے کہا اب تقویٰ کے علاوہ اور کوئی شے اس کی تکمیل
میں رکاوٹ نہیں ہے' اور تھی وہ شرعاً ممنوع' میں نے ذرہ تردد کے بعد نفس کو تکمیل خواہش
سے روکا' اس کی تکمیل میں سوائے شرعی ممانعت کے اور کوئی چیز مانع نہیں تھی' اور نفس اس
کی تکمیل کے لئے پر تول رہا تھا۔ میں نے نفس سے کہا: اے نفس! اللہ کی قسم: تیری یہ
خواہش ہرگز پوری نہیں کروں گا' بلکہ اس سے کم تر خواہش کی تکمیل بھی نہیں ہوگی' تو وہ
پریشان ہوا' میں نے اس سے کہا: کتنی مرتبہ تم نے اپنی خواہش کی تکمیل کی ہے مگر اس پر
افسوس کے سوا تیرے پاس کچھ باقی نہیں ہے' اس لذت و خواہش کو ایسا سمجھو' کہ اس کی
تکمیل کرو گے تو سوائے ذلت کے اور کچھ تیرے پاس نہیں ہوگا' اس نے کہا: تو پھر میں کیا

کروں؟ میں نے جواب میں یہ شعر کہہ دیا:

صبرت ولا واللّٰه مابی جلادة　　　علی الحب لکنی صبرت علی الرغم

اب انتظار کرتا ہوں کہ اس عمل پر اللہ تعالیٰ بہترین جزاء عطا فرمائیں گے' اس لئے کہ میں نے لذت وخواہش کو محض ذات الٰہی کی رضا جوئی کے لئے ترک کیا ہے میری امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا عظیم ترین بدلہ عطا فرمائے گا۔ جلد یا بدیر' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ صبر کا بدلہ کبھی فوراً اور جلدی عطا فرما دیتے ہیں اور کبھی دیر سے عطا فرماتے ہیں۔ اور تاخیر کی صورت میں بھی میں ہرگز شک وشبہ کا شکار نہیں ہوں گا' اس لئے کہ مجھے یقین ہے کہ جو شخص محض اللہ تعالیٰ کے لئے کسی چیز کو چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسے بہتر بدلہ عطا فرماتا ہے۔ تو اے میرے نفس! اس صبر پر فخر کرو' کتنے لوگ ایسے ہیں جو بے صبری میں ذلت کا شکار ہوئے ہیں' اور آئندہ بھی اپنی ناجائز خواہشات کی تکمیل سے بچتے رہو' اور اصل توفیق تو اللہ کی طرف سے ہے۔ ﴿لا حول ولا قوة الا باللّٰه العلی العظیم﴾ یہ واقعہ تھا ۵۶۱ھ کا۔ اور صرف چار سال بعد یعنی ۵۶۵ھ میں اس صبر کے بدلے میں ایسی عظیم نعمت اور ایسی لذت سے نوازا جو شرعاً بھی جائز اور عرفاً بھی مستحسن۔

تو میں نے کہا: اللہ تعالیٰ کے لئے ایک خواہش کو چھوڑنے پر دنیاوی نعمت ہے اور آخرت میں ملنے والی نعمت اس سے کئی گنا بہتر ہے' والحمد للّٰه علی ذلك۔

جائز دنیاوی لذت طلب کرنے سے منع نہیں کرتا' ویسے بھی ہر شخص اس پر قادر نہیں ہوتا' البتہ میں حرام طریقے سے طلب لذت کرنے اور جائز وناجائز کی پرواہ کئے بغیر حصول لذت سے منع کرتا ہوں' ناجائز لذت کا حصول انتہائی کم عقلی ہے' اس لئے اس لذت کا اس کے نتیجے میں پہنچنے والی سزا کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو سزا کے ایک ذرا سے لذت کا پلڑا ہلکا ہو جائیگا۔ کتنے لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ جنہوں نے ناجائز خواہشات نفس کو ترجیح دینے سے مسلوب الدین ہو گئے' تو ایک عاقل کو چاہیئے کہ جو عمل کرے اس کے انجام کو اور اس کے نتیجے ہیں ملنے والے عقاب وسزا کو سوچے' اور کسی راہ پر چلنے والے کو چاہے کہ وہ دیکھ دیکھ کر قدم رکھے اور پھونک پھونک کر چلے کیونکہ بسا اوقات جلد بازی میں قدم رکھنا

ہلاکت کے گڑھے میں گرانے کا باعث بھی ہوسکتا ہے۔

ان کو تو ہر وقت بیدار اور ہوشیار رہنا چاہئیے' اس لئے کہ وہ ہر وقت میدانِ جنگ میں ہیں' کسی بھی وقت کسی طرف سے تیر لگ سکتا ہے' اس معاملے میں نفس کی مدد کرنا چاہئیے کہ کہیں اس کو خواہشات کے تیر ہلاک نہ کردیں۔

ناجائز خواہشات سے بچنے کے لئے مشتبہات سے بچنا:

فتنے کی قربت بھی بہت بڑا فتنہ ہے' بہت کم ہی ایسا ہوا ہے کہ فتنہ کے قریب گیا ہو اور اس کا شکار نہ ہوا ہو جو فتنے کی چراگاہ کے قریب گیا ضرور اس میں پھنس کر رہ گیا۔

ایک بزرگ نے کہا: میں ایک مرتبہ ایک لذت کے حصول پر قادر ہوا جو بظاہر ناجائز تھا' مگر اس میں جواز کا بھی احتمال تھا' گویا اس میں تردد تھا۔ نفس کا تقاضا اس کے حصول کا تھا' میں نے نفس کو اس سے روک کر مجاہدہ کیا' نفس نے کہا: تم اس کو اس لئے چھوڑ رہے ہو کہ اس کے کرنے پر مکمل قادر نہیں ہو' صحیح معنوں میں اس کو چھوڑنے والے جب بنو گے جب اس پر مکمل قادر ہو کر چھوڑ دو گے' چنانچہ میں اس کے قریب گیا' اور اس پر مکمل طور پر قادر ہو کر اس کو ترک کرنے کا ارادہ کیا تو نفس نے پنیترا بدل کر تاویل کی چال سے مجھے زیر کرنے کی کوشش کی' جواز کے پہلو کو مزین کرکے میرے سامنے لایا' اگرچہ اس میں عدم جواز کا بھی احتمال تھا' مگر میں نے جواز کے پہلو کو سامنے رکھ کر نفس کی موافقت کی' تو اس نے میرے قلب پر ظلمت چھا گئی' نفس کے ساتھ میری رسہ کشی اسی طرح جاری رہی' کبھی وہ تاویل اور رخصت کے ہتھیار کے ذریعے مجھ پر قابو پاتا اور کبھی میں مجاہدہ اور قوت مدافعت سے اس کو زیر کرتا' مگر میں نے جب بھی اس کو رخصت دی اور ڈھیل سے کام لیا تو محذورات و ممنوعات سے بچنا مشکل ہو گیا' اور فوراً متنبہ ہو کر چھوڑنے کی کوشش کی۔

جب نفس کی مختلف قسم کی تاویلات سے تنگ آیا تو میں نے تاویلات کا راستہ بند کردیا' میں نے نفس سے کہا: سن لو! آئندہ کسی کام کو اس وقت تک نہیں کروں گا جب تک اس کے مباح اور جائز ہونے کا یقین نہ ہو جائے' اس پر قسم کھالی' تو نفس کا طمع و لالچ ختم ہوا اس کے بعد اس قسم کی تاویلات سے نفس باز آیا' اور میری جان چھوٹ گئی' اور یہ عمل گناہوں

سے بچنے' اور نفس کو لگام دینے کا بہترین طریقہ ہے' اور نفس کے روگ کا علاج ثابت ہوا' اس لئے کہ جب تک تاویلات کی راہ کھلی ہو تو نفس کسی نے کسی طرح تجھے اس میں مبتلا ضرور کردیگا تو نتیجہ یہ نکلا' کہ فتنوں اور گناہوں سے بچنے کا مؤثر ترین علاج اس کے اسباب و ذرائع کے قریب تک نہ جانا' اور رخصتوں سے نفس کو روکنا ہے۔ واللہ الموافق

خواہشات کا نشہ انسان کو غافل کر دیتا ہے:

گناہ کے وقت انسان اور اس کے فہم کے درمیان خواہش کا نشہ آڑے آجاتا ہے' اس وقت اپنی خواہش کو پورا کرنے کے علاوہ اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا' ورنہ محض اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت جان کر کرے تو دین سے خارج ہو جائیگا' گناہ کرنے والا صرف خواہشِ نفس کی تکمیل کرتا ہے اس کے ضمن میں حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہوتی ہے' احکامِ الٰہی خلاف ورزی اور خواہشات کی پیروی اسباب خواہشات کے قریب جانے سے وقوع پذیر ہوتی ہے' اس وقت عقل کام نہیں کرتی۔

ورنہ عقل مند انسان فی الحال کی لذت اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی ساری زندگی کی حسرت کا موازنہ اگر کریگا تو اس کے قریب تک نہ پھٹکے گا' اگرچہ ساری دنیا کی دولت بھی اس کو کیوں نہ دیدی وہ اس کا ارتکاب محض اس لئے کرتا ہے' کہ اس کے فکر کی راہ میں خواہش کا نشہ حائل ہوتا ہے۔

آہ! کتنے گناہ ایسے ہیں جو ایک لمحے میں ختم ہو گئے گویا ان کا وجود ہی نہ رہا' مگر ان کے برے اثرات تادم مرگ برقرار رہے' ان کی کڑواہٹ اور شرمندگی جزو زندگی بن گئی' گناہوں سے بچنے کا اہم ترین اور عظیم ترین ذریعہ ان کے اسباب سے خود کو بچانا اور ان کے قریب نہ جانا ہے' جس شخص کو یہ راز سمجھ میں آجائے اور اسبابِ عصیاں سے بچنے کی خوب کوشش کرے تو اس کی سلامتی اور محفوظ ہونا یقینی ہے۔

غلبہ شہوت:

گناہ گاروں سے گناہ سرزد ہونے کے سبب پر میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ارادے سے ارتکابِ گناہ نہیں کرتے' بلکہ خواہش نفس کو پورا کرتے ہیں

جس کے ضمن میں حکم الٰہی کی خلاف ورزی ہوتی ہے، حکم الٰہی کی خلاف ورزی کا علم ہوتے ہوئے اس کا ارتکاب کیوں ہوتا ہے اس پر میں نے غور وفکر کیا، تو مجھے معلوم ہوا کہ اس کا سبب اللہ تعالیٰ کے کرم وفضل پر بھروسہ ہے۔ اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے کرم ومہربانی کو ملحوظِ نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کی ہیبت وعظمت پر بھی نظر رکھتے تو خواہشاتِ نفس کی طرف ہاتھ بڑھانے کی ہرگز جرات نہ کرتے ان کو یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو موت دیتا ہے، حیوان کو ذبح ہونے کے لوگوں کے سامنے ڈال دیتا ہے، اور بچوں کو مرض میں مبتلا کر کے تکلیف دیتا ہے عالم کو فقیر اور جاہل کو غنی کرتا ہے، خلاصہ کہ گناہوں کی طرف قدم بڑھانے والے کو ان صفات الٰہیہ کی طرف نظر کر کے خود کو بچانا چاہیئے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ﴾۔

میں نے سورۃ یوسف پڑھی، اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر پر، ان کی تعریف شرح وبسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے اور خواہش کو چھوڑنے پر رفع منزلت کو دیکھ کر متعجب ہوا، اور اس کے اصل راز کو جاننے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ اس کا اصل سبب خواہشِ نفس کی مخالفت ہی ہے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے خواہش کی مخالفت کر کے عظیم کارنامہ انجام دیا، تو صبر کے لئے ضرب المثل بن گئے، اور یہ عظیم شرف محض ایک لمحے کے صبر کا نتیجہ ہے، صبر کے انجام اور خواہشات کے نتائج کو سوچو اور غور کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ عقلمند انسان شیریں اور کڑوے میں فرق کرتا ہے، نفس کو خواہشات سے روکنا تمام کامیابیوں کی جڑ اور اس کی موافقت تمام ناکامیوں کا سبب ہے۔

تفریط کا انجام:

۵۷۲ھ میں سخت مہنگائی کا سیلاب آیا، خوراک سخت مہنگی ہوگئی، اشیاءِ خوردنی کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں حتی کہ ایک وقت کی خوراک ملنا مشکل ہوگئی، اور وہ لوگ نہایت قابلِ رشک گردانے گئے جو اپنی خوراک خود کاشت کرتے ہیں، اور جن لوگوں نے قیمتیں بڑھنے سے پہلے ذخیرہ اندوزی کر لی تھی وہ انتہائی خوش ہوئے اور پھولے نہ سمائے،

اور دوسرے لوگ اور فقراء اپنا سب کچھ قربان کرنے لگے' معزز نفوس سوال کرنے پر مجبور ہوگئے' تو میں نے اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہا: اے نفس! اس حالت سے ذرا عبرت اور اشارہ حاصل کر' کہ قیامت کے دن سخت ضرورت کے وقت وہ لوگ انتہائی قابل رشک ہوں گے جو دنیا میں نیک اعمال کر کے اس ضرورت کے لئے زاد و توشہ وافر مقدار میں ساتھ لے گئے ہوں اور انتہائی خوش و خرم ہوں گے وہ لوگ جن کے پاس آخرت کے سوال کا جواب موجود ہو۔ اور سخت ندامت و پشیمانی اور ہلاکت ہوگی اس شخص کے لئے جس نے دنیا میں کوتاہی کی' اعمال صالحہ سے پہلو تہی کی' اور انجام کو نہیں سوچا' اے شخص! جب تک روح بدن میں موجود ہے' آخرت کے لئے کاشت کاری کرتے رہو یہ زمانہ کاشت کاری کا ہے' فصل کاٹنے کا زمانہ تو بعد الموت ہے۔

گناہ کا سبب غفلت ہے:

نیک اعمال کرنے والوں اور بداعمال کے مرتکب لوگوں کے احوال میں میں نے غور کیا' تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ نیکی کا سبب غور و فکر اور عصیان کا سبب غفلت اور عدم تدبر ہے۔ اس لئے کہ عقلمند انسان سوچتا اور سمجھتا ہے کہ اس دنیا کا کوئی بنانے والا ضرور موجود ہے' اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری ضروری اور لازمی ہے' اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور آپ کے معجزات پر غور کرتا ہے' اور شریعت کی بالادستی کو قبول و تسلیم کرتا ہے' اور پھر دیکھتا ہے کہ کونسا عمل قربِ الٰہی کا باعث ہے اور کونسا بُعد و ناراضگی کا سبب ہے اور علم کا اعادہ اگر دشوار ہو تو اس کے نتائج پر غور کرتا ہے جس سے سمجھنا اور علم حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے' اسی طرح رات کو اٹھنا مشکل معلوم ہو تو اس کے ثواب اور اس پر ملنے والی عظیم منفعت کو سوچتا ہے تو نیند کو قربان کرنا اور نرم و گرم بستر کو چھوڑنا آسان معلوم ہوتا ہے۔ اور جب کسی خواہشِ نفس کی طرف دل مائل ہوتا ہے' تو اس کے بد انجام اور اس کے نتیجے میں ملنے والی سخت سزا کو نظروں کے سامنے لاتا ہے' اور سمجھ جاتا ہے کہ لذت فوراً ختم ہو جائیگی' اس کے برے اثرات' باقی رہیں گے' تو اس کو ترک کرنا آسان اور سہل معلوم ہوتا ہے' کسی سے انتقام پر نفس آمادہ ہو تو صبر کے فضائل و ثواب اور غضب کے برے اثرات پر غور کرنے

سے نفس کو لگام دینا کوئی مشکل نہیں رہتا ہے' اور لحہ بہ لحہ تیزی کے ساتھ گذرنے والی عمر کو دیکھتا ہے تو وقت کو قیمتی بنانے اور فرصت کو غنیمت جاننے کی کوشش کرتا ہے اس طرح مقصد میں احسن طریقے سے کامیاب ہوتا ہے' جبکہ غافل شخص کسی چیز کی طرف بھی نظر نہیں کرتا۔ بعض تو یہاں تک غفلت کے پردوں میں ہوتے ہیں کہ دنیا اور اس کے بنانے والے کا تصور تک نہیں کرتے' اور اس کے نتیجے میں انکار تک معاملہ پہنچتا ہے پیغمبرؑ اور ان کے لائے ہوئے قانون کا انکار کر بیٹھتے ہیں' اور صرف موجودہ فوائد و منافع پر ہی ان کی نظر ہوتی ہے' ان کی ابتداء وانتہاء کو جاننے کی کوشش نہیں کرتے۔ کھانے کے متعلق سوائے کھانے کے اور کوئی معلومات نہیں رکھتے' اگر اس کی پیدائش پر غور کرتے' اور سوچتے کہ یہ کس طرح وجود میں آئے کس طرح تیار ہوئے' بدن کے لئے اس کی افادیت کس طرح اور کیوں ہے؟ تو ان کی حقیقت کو سمجھ پاتے۔

اس طرح جو خواہش بھی سامنے آتی ہے' اس کے انجام کی طرف نظر نہیں دوڑاتے بلکہ فوراً اس کو کر بیٹھتے ہیں اور لذت کو حاصل کرتے ہیں تو لذت کے حصول میں جلد بازی بڑے بڑے فضائل سے محروم اور بے شمار رذائل و برائیوں سے ہم کنار کرتی ہے' اس جلد بازی کا سبب اصلی انجام سے غفلت اور انتہا پر تدبر و غور کی کمی ہے' اور غور و فکر یہ کرنے کا فعل ہے ہے' اور بری لذات پر عمل کرنا خواہش کا کام ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی بیداری عطا فرمادے کہ جس سے اعمال کا انجام' فضائل و مصائب ہمارے سامنے واشگاف ہو جائیں۔ وانه قادر علی ذلك۔

مخلوق کے بجائے خالق کو راضی کرنا چاہئے:

عقلمند انسان ہر حال اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے اگرچہ مخلوق اس سے ناراض ہو' جو شخص مخلوق کو راضی کرنے کے لئے خالق کو ناراض کریگا اللہ تعالیٰ اس شخص کے دل میں اس کی نفرت ڈال دیگا جس کو راضی کرنے کی کوشش میں حق تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔

جیسا کہ طاہر بن حسین اور مامون الرشید کا واقعہ ہے کہ طاہر بن حسین نے مامون کو خوش کرنے کے لئے ان کے بھائی کو بے دردی سے قتل کیا مگر مامون اس سے نہ صرف راضی

نہ ہوا بلکہ اس کو ناپسند کرنے لگا' چنانچہ واقعہ میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ طاہر بن حسین مامون الرشید کے پاس آیا تو مامون اس کو دیکھ کر رونے لگا' طاہر نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو رونے سے محفوظ فرمائیں۔ آپ کیوں رو رہے ہیں؟۔

مامون نے کہا: میں ایک ایسے معاملے کے متعلق رو رہا ہوں' اگر اس کو ظاہر کر دوں تو ذلت و رسوائی ہے اگر دل میں پوشیدہ رکھوں تو باعثِ غم ہے' دونوں حالتیں میرے لئے باعث پریشانی ہیں۔ طاہر مامون کے پاس سے اٹھ کر باہر چلا گیا' اور مامون کے ایک خادم خاص حسین نامی شخص کو دوسو درہم دیکر کہا' کہ تم کسی طرح مامون سے رونے کی وجہ معلوم کرو' چنانچہ حسین نے مامون کو کھانا کھلایا' مامون نے کہا: حسین! پانی پلاؤ! حسین نے کہا: جناب! میں اس وقت تک آپ کو پانی کا گلاس پیش نہیں کروں گا جب تک آپ اپنے رونے کی وجہ مجھے نہیں بتائیں گے اور آپ جانتے ہیں کہ میں نے اب تک آپ کا کوئی راز فاش نہیں کیا۔

مامون نے کہا: تم کیوں پوچھ رہے ہو' حسین نے کہا آپ کے رونے کی وجہ سے میں غمگین ہوا' اور اس غم نے مجھے آپ سے پوچھنے پر مجبور کیا تو مامون الرشید نے کہا: طاہر کو دیکھ کر مجھے اپنا بھائی محمد یاد آ گیا اور غم نے میری گردن کو دبا دیا' تو غم کو ہلکا کرنے کے لئے چند آنسو بہائے' تو جان لے میری یہ ناپسندیدگی طاہر کو لے بیٹھ گئی' حسین نے یہ صورت حال جب طاہر کو بتائی تو وہ احمد بن ابی خالد کے پاس گیا اور کہنے لگا' آپ میرے ساتھ نیکی کا ایک معاملہ کیجئے' اس کا بدلہ ضائع نہیں ہوگا' وہ یہ کہ مجھے کسی طرح مامون کی نظروں سے اوجھل کر دیں یا کسی دور دراز علاقے میں بھیج دیجئے' احمد بن خالد نے کہا: میں اس کی تدبیر کروں گا' یہ کہہ کر احمد بن خالد مامون کے پاس جا کر کہنے لگا' میں آج رات بالکل نہیں سو سکا' مامون نے کہا: وہ کیوں؟ احمد نے کہا: کیونکہ آپ نے غسان بن عباد کو خراسان کا والی مقرر کیا ہے وہ اور اس کے ساتھی بد دماغ قسم کے لوگ ہیں' کہیں وہاں کے لوگ ان کے خلاف بغاوت نہ کر بیٹھیں۔ مامون نے کہا: پھر آپ کی رائے میں اس کام کے لئے کون مناسب ہے؟۔

احمد نے کہا: اس کام کے لئے طاہر بن حسین زیادہ موزوں ہے' تو مامون نے طاہر کے نام خراسان کی گورنری کا فیصلہ کر دیا' یوں طاہر خراسان کا والی بنا' کچھ مدت کے بعد جمعہ کے خطبے میں مامون کے لئے دعا کرنا چھوڑ دیا' تو مامون کے خبر رساں نے کہا: آپ نے

مامون کے لئے دعا کیوں نہیں کی؟ تو طاہر نے کہا: یاد نہیں رہا، آپ اس کی اطلاع مامون کو مت دیجئے، لیکن دوسرے اور تیسرے جمعے میں بھی ان نے مامون کے لئے کوئی دعا نہیں کی، تو خبر رساں نے کہا: اب اطلاع دینا میرے لئے ضروری ہو گیا ہے، کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ کوئی تاجر یا اور کوئی شخص مجھ سے پہلے مامون کو اس کی اطلاع دیدے، یہ کہہ کر اس نے سارا قصہ مامون کو لکھ بھیجا، تو مامون نے احمد بن خالد کو بلا کر کہا: تم نے طاہر کو میری نظروں سے دور کردیا، اور یہ بات ہر وقت میرے دل میں کھٹکتی ہے، اگر اب تم خراسان سے طاہر کو میرے پاس نہیں لاؤ گے تو تمہارا انجام بہت برا ہوگا۔

چنانچہ احمد بن خالد طاہر کو لانے کے لئے چلا، راستے کی سخت دشواری اور شدید بیماری کے باوجود تھک ہار کر جب مقام ''ری'' پہنچا تو طاہر کے مرنے کی اطلاع ملی، دیکھیے! اللہ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کرنے کا انجام کیا ہوا۔

لیکن اس کے بالمقابل مخلوق کی ناراضگی کی پرواہ کیے بغیر خالق کو راضی کرنے اور حق کا ساتھ دینے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص سے راضی ہو جاتا ہے۔ وزیر ابن ہبیرۃ نے مجھے بتایا: کہ ایک مرتبہ المسترشد! باللہ (جو اس وقت خلیفہ نہیں بنے تھے ابھی ولی عہد تھے) نے میرے پاس ایک خط بھیجا اور کہا کہ اس کے مضمون کی اطلاع میرے والد کو نہیں ہونی چاہئیے۔ میں نے خط کھولے بغیر خط لانے والے سے کہا، کہ میرے اندر نہ اس خط کو پڑھنے کی طاقت ہے نہ جواب دینے کی ہمت گویا میں نے اس خط پر عمل نہیں کیا جب المسترشد وہ خلیفہ بنا، تو میں نے اس کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: میری سچائی اور اخلاص کی سب سے بڑی دلیل وہ ہے جو میں نے تیرے والد کے مقابلے میں تجھے ترجیح نہ دی تو اس نے کہا: یہ بالکل درست ہے، آپ اپنے عہدہ وزارت پر برقرار رہیں۔

ایک اور واقعہ میرے ایک دوست نے یوں بیان کیا ہے، ایک دفعہ کچھ لوگوں نے اپنے قرضوں کو حاصل کرنے کے سلسلے میں خزانہ کی تلاشی لینے کا مطالبہ کیا، تو خلیفہ المسترشد نے خزانہ کے سربراہ سے کہا کہ دوسری چیزوں کی حفاظت اور نقصان نہ پہنچانے کی شرط پر انہیں اجازت دیدو، تو سیکرٹری خزانہ نے عدالت سے اجازت لینے کے لئے قاضی ابن الرطبی کو بلایا اور بادشاہ کا حکم سنایا، تو ابن الرطبیؒ نے فیصلہ دینے سے انکار کردیا، وزیر خزانہ

نے کہا: بادشاہ نے اس کی اجازت دی ہے' ابن الرطبی نے کہا: میں کیا کروں؟۔
اس نے پھر دوسرے قاضی کو بلا کر بادشاہ کا حکم سنایا' تو اس نے ایسا کرنے کی اجازت دی'.
جب اس کی اطلاع خلیفہ المسترشد کو ہوئی تو جس قاضی نے خلیفہ کے حکم کے مطابق فیصلہ دیا تھا اس کو معزول کر دیا' اور ابن الرطبی (جس نے بادشاہ کے خلاف فیصلہ دیا تھا) کا شکریہ ادا کیا اور منصب پر برقرار رکھا' کیوں کہ خلیفہ سمجھتا تھا کہ ابن الرطبی کا فیصلہ مبنی برحق ہے' اسی طرح ایک مرتبہ بادشاہ نے خود کو شہنشاہ کہلوانے کا مطالبہ کیا' اس سلسلے میں علماء سے استفتاء بھی کیا' جس پر علماء نے جواز کا فتوی دیا' مگر امام الماوردیؒ نے فتوی دینے سے انکار کیا اور شہنشاہ کہلوانے کی اجازت نہ دی۔ مگر پھر بھی بادشاہ کے ہاں ان کی قدر زیادہ تھی۔ اس جیسے بے شمار واقعات ہیں۔
لہذا ہر حال میں خالق کو راضی کرنے اور اس کی بہتر اطاعت کرنے کی سعی کرنی چاہیے اگر چہ مخلوق ناراض ہو' اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا' اور اگر اللہ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کرو گے تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو تجھ سے ناراض کریگا۔ تو یہ بڑی ناکامی ہوگی۔

عمر رسیدہ لوگوں کے لئے نصیحت:

کتنا احمق اور کم عقل ہے وہ شخص جس کو معلوم نہیں کہ موت کب آئیگی اور اس کے لئے تیاری بھی نہیں کر رہا' وہ شخص تو احمق تر اور غافل ترین ہے جس کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہو گئی اور میدان موت اور میدان کارزار میں قدم رکھے ہوئے ہے مگر اس کے لئے تیاری نہیں کی' میدان جنگ میں کودنے والا تو تیاری کر کے قدم رکھتا ہے۔

شعر: قال الشباب لعلنا فی شیبنا ندع الذنوب فما یقول الاشیب؟

''جوان تو یہ کہہ کر غافل ہیں کہ شاید بڑھاپے میں جا کر گناہ چھوڑ دیں گے مگر بوڑھے کیا کہتے ہیں وہ کہاں جا کر گناہ چھوڑیں گے''۔

اللہ اللہ: بوڑھاپے میں ہنسی مزاح چہ معنی دارد' کس بات کی خوشی؟ دنیا تو اس کو چھوڑ چکی ہے' اعصاب کمزور ہو چکے ہیں' رائے اور خیال میں بھی فتور آ چکا ہے' ساٹھ سال عمر کے مکمل

ہونے کے بعد انسان کے پاس بچتا ہی کیا ہے۔ اس عمر میں بھی غافل رہا تو گناہوں کو کب چھوڑے گا' کس وقت موت کے لئے تیاری کریگا' اگر ستر سال کی عمر کو پہنچنے کا طمع ہو تو وہ بھی کوئی خوشی کی بات نہیں بلکہ اس عمر میں صحیح طریقے سے چلا بھی نہیں جائیگا' اگر چل بھی لے تو لڑکھڑا کر چلے گا' بیٹھے گا تو سانس پھولنے لگے گا دنیا کی خواہش دیکھ تو لے گا مگر ان کو کرنے پر قادر نہیں ہو سکے گا۔ اگر کھانا کھالے گا تو ہاضمہ ساتھ نہیں دیگا' پیٹ کے اندر گڑبڑ شروع ہو جائیگی اور اگر بیوی کے ساتھ جماع کا ارادے کریگا تو اس کو ایذاء پہنچائے بغیر کچھ نہیں کر پائے گا' اگر کچھ ہو بھی گیا تو طویل مدت کے بعد بھی قوت بحال نہیں ہو سکے گی وہ تو قیدی جیسی زندگی ہے' اور اگر اسی سال کی تمنا ہو اس میں جا کر تو چلا بھی نہیں جائیگا' بلکہ بچوں کی طرح پاؤں پاؤں چلنے پر مجبور ہو جائیگا۔ عقل مند اور ذی ہوش انسان عمر کے ان احوال کو پیش نظر رکھ کر بچپن ہی سے اس کی فکر کریگا' یہ ہوش مندی اور دانشمندی کی علامت ہے کہ بچپن ہی سے اکتساب مکارم اخلاق اور حصول علم میں وقت صرف کرے اور سن بلوغ کو پہنچے تو سمجھ لے کہ یہ زمانہ خواہشات نفس کے ساتھ سخت مقابلے اور حصولِ علم کا ہے۔

جب اولاد کی دولت نصیب ہو تو خیال کرے یہ معاملات کے کسب کا وقت ہے اور عمر چالیس سال کو پہنچے تو تمام کو خیر باد کہہ کر موت کی تیاری میں لگ جائے اور سوائے وطن اصلی کے شوق کے اور کوئی خواہش نہ رکھے اور آخرت کے لئے ذخیرہ اکٹھا کرنے میں لگ جائے' ہر لحظہ اور ہر آن دنیا سے کوچ کرتے کے تیاریوں میں ہے' اور جب ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ جائے' تو مکمل طور پر سفر کی تیاری میں لگ جائے' اور عمر کے ہر ہر لمحے اور ہر ہر لحظے کو انتہائی غنیمت جانے۔ خصوصًا جبکہ ضعف کی زیادتی اور عمر کی کمی ہو' عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ محنت میں بھی اضافہ ہو اور اسّی کے دھائی میں داخل ہو تو الوداعی کیفیت ہو' اس لئے کہ اب سابقہ کمی پر افسوس کے علاوہ اور کچھ باقی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے چشم بینا اور دل بیدار کی دعا ہے' کہ ایسی بیداری نصیب فرما جو غفلت کی نیند سے مکمل بیدار کردے اور ایسے اعمال صالحہ کی توفیق نصیب فرما جو موت کے وقت ندامت و شرمندگی سے محفوظ کردیں۔

مراتب گناہ:

معاصی چھوٹے ہوں یا بڑے سب قبیح اور برے ہیں مگر بعض معاصی بہت ہی برے ہیں

چنانچہ زنا بہت سخت قبیح گناہ ہے مگر پڑوسی کے ساتھ زنا کرنا سخت ترین گناہ اور قبیح ترین فعل ہے' بخاری و مسلم میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے' حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ! سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے خالق کے ساتھ کسی کو شریک کرنا' میں نے عرض کیا: اس کے بعد؟ تو فرمایا: ناداری کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کرنا' میں نے عرض کیا: اس کے بعد کونسا ہے؟ فرمایا: اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنا۔ امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں حضرت مقداد بن اسود کی روایت نقل کی ہے' آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرنا دس عورتوں سے زنا کرنے سے بھی بدتر ہے' اور اپنے پڑوسی کے گھر سے چوری کرنا دس گھروں میں چوری کرنے سے بھی سخت گناہ ہے' اور اس سے بھی بڑھ کر سخت گناہ بوڑھے شخص کا زنا کرنا ہے' حدیث شریف میں آیا ہے'' اللہ تعالیٰ بوڑھے زانی سے سخت نفرت کرتا ہے'' اس کی وجہ یہ ہے کہ طبعی شہوت تو ختم ہو چکی ہوتی ہے' اس میں ایسی قوت نہیں رہتی جو اس پر غالب آ جائے اور زنا پر مجبور کرے' تو یہ محض عناداً معصیت ہے' اور سونا چاندی اور ریشم کا استعمال بھی گناہ کے مشابہ ہے خصوصاً بوڑھے شخص کے لئے بطور زینت کے چاندی کی انگوٹھی کا استعمال بہت برا ہے' اسی طرح ریا' اور لوگوں کے سامنے خود کو بزرگ متقی و پرہیزگار ظاہر کرنا بھی گناہ کی اس قسم میں داخل ہے' اور اسی طرح صریح سودخوری خصوصاً مالدار اور غنی کے لئے انتہائی بری ہے۔

اسی طرح بڑھاپے میں طویل بیماری میں مبتلا ہونے کے باوجود گناہوں سے توبہ نہ کرنا اور قرض ادا نہ کرنا اور صاحب حق کو حق دینے کی وصیت نہ کرنا بہت قبیح اور برا ہے' اور یہ بھی قبیح ترین فعل ہے کہ طلاق کی قسم کھا کر حانث ہونے کے باوجود بیوی کے ساتھ اقامت کرنا' اس قسم کے قبائح عناداً خلاف ورزی کے زمرے میں آتے ہیں ان کا مرتکب رحمت الٰہی سے دوری اور دائمی عذاب کا مستحق ہے۔ میرے خیال میں شراب نوشی بھی گناہ کی اس قسم میں داخل ہے اس لئے کہ شراب اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی لذیذ اور خواہش والی چیز نہیں ہے' اس لئے کہ یہ انتہائی بدبودار اور بدذائقہ ہوتی ہے اس کی لذت تو پینے کے

بعد اس کی کڑواہٹ کو چکھنے کے بعد نشہ کی صورت میں محسوس ہوتی ہے' ایسے گناہ کا ارتکاب کرنا جس کی طرف طبیعت مائل نہ ہو اور مجبوری نہ ہو معاندت ہے' اللہ تعالیٰ سے ایسے ایمان کی دعا ہے جو ہمارے اور ہمارے گناہوں کے درمیان حاجز و حائل ہو' اور ایسی توفیق مانگتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہو۔

علماء کے اندر پائے جانے والے امراض:

میں نے اکثر علماء اور زاہدوں کی حالت کا جائزہ لیا تو مجھے محسوس ہوا وہ اندرونی کبر میں مبتلا ہیں' ان میں سے بعض مریض کی اس لئے عیادت نہیں کرتے کہ وہ خود کو اس سے بہتر سمجھتے ہیں' بعض نے وصیت کی ہے کہ مجھے میری مسجد کی ایک طرف میں دفن کیا جائے اس خیال سے کہ معروف کرخیؒ کی طرح میری قبر بھی مزار بن جائے' یہ خفیہ مرض انتہائی ہلاکت خیز ہے اکثر لوگ اس سے واقف نہیں ہوتے' ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ﴿من ظن انه خير من غيره فقد تكبر﴾ "جس نے خود کو دوسروں سے بہتر سمجھا اس نے تکبر کیا"۔ میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا کہ خود پسندی کے مرض میں مبتلا ہیں (۱)۔

خود کو دوسروں سے بہتر سمجھنے والا کس حیثیت سے سب سے بہتر سمجھتا ہے' اگر علم کی وجہ سے ہے تو اس سے پہلے بہت علما گذرے ہیں جو علم کے لحاظ سے اس پر کئی گنا فوقیت رکھتے تھے' اگر عبادت کی وجہ سے خود کو بڑا سمجھ رہا ہے، تو یہ بھی صرف اس کا کمال نہیں کیونکہ اور بھی بڑے بڑے زاہد و عبادت گذار لوگ گذرے ہیں اگر اس کی وجہ مال کی کثرت ہے تو

(۱) خود پسندی کا علاج: جو شخص خود پسندی کے مرض میں مبتلا ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے عیوب پر نظر کرے اگر اپنے عیوب نظر نہ آئیں تو اپنے اندر برے اخلاق کو دیکھے' اپنے عیوب نظر نہ آنا بہت بڑا عیب اور سب سے بڑی بے وقوفی ہے' اس لئے کہ عقل مند انسان اپنے عیوب پر نظر رکھ کر دوسروں کے عیوب کو نہیں دیکھتا ہے اس لئے کہ عیوب سے کوئی بھی خالی نہیں ہے' جس کو اس کے عیوب نظر نہ آئیں تو وہ ہلاکت کے دھانے پر ہوگا' اگر تیرا علم تجھ کو خود پسندی میں مبتلا کردے تو سمجھ لے اس کا علاج یہ ہے کہ دل میں سوچ کہ اس میں تیرا کوئی کمال نہیں' یہ محض اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے تجھے اس کی نافرمانی سے باز آجانا چاہئے' اور قوت حافظہ کی یہ نعمت چھن بھی سکتی ہے' چنانچہ ابن حزم الظاہری نے اپنی کتاب "مداراۃ النفوس" کے ایک مشہور عالم عبدالملک بن طریف نے مجھے بتایا کہ وہ انتہائی مضبوط قوت حافظہ کے حامل تھے' کوئی لفظ سنتے فوراً یاد ہو جاتا' دھرانے کی بھی ضرورت نہ ہوتی' ایک مرتبہ بحری سفر میں گئے تو سخت دھشت میں مبتلا ہوئے' اکثر یاد کردہ کو بھلا دیا' پھر وہ قوت بحال نہیں ہوئی۔ تو اہل علم کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی تحمید بجالائیں۔

مال تو فی نفسہ کوئی دینی فضیلت دینے والا نہیں ہے، اگر وہ کہدے کہ پہلے گذرنے والے سے مجھے کیا سروکار میں اپنے زمانے کے لوگوں سے زیادہ عمل رکھتا ہوں تو اس سے کہا جائے گا کہ اے حافظ قرآن! ہم تمہیں یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ تم خود کو اس آدمی کی طرح سمجھو جو آدھے قرآن کا حافظ ہے یا عالم کو یہ نہیں کہتے کہ تم عمل میں عام لوگوں کی طرح ہو یا عام لوگوں کی طرح خود کو سمجھو بلکہ یہ کہتے ہیں کہ مومن سے خود کو بہتر نہ سمجھو اگر چہ وہ علم میں تم سے کم تر ہی کیوں نہ ہو۔

اس لئے کہ قبولیت اور بہتری معنوی چیز ہے اور صورت' علم اور عبادت سے دوسروں پر بہتری کا دعویٰ درست نہیں ہے۔ جو شخص اپنی عادات اور گناہوں پر نظر کریگا وہ یقیناً جان لیگا کہ وہ کسی سے بہتر نہیں ہے۔ بلکہ خود کو دوسروں سے کم تر سمجھے گا' اس کے ذریعے عجب سے بچ جائے گا۔اور مومن کی شان تو یہ ہے کہ وہ ہر وقت اپنے نفس کو حقیر سمجھتا رہے' حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کہا گیا کہ جب آپ کا انتقال ہوگا تو آپ کو آپ ﷺ کے حجرہ میں دفن کریں گے۔تو فرمایا: میں اس کا اہل کہاں؟! اس کا اہل سمجھنے سے تو گناہ گار حالت میں جانا بھی بہتر ہے۔ایک راہب نے خواب دیکھا کہ کوئی اس سے کہہ رہا ہے کہ فلاں موچی تجھ سے بہتر ہے تو نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا عمل ہے' اس نے بتایا تو کوئی بڑا عمل نہیں تھا' خواب میں پھر اس سے کہا گیا' جا اس کے پاس جا کر پوچھ تیرے چہرے کی چمک کس وجہ سے ہے؟ اس نے دوبارہ اس کے پاس جا کر پوچھا۔تو اس نے کہا: کیوں کہ میں ہر مسلمان کو خود سے بہتر سمجھتا ہوں تو اس کو بتایا گیا' بس اس کے کمال کی وجہ یہی ہے۔

دن رات موت کے لئے تیاری کرنا:

جو شخص انجام پر تو نظر رکھتا ہے مگر اس کے لئے بھر پور تیاری نہیں کرتا وہ بھی کامل عقل والا نہیں ہے مثلاً معاصی و نافرمانی کے انجام پر نظر تو ہے مگر جوانی سے دھوکہ کھا رہا ہے کہ ابھی تو جوانی ہے بڑھاپے میں جا کر توبہ کرلیں گے یہ کہہ کر رجوع الی اللہ اور توبہ کرنے سے ٹال مٹول کرتا ہے' لیکن کوئی ضروری نہیں ہے کہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ بھی جائے' بلکہ اچانک کسی آفت کی وجہ سے جوانی ہی میں لقمہ اجل بن سکتا ہے' اسی طرح کسی کام میں ٹال

مٹول کرنے سے وقت ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور کف افسوس ملنا پڑتا ہے' عقلمندی و دانشمندی یہ ہے کہ آئیندہ آنے والے واقعے کو پیش نظر رکھے اور اس کے مقتضا کے مطابق عمل کرے' اگر عمر طویل ہوئی تو کوئی نقصان نہیں اگر کوئی ناموافق حالت پیش آ بھی جائے تو اس سے بچنے کے امکانات موجود ہوں گے۔

بعض دفعہ لوگ کسی بادشاہ یا حکمران کے ہاں منظور نظر ہو کر اس پر بھروسہ کر کے لوگوں پر ظلم کرتے ہیں مگر حالت پلٹ جاتی ہے تو بادشاہ اس کا دشمن بن جاتا ہے' اور وہ لوگ جن پر ظلم و ستم کیا تھا موقع سے فائدہ اٹھا کر بدلہ لینے کو غنیمت سمجھتے ہیں' اور کبھی دوستوں سے ناراضگی کی صورت میں ان کے ساتھ دشمنی کی حد تک آگے بڑھ جاتا ہے' دوستی کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کو کمزور پا کر حد سے گذر جاتا ہے' تو یہ عین ممکن ہے کہ وہ دوست طاقت و مرتبہ پائے اور سابقہ تمام حساب برابر کر دے' تو عقلمندی یہ ہے کہ ہر کام کو کرنے سے پہلے اس کے انجام پر نظر ہو اور کسی سے حد سے بڑھ کر زیادتی نہ ہو' انسان کو سوچنا چاہیئے کہ عمر کمائی کا سیزن ہے' جس میں مختلف طریقے سے تجارت کر کے کمائی کی جاتی ہے' ہوشیار آدمی قیمتی اور نفیس شئے کو طلب کرتا ہے' دنیا میں قیمتی اور نفیس ترین شی معرفتِ الٰہی ہے۔ عارف معرفت کی کوشش کرتا ہے' اور بہت کچھ عمل کر کے بھی اس کو کم سمجھتا ہے اور عمل میں روز افزوں اضافہ کرتا رہتا ہے' جیسا کہ مکہ سے لوٹنے والا شخص کثرت سے طواف کرتا ہے بلکہ ہر لحظہ کو غنیمت جانتا ہے' بالخصوص وہ شخص جس کو اپنی تنگ دستی یا بڑھاپے یا کسی اور کمزوری کی وجہ سے دوبارہ آنے کی امید نہ ہو وہ تو ہر وقت طواف ہی لگا رہتا ہے' اسی طرح اس شخص کو بھی چاہیئے کہ وہ کثرت سے عمل کرے' ہر ہر لحظہ کو عبادت میں گذارنے کی انتھک کوشش کرے جس کی عمر کی کشتی موت کے ساحل کے قریب پہنچ گئی ہے' اور اعضاء و قوات جواب دے چکے ہیں اس شخص کی زندگی کا کیا مزہ ہے' جو ہلاکت کے قریب پہنچ گیا ہے' عمر کا ہر گذرنے والا لمحہ عمر میں کمی کرتا جاتا ہے' اور موت سامنے ہے اس کو تو سخت فکر کرنی چاہیئے۔ اس کو صحیح بخاری و مسلم میں وارد ابن عمر کی یہ روایت ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیئے جس میں وہ فرماتے ہیں: (مامنکم احد الا ویعرض علیہ مقعدہ بالغداۃ

والعشی من الجنة والنار، فیقال: هذا مقعدك حتی یبعثك الله)

''تم میں سے ہر ایک کو اس کا مقام جنت اور دوزخ میں صبح و شام اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ قیام قیامت تک یہ تمہارا مقام ہے۔

خواہشاتِ نفس کا دھوکہ:

جِنس انسانی کی خواہشات میں زیادہ خواہش عورتوں کی خواہش ہے (۱)۔ انسان کسی عورت کو خوبصورت لباس میں ملبوس دیکھ اس کو اپنی بیوی سے خوبصورت خیال کرتا ہے، اور اس کے حسن کی طرف نظر کرتا ہے اور وہ اس کے دماغ پر حاوی ہو جاتی ہے اور اپنی بیوی کے حسن و جمال کی طرف نظر التفات نہیں کرتا اس عورت کے ساتھ نکاح کرنے یا اس کے قریب جانے کی سعی کرتا ہے، چنانچہ اگر اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا ہے تو اس کے ان عیوب کو دیکھتا ہے جس کی طرف اس کے بارے میں سوچتے ہوئے خیال نہیں کیا ہوتا تو ملول و غمزدہ ہو کر دوسروں کی طرف نظر کرنے لگتا ہے، اور یہ نہیں سمجھتا کہ اپنے اغراض کے حصول میں کتنی مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسری عورت بے دین، بے عقل، بے تدبیر بھی ہو سکتی ہے تو فائدہ کی بجائے سخت نقصان کا اندیشہ ہے۔ زنا کے مرتکب لوگوں کا یہی وطیرہ ہے کہ عورتوں کے پاس بیٹھتے ہیں جہاں ان کے محاسن تو ان کی نظروں میں ہوتے ہیں مگر ان کی طرف نظر نہیں جاتی، اس وقت ان سے گپ شپ لگا کر تلذذ حاصل کرتے ہیں، پھر ان کو چھوڑ کر اوروں کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ عقلمند انسان کو یہ سمجھنا چاہئے کہ انسان کبھی بھی اپنی چاہت کے مطابق تمام مقاصد میں مکمل کامیاب نہیں ہو سکتا ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ﴾۔

جنت میں ملنے والی عورتوں کے مقابلے میں دنیا کی عورت کی کیا حقیقت اور کیا نسبت ہے؟ جن کے بارے ارشادِ باری ہے: ﴿ولهم فيها ازواج مطهرة﴾ دنیا کی عورتیں بدصورت اور برے خلاق اور عیوب سے بھر پور ہوتی ہیں۔

(۱) بخاری، مسلم۔

خواہشاتِ نفس کی پیروی حیوانیت ہے:

بعض فاسق لوگوں کے متعلق سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں۔ اصل زندگی تو خواہشات نفس کی تکمیل ہے' ان لوگوں کے متعلق میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ ایسی باتیں وہ لوگ کر سکتے ہیں جن کو عزت' وقار اور شائستگی سے دور کا بھی تعلق نہ ہو۔ اس قسم کے لوگ دائرہ انسانیت سے باہر سمجھے جاتے ہیں' اس لئے کہ انسان تو بزدلی کے خوف سے قتل ہوتا ہے' کمزوری کے طعنے سے بچنے کے لئے بھاری بوجھ اٹھاتا ہے' اور عار کے خوف سے فقر و فاقہ کی مشکلات برداشت کرتا ہے' حتیٰ کہ ایک جاہل انسان کو بھی جاہل کہا جائے تو غصہ ہونے لگتا ہے' اور اس کو اگر کہا جائے کہ تیری بہن نے ایسی ایسی حرکتیں کی ہیں' تو اس کو قتل کرنے پر اتر آتا ہے' بلکہ ایسی جگہ میں کھڑے ہونے سے کتراتا ہے جہاں تہمت لگنے کا خطرہ ہو۔

اور جس شخص کو یہ خیال تک نہ ہو کہ لوگ اس کو برا کہیں گے تو وہ بری شہرت پانے اور لوگوں کے ہاں عزت کے پامال ہونے کی پرواہ بھی نہیں کرتا' وہ شخص مثل جانور کے ہے جو خواہشاتِ نفس کی مکمل پیروی کرتا ہے۔ کسی کی ملامت کی فکر نہیں' عزت سے اسے کوئی سروکار نہیں تو یقیناً یہ انسان نما حیوان ہے' ورنہ عقل مند انسان تو سوچتا ہے کہ وہ لذت کیا لذت ہے جس کے پیچھے نہ ختم ہونے والی ذلت ہو' چنانچہ شراب پینے والے کی کیا زندگی ہے کہ اس کے بعد پکڑے جانے' مار کھانے اور لوگوں کے درمیان برے القاب سے پکارے جانے کا خطرہ ہو' اس سکون و عیش کا کیا مزہ ہے جس کی بنیاد سستی و کاہلی ہو' وہ اپنے ساتھیوں کو دنیائے علم کے افق پر آرام دیکھ رہا ہو' یا وہ محنت کر کے امیر ہو گئے ہوں اور یہ طلب شخص سکون طلب کر کے فقیر ہی رہا ہو۔ اگر زنا کرنے والا زنا کے بعد پیش آنے والے حالات یعنی پکڑے جانے' حد لگنے اور شرمندہ ہونے کا تصور کرے تو اس فعل قبیح سے باز آ جائیگا' مگر تمام حالات سے بے فکر ہو کر ایک لمحے کی لذت کے خاطر اپنا سب کچھ برباد کرنا کتنی بدبختی اور بدقسمتی ہے یہ تو صرف دنیاوی سزا ہے دائمی عذاب آخرت میں دامن گیر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رذائل سے بچنے اور فضائل کو طلب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین یارب العالمین۔

نافرمانی کا انجام:

بسا اوقات حلم الٰہی کی بناء پر نافرمانی پر پہنچنے والی سزا مؤخر بھی ہو جاتی ہے۔ عقل مند شخص وہ ہے' جو گناہ سرزد ہوتے ہی فوراً توبہ کے ذریعے اس کو مٹا دے۔ اس لئے کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے کہ توبہ کا موقع ملے یا نہ ملے کیا معلوم فوراً القمہ اجل بن جائے' گناہِ بے لذت پر سزا جلدی آتی ہے' کیوں کہ یہ گناہ معاندت سے سرزد ہوا ہے نہ کہ خواہش نفس کی تابعداری سے۔ اگر وہ گناہ خالق پر اعتراض یا اس کی عظمت کے خلاف ہو تو اس کی تلافی بھی نہیں ہو سکتی' خصوصاً کسی عارف سے سرزد ہو جائے تو کم ہی معاف ہوتا ہے' اور اس پر سزا بھی فوراً ہوتی ہے' عبدالجیدی بن عبدالعزیز کہتے ہیں: ہمارے ہاں خراسان میں ایک شخص تھا تین دن میں اس نے قرآن لکھا تھا' کسی نے اس سے پوچھا' کتنے دن میں آپ نے لکھا؟ اس نے شہادت کی انگلی' درمیانی اور انگوٹھے کی طرف اشارہ کر کے کہا: تین ﴿وَمَامَسَّنَا مِنْ لُغُوْبٍ﴾ اس کی تینوں انگلیاں شل ہو گئیں' اس کے بعد ان سے کوئی کام نہ کر سکا(۱)۔ کسی فصیح و بلیغ شخص کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ وہ قرآن کریم جیسا فصیح کلام کہہ سکتا ہے' چنانچہ وہ بالا خانے پر یہ کہہ کر چڑھا' کہ مجھے تین دن کی مہلت دے دو۔ تین دن کے بعد لوگ اس کے پاس گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے ہاتھ میں قلم ہے اور ہاتھ سوکھ چکا ہے اور مردہ پڑا ہوا ہے' اور عبدالحمید یہ بھی فرماتے ہیں: میں نے ایک ایسے شخص سے بھی ملاقات کی ہے' جو اپنی بیوی کے ساتھ حالت حیض میں جماع کرتا تھا' اس کو بھی حیض آنا شروع ہو گیا' اور کثرت سے آنے لگا تو توبہ کی' اس کے بعد آنا بند ہوا۔(۱)

اس طرح کسی کو طعنہ دینے کی سزا جلدی ملتی ہے خصوصاً کسی ایسے عیب کا کہ اس کے اختیار میں نہ ہو' مثلاً کسی کو اے نابینا' اے لنگڑا وغیرہ کہہ دے۔

حضرت امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں: میں نے ایک شخص کو تنگ دستی کا طعنہ دیا تو کچھ مدت کے بعد میں قرض میں مبتلا ہو گیا' بسا اوقات بروقت سزا نہیں ہوتی۔ آخر عمر میں لاحق ہوتی ہے۔

(۱) الفرق بین النصیحة والتعبیر از ابن رجب حنبلی۔

ہائے کتنا بُرا اور بد بخت ہے' کہ جوانی کے کرتوتوں کی سزا بڑھاپے میں بھگتے گا۔ توبہ میں جلدی کر کے گناہوں کے انجام سے بچنے کی بھرپور کوشش کرو' قبل اس کے ایسا وقت آجائے کہ جس میں انسان سے کچھ بھی نہ ہو سکے۔

علماء ظاہر اور علماء باطن:

میں نے علماء کے ایک طبقے کو دیکھا جو اس گمان پر گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں کہ ہمارا علم ہمیں بچائے گا اور ہمارا دفاع کریگا' لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ان کا ایک گناہ معاف ہونے سے پہلے جاہل کے ستر گناہ معاف ہوں گے' اس لئے کہ جاہل حق کی طرف نظر نہیں کرتا جبکہ عالم اللہ کی معرفت کے باوجود بے اِدبی کا مرتکب ہوتا ہے' میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ علم حقائق کی معرفت' اسلاف کی سیرت پر نظر اور ان کے اخلاق سے متصف ہونے اور حق تعالیٰ کی معرفت کا نام ہے' علماء کے جس طبقے میں یہ صفات نہیں ہیں' ان کے پاس صرف الفاظ کی صورت ہے جس کے ذریعے سے وہ حلال وحرام کی صرف پہچان رکھتے ہیں اور یہ علم نافع نہیں۔ بلکہ علم نافع فہم اصول' معبود کی پہچان اس کی عظمت کی معرفت' رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ اور حضرات صحابہؓ کے طریقے اور ان کے اخلاق سے متصف ہونے کا نام ہے۔

اور علم نافع کی عظیم صفت سے بہرہ ور شخص علمی لحاظ سے جتنا اونچا ہو خود کو حقیر اور دوسروں کو اپنے سے اچھا تصور کرتا ہے اور میں نے بعض ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے' جنہوں نے سالہا سال عبادت کر کے چھوڑ دی اور کہنے لگے' میں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کی ہے کہ اس جیسی عبادت کسی نے نہیں کی اب میں کمزور ہو گیا ہوں۔

میں نے کہا: یہ انتہائی خطرناک جملہ ہے' مجھے اندیشہ ہے کہ صرف اس جملے کی وجہ سے ساری عبادت غارت نہ ہو گئی ہو (۱) اس لئے کہ وہ یہ عمل کر کے خود کو دوسروں سے بلند سمجھتا ہے' حالانکہ اس کی مثال تو مانگنے اور سوال کرنے والے کی ہے' بھلا سوال کرنے والا دینے

(۱) ایک مرتبہ حضرت تھانویؒ ایک صاحب کے ہاں تشریف لے گئے' تو صاحب خانہ نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا! اس برتن میں پانی ڈال کر حضرت کے لئے لاؤ' جس کو میں تیسرے حج سے آتے وقت لایا تھا' حضرت تھانویؒ نے فرمایا: حاجی صاحب! تم نے جملہ ایک استعمال کیا مگر سارے حجوں کو ختم کر دیا (از مترجم)۔

والے پر احسان جتلاتا ہے؟ اس کے اترانے کی وجہ حقائق سے بے خبری اور جہالت ہے تو کہاں یہ علماء اور کہاں اسلاف؟ اسلاف تو بہت کچھ کر کے بھی اس کو کچھ نہ سمجھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ بخشش کی دعا کرتے۔ چنانچہ صلہ ابن رشیمؒ کے بارے آتا ہے' درندوں کو ان کے پاس آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی' ساری رات عبادت الٰہی میں گذارنے کے بعد دربار الٰہی میں دستِ سوال دراز کر کے یہ دعا کرتے' یارب ﴿اجرنی من النار﴾ ''اے میرے رب! جہنم کے عذاب سے مجھے بچا'' میں جنت مانگنے کا مستحق نہیں ہوں۔ اس سے بھی بڑھ کر حضرت عمرؓ کا یہ فرمان ہے: میں چاہتا ہوں' کہ نجات پاؤں اس طرح کہ برابر برابر کا معاملہ ہو' نہ مجھ پر کچھ آئے نہ مجھے کچھ ملے۔

اللہ تعالیٰ سے ایسی معرفت کی دعا ہے کہ جس سے ہمیں ہماری حقیقت معلوم ہو جائے عُجب وخود پسندی سے محفوظ رکھے' نیک اعمال پر اترانے سے بچائے۔ انه قریب مجیب۔

قضا وقدر کا بہانا کرنا بے ہودگی ہے:

اکثر لوگوں کو میں نے دیکھا جو اعمال نہ کرنے کا بہانا قضا وقدر کو بناتے ہیں اور کہتے ہیں: اعمال کی توفیق نصیب ہوتی تو کرتے' اللہ کو منظور ہوتا تو عمل کی توفیق ہوتی۔

یہ محض بہانا ہے' اقوال رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہے' یہ تو خوارج کے قول کی طرح ہے کہ وہ حضرت علی سے کہنے لگے ''ہم آپ کو کتاب اللہ پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں'' حضرت علیؓ نے فرمایا: بات تو درست ہے مگر اس کا مطلب تم غلط نکال رہے ہو'' اس طرح منکرین صدقہ کے قول کی طرح وہ کہتے تھے ﴿أَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ﴾ ''کیا ہم ان لوگوں کو کھلائیں اگر اللہ چاہتا تو ان کو کھلاتا'' توفیق تو امر خفی ہے جبکہ حکم الٰہی امر جلی اور واضح ہے' خفی کو لیکر جلی کو ترک کرنا مناسب نہیں ہے' اور یہ دلیل اور بہانا اس لئے بھی غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر قدرت میسرہ کے کسی کو مکلّف نہیں بناتا' حکم دینے کا مطلب ہے کہ قدرت حاصل ہے توفیق ہے' ویسے بھی توفیق اسباب کے مہیا ہونے کا نام ہے' اگر کرنے کی طاقت نہ ہو اور اسباب مہیا نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ حکم بھی نہیں فرماتے اللہ جل شانہ بلا طاقت کسی کو مکلّف نہیں بناتا۔

جن اسباب کے ذریعے تم اپنی خواہشات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہو انہی اسباب کے ذریعے فرائض بھی ادا کئے جا سکتے ہیں تو فرائض کی عدم ادائیگی کے لئے تقدیر کا بہانا کیوں بناتے ہو؟ مثلاً آپ کمائی اور ذاتی منفعت کے خاطر تو سفر کر سکتے ہیں لیکن حج کے لئے کہا جائے تو سفر نہ کر سکنے کا عذر سویرے فجر کی نماز کے لئے اٹھنے کا کہا جائے تو بیدار نہ ہو سکنے کا عذر مگر عید کے لئے یا اور کوئی ضروری کام درپیش ہو تو سویرے اٹھ جاتے ہو اپنے ذاتی کام کے لئے اپنے دوستوں کے ساتھ گھنٹوں کھڑے رہتے ہو مگر نماز کے لئے تھوڑی دیر بھی کھڑے نہیں ہو سکتے' یہ سب بہانے ہیں۔

خدارا! کٹ حجتی مت کرو' بلکہ نیک اعمال کے لئے سر توڑ اور بھرپور کوشش کرو۔ اس لئے کہ وقت ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے' سستی کو ختم کر کے اپنے اندر چستی پیدا کرو' اور غور وفکر سے کام لو' نیک اعمال کرنے والوں کے متعلق سوچو' طاقت ہوتے ہوئے بھی تم ثواب سے کیوں محروم ہو' اس پر تدبر کرو' اس طرح سوچا کرو اگر تمہارے اندر حس ہے تو اپنی کمزوری و سستی و کاہلی پر ندامت ہوگی اور راہِ عمل پر آ جاؤ گے' سوچ و تدبر کے بعد بھی اپنی کمزوری اور دینی نقصان کا ادراک نہ ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا دل مر چکا ہے' مردہ کو زخم سے کیا تکلیف ہوگی۔ جب تو قبر سے اٹھے گا تو تیرا کیا حال ہوگا' نجات پانے والے نجات اور کامیابی کے قریب ہوں گے جب کہ تو پریشان ہوگا' نیک لوگوں کے قدم پل صراط میں تیزی کے ساتھ بڑھتے رہیں گے اور تیرا قدم ڈگمگا جائیگا۔ آہ! سستی کا مزہ ختم ہو جائیگا جبکہ افسوس کی کڑواہٹ برقرار رہے گی' کاہلی کے گلاس کا پانی تو خشک ہوگا مگر ندامت و پشیمانی کا پانی تہ نشین ہوگا' دنیاوی زندگی کا اخروی زندگی کے ساتھ کیا جوڑ ہے' پھر اپنی عمر کا اندازہ کیجئے' کہ آدھی عمر کو سونے اور آدھی کو غفلت کی نذر کر دیا۔ اے انسان! عبرت کی روشنی میں فکر کی نظروں کو کھول دے' اگر تو اپنے باطن کو درست کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور ادعیہ سحر گاہی کا اہتمام کر اور استغفار کرنے والوں کی گاڑی سے چمٹ اور عمل کرنے والوں کی صف میں شامل ہو جا' اور صراط مستقیم پر چلنے کی کوشش کر۔

صراطِ مستقیم کیا ہے:

میں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے اُس قول پر غور کیا جس میں وہ فرماتے ہیں: آج کل جس پر ہم عمل پیرا ہیں' سوائے قبلہ کے میں کچھ نہیں جانتا' تو میں نے کہا ہائے! اگر وہ آج کل ہماری حالت کا نظارہ کرتے تو کیا فرماتے۔ ہمارے پاس صرف شریعت کا نام رہ گیا' شریعت آپ ﷺ کے اقوال وافعال سے پہچانی جاتی ہے' آپ ﷺ کے طریقے سے انحراف کی وجہ یا تو جہالت ہے یا بغاوت۔ انسان اپنی عادت اور طبیعت کے ساتھ چلتا ہے' اور کبھی ایسی راہ چلتا ہے جو شریعت محمدی کے بالکل خلاف ہوتی ہے۔

حضرات صحابہ کرام ؓ نے آپ ﷺ کی مبارک زندگی کا مشاہدہ کیا' آپ کے اقوال مبارکہ کو سنا' اس پر عمل کیا آپ کے طریقے سے سر مو انحراف نہیں کیا۔ مگر پھر بھی ذرا برابر طریقہ سے ہٹنے پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سخت الفاظ استعمال کر رہے' انسان ایک چیز کو سچ جان کر بھی اپنی طبیعت کے مقتضی پر عمل کرتا ہے' اب بھی آپ ﷺ کی احادیث مسلسل چلی آرہی ہیں مگر ان کو حاصل کرنا اور اس پر غور وفکر کرنا لوگوں نے چھوڑ دیا' الا ماشاء اللہ۔ شریعت کے متضاد طریقہ اختیار کئے ہوئے ہیں' اور یہ ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے' جس پر عمل کرنا شریعت پر عمل کرنے سے ان کو آسان لگتا ہے' جب علماء کہلانے والوں کی اکثریت علوم شریعت سے پہلوتہی کرے تو عوام کا کیا کہنا عوام تو عوام ہے۔ جب اکثر علماء نے منقولات سے روگردانی کی تو اصول وفروع کے نام سے بدعت ایجاد کی' اور اصولیین علم کلام میں مشغول ہو کر قرآن وحدیث کے علوم سے نہ صرف کنزور بلکہ کلام کے نام سے منطق وفلسفہ کو شامل علم کر کے اس کی راہ پر چل پڑے۔ پھر فروعات میں الجھ کر بحث ومناظرہ اور جدل میں لگ کر حدیث رسول کے حصول کو ترک کیا جو مدارِ احکام ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ اشعار وغزل کو بہترین آوازوں میں پڑھنے کا اہتمام کر کے علم حدیث میں مشغول ہونے کو ترک کر دیا' اور عوام کو سود' زنا وغیرہ سے منع کرنے سے رہ گئے' ان کو واجبات وفرائض کی ادائیگی کی طرف ترغیب دینے سے پہلوتہی' کی ان کی مجلس لیلیٰ ومجنوں کے تذکروں اور الطور' موسیٰ' ابویزید' الحلاج کے بے مقصد قصوں کا محور بن کر رہ

گئی۔ کچھ لوگوں نے خود کو دوسروں سے الگ تھلگ کر کے اس کو زہد کا نام دیا حتی کہ مریض کی عیادت اور لوگوں کے ساتھ چلنے سے گریز کرنے لگے' ریاضت پر کتابیں تالیف کیں اور شریعت ان کی نظر میں ابو یزید' شبلی اور متصوفین کے کلام کا نام ہوا' اور امراء' اپنے عادات کے مطابق چل کر اس کو سیاست کا نام دیکر اس میں مگن ہو گئے تو شریعتِ محمدیہ کہاں گئی؟ قرآن و حدیث کو پڑھے بغیر شریعت محمدیہ کی معرفت کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ ہمیں شریعت پر عمل کرنے اور بدعات کی تردید کی توفیق نصیب فرمائے۔

نفس' انسانی خواہشات کا طمع کرتا رہتا ہے:

میں نے علی بن حسین الواعظؒ کو منبر پر کہتے ہوئے سنا' وہ کہہ رہا تھا۔ اللہ کی قسم: میں گذشتہ رات اپنے نفس کے ہاتھوں روتا ہی رہا' اس کے قول پر میں سوچتا رہا' کہ اس کے نفس نے اس کے ساتھ کیا کیا کہ جس نے اس کو رونے پر مجبور کیا؟ یہ ایک مالدار شخص ہے' اس کے پاس خوبصورت ترکی باندیاں ہیں' ان کے بارے میں مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ خفیہ طور پر کئی عورتوں سے شادی کر رکھی ہے' اور اسکی خوراک مرغ و ماہی و حلویات سے کم کوئی چیز نہیں' اس کے پاس مال کثیر بھی ہے اور عزت بھی' لوگوں میں فضیلت بھی اور اس نے کچھ علم بھی حاصل کر رکھا ہے' اور اپنی سخاوت سے بہت سے علماء کو بھی اپنا گرویدہ بنایا ہوا ہے' تو میں اس نتیجے پر پہنچا کہ نفس اپنی خواہشات کے حصول میں ایک مقام پر رکنے اور سیر ہونے والا نہیں جب اس کی ایک خواہش پوری ہوتی ہے' تو دوسری کے حصول میں سرگرداں رہتا ہے' ایسا کرتے کرتے عمر کو ختم کرتا ہے' بدن میں کمزوری آجاتی ہے عزت میں بھی حرف پڑتا ہے پھر بھی مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ دنیا میں اس شخص سے زیادہ بے وقوف و کم عقل کوئی نہیں جو دنیاوی لذات کی انتہاء کا طالب ہو' دنیا میں حقیقی لذت حاصل ہو ہی نہیں سکتی' یہاں لذت میں البتہ تکلیف سے چھٹکارا ہے' نیک بخت ہے وہ انسان جو ماحضر پر قناعت کرتا ہے' ایک بیوی نصیب ہو دینی و دنیاوی اعتبار سے بہتر ہو تو اسی کے ساتھ زندگی گذارتا ہے' اس کے ساتھ محبت برقرار رہنے اور بڑھنے کا ایک بڑا سبب اجنبی عورتوں سے

اپنی نظر کو بچانا اور اس کے علاوہ کا لالچ نہ کرنا بھی ہے۔

اس لئے کہ اس کے علاوہ کسی اور عورت کا طمع کرنا بیوی کے ساتھ اس کی زندگی کو تلخ کردیگا' اور اس کے عیوب کو ظاہر کردیگا' تو نفس زیادہ تر دوسری کی طرف مائل ہوگا اور موجودہ بیوی کے ساتھ تعلقات خراب ہوں گے' جس سے اچھی خاصی زندگی تلخی اور نا چاقی کا شکار ہوگی' اور اگر دوسری تک رسائی ہوجائے تو نفس تیسری کے تلاش میں ہوگا' سابقہ کے ساتھ پہلی والی کی طرح حالات خراب ہوں گے بلکہ یہ انتہاء نہیں جتنی بھی شادیاں کرتا رہیگا نفس مزید کا طلب گار ہوتا رہیگا' بلکہ اس کو تو چسکا لگ جائیگا۔ خواہش کے حصول کے باوجود زندگی خوشگوار ہونے کے بجائے تلخ در تلخ ہوجائیگی۔

جبکہ نفس کو خواہش میں بڑھانے کے بجائے اسے لگام دینا' اور اس کے آگے بڑھنے کے لالچ وطمع کو ختم کرنا خوشگوار زندگی کا ضامن ہے' جو شخص میری اس نصیحت پر کان نہ دھرے گا وہ خواہشات نفس کے میدان میں سرگرداں پھریگا' بلکہ اس کی ہلاکت کا سبب بھی بنے گا' اور لوگوں کے طعنوں کے زد میں آئیگا۔ خواہش کی تکمیل کی لذت عار کی کڑواہٹ کو نہیں مٹا سکتی' ان لوگوں کی صف میں فضول خرچی کرنے والا اور اپنے شوہر سے بغض رکھنے والی عورت بھی داخل ہے' دنیا میں سب سے زیادہ بے وقوف وہ سن رسیدہ بوڑھا ہے جو نوعمر لڑکی کا طامع وخواہش مند ہے' اس لئے کہ اس سے کمالِ تمتع حاصل نہیں کرسکتا اگر وہ بالغہ ہوگی تو وہ کثرت جماع کی خواہش مند ہوگی جبکہ بوڑھے سے وہ نہ ہوسکے گا جتنی بھی کوشش کرے اس کی خواہش کو تو پورا نہیں کر پائے گا مگر خود جلدی ہلاکت کے دھانے پر پہنچ جائیگا۔

بوڑھا اپنی خواہش جماع سے دھوکہ نہ کھائے' اس لئے کہ اس کی مثال صبح کاذب کی سی ہے' جو جلد ختم ہونے والی ہے' ہم نے ایسے بوڑھے کو بھی دیکھا ہے کہ جس نے ایک باندی خریدی' اس کے ساتھ شب باشی کی' صبح کو مردہ پایا گیا۔ ایک مرتبہ ایک ہسپتال میں ایک جوان مریض دو مہینے سے داخل تھا' اس کی بیوی اس سے ملنے آئی' اس سے جماع کیا' اور وہ فوراً مرگیا۔ ان دو واقعوں سے معلوم ہوا کہ نفس مرتے دم تک خواہش کرتا رہتا ہے' اور لذات کے طلب کرنے میں لگا رہتا ہے' بحر حال بوڑھا شخص اگر جماع کے علاوہ صرف

استمتاع پر ہی اکتفاء کرے گا تو وہ اس کی دشمن بن جائیگی۔ کبھی اس کی خواہش جماع غالب آجائے تو برا بھلا کہنے سے بھی گریز نہیں کریگی۔ بلکہ بعض دفعہ راستے سے ہٹانے اور قتل تک کا اقدام کرنے کے لئے بھی تیار ہوگی' اور اس عمر رسیدہ شخص سے جس کی عمر ساٹھ سال سے متجاوز ہو چکی ہے طلب خواہش نفس کرنا اور لذات کے پیچھے پڑنا' عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرنا پر ف بُرا نہیں بلکہ بدترین اور قبیح ترین عمل ہے' اگر کوئی دیندار عورت کسی بوڑھے شخص کے ساتھ رہنے پر رضامند ہو جائے تو اس کو چاہیئے کہ اس کے ساتھ لطف و مہربانی' اور مالی فراوانی اور حسن اخلاق سے پیش آئے۔ اور اس کے سامنے نیک و صالحات کے احوال بیان کرے' قیامت کا تذکرہ اور دنیا کی برائی کو بیان کرے' اور اہل عرب کی محبت جس میں صرف عشق ہوتا ہے' وطی کے خواہشمند نہیں ہوتے اس کا بھی تذکرہ کرتا رہے۔

جیسا کہ کسی شاعر کا قول: انما الحب قبلة ☆ وغمز كف وعضد ☆ انما العشق كذا ☆ ان نكح الحب فسد☆

''محبت نام ہے بوسہ لینے ہاتھ سے چھونے کا اور بس یہی عشق ہے اگر معاملہ وطی تک پہنچ جائے تو محبت فاسد ہو جاتی ہے''۔

اور وہ شخص مکمل مسکین ہے جو کسی کام کے انجام کو سوچے بغیر اس میں داخل ہوا اس کی مثال اس پرندے کی سی ہے کہ جال کے نیچے دانے کو دیکھ کر اس کے حصول کے خاطر اس کی طرف لپکے۔ پروں کے پھنس جانے اور ذبح ہونے کو بھول جائے۔

جو کچھ میں نے نظر کی حفاظت' نفس کے طمع و لالچ کو ختم کرنے اور حاصل شدہ پر قناعت کا تذکرہ کیا ہے یہ ایک عقلمند انسان کو جھنجوڑنے والا ہے' اور ان افات سے اس کی جان چھڑانے کا سبب ہے جن کا میں نے تذکرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عقل و دانش اور شریعت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نیکی کو ٹالنا حماقت ہے:

سب سے زیادہ عجیب شے اپنی سلامتی بدن سے دھوکہ کھانا اور اصلاح کے عمل کو ٹالنا ہے

حالانکہ امیدوں کی کوئی انتہاء نہیں' نہ ہی دھوکہ کی کوئی حد ہے' تو یہی سلسلہ چلتا رہتا ہے' صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے امیدوں میں کمی نہیں آتی' اس سے بڑھ کر بھلا عبرت کا اور کیا سامان ہوسکتا ہے' کہ روزانہ قبرستان میں اپنے دوست احباب اور رشتے داروں کی قبروں کو دیکھتا رہتا ہے' اور یہ بھی جانتا ہے کہ مجھے بھی ان کی طرح پیوند خاک ہونا ہے مگر پھر بھی غفلت سے بیدار نہیں ہوتا۔ اللہ کی قسم! یہ بے وقوف اور کم عقلوں کا شیوہ ہے' حاشا وکلّا کوئی عقلمند انسان ایسا نہیں کرسکتا' بلکہ دانشمند انسان اپنی سلامتی وصحت کے زمانے میں تنگی وعزت کے زمانے کے لئے ذخیرہ کرتا ہے اور خصوصاً وہ شخص اور بھی زیادہ کوشش کرتا ہے کہ جس کو معلوم ہے کہ آخرت کے درجات دنیا میں عمل کی بقدر بڑھتے ہیں' مرنے کے بعد تدارک ممکن نہیں' اگر گناہ معاف بھی ہوجائیں تو بھلا وہ عمل کرنے والوں کے مراتب کو پاسکتا ہے؟

جو سمجھ لے کہ گناہ کی لذت تو ختم ہوجائیگی اور اس کی آفات ہمیشہ برقرار رہیں گی تو اسکی عبرت کے لئے یہی کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا کرتے ہیں انه قريب مجيب۔

غافلوں کی مجالس سے پرہیز:

اہل جنت ہر لحظہ اور ہر آن نئی نئی نعمتوں سے مستفیض ہوتے رہتے ہیں' اور یہ بھی معلوم ہے کہ جنت کی یہ نعمتیں دنیا میں نیک اعمال کی بقدر ملتی ہیں جب ایسا ہے تو ایک لحظہ کو ضائع کرنے والے پر بھی تعجب ہے جبکہ صرف ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے سے جنت میں کھجور کا دائم الثمر درخت لگ جاتا ہے' اس عظیم نعمت کے فوت ہونے سے خائف شخص اپنے دل کی حوصلہ افزائی کرکے عمل کی جانب بڑھتا چلا جا۔ اے موت کی کڑواہٹ سے ڈرنے والے عمل کرتا کہ موت کے کڑواہٹ کے بعد راحت کی لذت سے لطف اندوز ہوسکے۔ روح نکلتے وقت بلکہ اس سے بھی قبل اس کو اس کی منازل کا پتہ چل جاتا ہے۔

تمام آفات اجل کے بعد آتی ہیں تیری عمر کا سورج ڈھل چکا ہے غروب ہونے سے پہلے پہلے کچھ کر' ورنہ آگے اندھیری رات آنے والی ہے' جس میں کوئی راہ دکھلانے والا نہیں ہوگا۔ لہذا عقل وفکر کو مجتمع کرکے انجام کی فکر کر' اور نیک اعمال کرنے والوں کے ثواب اور بداعمالی کے عذاب کو پیش نظر رکھ' اور فکر کر تو توفیق الٰہی شامل حال ہوجائیگی۔

اور ایسے لوگوں کی مجالست جن کے سامنے صرف دنیا کی لذتوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے سخت خطرناک اور آخرت سے غافل کرنے والی ہے' اور فہم وفراست عقل ودانش کے لئے سخت مرض کا سبب ہے۔

دنیاوی زندگی کی لذت بھی نیک اعمال ہیں:

میں نے دنیا کے اندر لاحق ہونے والے غموم وھموم پر غور کیا تو معلوم ہوا اس کا اصل سبب دنیا میں منہمک ہوکر یادِ الٰہی سے غافل ہونا ہے' جب دنیا کی کوئی چیز ہاتھ سے نکل جاتی ہے' تو سخت غم ہونے لگتا ہے' لیکن جولوگ معرفت الٰہی کی عظیم دولت سے سرفراز ہیں وہ ہر حال میں راحت وسکون اور اطمنان میں ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قضاء وقدر پر راضی ہوتے ہیں اور سب کو من جانب اللہ سمجھ کر اس پر راضی ہوتے ہیں۔ اگر دعا کریں اور دعا فوراً قبول نہ ہوتو بھی ان کے دلوں میں اعتراض یا شکوک وشبہات پیدا نہیں ہوتے' اس لئے کہ وہ خود کو مملوک تصور کرتے ہیں' ان کے تمام ارادے دین الٰہی کی خدمت کے لئے ہوتے ہیں۔ جو ان صفات عالیہ سے متصف ہو جائے وہ کسی صورت میں آخرت کے مقابلے میں مال جمع کرنے کو ترجیح نہیں دیگا نہ ہی لوگوں سے مخالطت کو اور خواہش نفس کی لذتوں کو ترجیح دیگا' اس لئے کہ وہ ہر وقت یادِ الٰہی میں مگن رہتا ہے' فانی کو قربان کرتا ہے تاکہ باقی کو حاصل کرے' اور یادِ الٰہی کے شوق میں کل کو صاحب کل پر قربان کرتا ہے' مؤدب ہوکر اللہ تعالیٰ سے راز ونیاز میں مدہوش ہوتا ہے' جو ملتا ہے اس پر سر تسلیم خم کرتا ہے' جو لوگ اس عظیم دولت سے ناآشنا ہیں ان کی زندگی سخت مکدر اور تلخ ہوتی ہے' اس لئے کہ وہ دنیا کی طلب ہیں جو ان کو مکمل طور پر حاصل نہیں' جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ ہمیشہ افسوس وحسرت کے ہاتھوں تنگ رہتے ہیں۔

میں نے اپنے نفس میں غور کیا تو اس کو ہر چیز سے خالی پایا۔ اگر بیوی پر اعتماد کروں تو میری چاہت کے مطابق کام نہیں کرتی' اگر اپنی صورت کو بنائے تو اخلاق مکمل نہیں۔ اگر کسی طرح اخلاق کو درست بھی کرلے تو وہ میرے لئے نہیں بلکہ اپنے کسی غرض کے لئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ میرے انتقال کی منتظر ہو۔ یہی صورت حال اولاد کی ہے' اور یہی حال

خادم اور مرید کا ہے اگر ان کو مجھ سے کوئی فائدہ نہ پہنچے تو میرے قریب نہ پھٹکیں۔
باقی رہا سچا دوست اور اللہ کے لئے دوستی کرنے والا ایسے لوگ دنیا میں عنقاء ہیں۔ اور خود اپنے نفس کو دیکھا اس کا معاملہ بھی میرے ساتھ صاف نہیں ہے صحیح حالت پر نہیں رہتا تو خالق کے سوا کوئی نہ رہا تو اس کے انعام پر توکل کرتا ہو تو آزمائش سے مامون نہیں ہوں اگر معافی کی امید رکھتا ہو تو عقوبت کا ڈر ستاتا ہے' تو میں نے کہا جائے افسوس نہ طمانیت ہے نہ کہیں قرار۔

انجام کو پیش نظر رکھنا:

لوگوں میں وہ شخص سب سے زیادہ احمق اور بے وقوف ہے جو موجودہ حالت پر عمل کرے انجام کو نہ سوچے مثلاً حکمران اپنی حکومتی قوت پر اعتماد کر کے دھوکہ کھا جاتے ہیں حکومت ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو ہلاکت کے گڑھے میں گر جاتے ہیں۔ اور کچھ ذاتی تسلط اور قوت پر گھمنڈ کرتے ہیں جب طاقت ختم ہو جاتی ہے تو ندامت سے انگلیاں کاٹنے پر مجبور ہوتے ہیں۔
اس طرح مال دار لوگ مالی فراوانی سے مغرور ہوتے ہیں مگر اس کے ختم ہونے اور فنا ہونے کی طرف نظر نہیں کرتے۔ اس طرح کچھ کھانے پینے' خواہشات کو پورا کرتے وقت یہ نہیں سوچتے کہ اس سے صحت خراب بھی ہو سکتی ہے' اور بدن امراض مختلفہ کی آماجگاہ بن سکتا ہے' عقل مند انسان کسی چیز کے اندر داخل ہونے سے پہلے اس سے نکلنے کے لئے سامان مہیا کرتا ہے حالت ایک جیسی نہیں رہتی تو دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر کام کو کرنے سے قبل اس کے انجام کو پیش نظر رکھا جائے' ممکنہ خطرات ملحوظ نظر ہوں اور پھونک پھونک کر قدم رکھا جائے حتی کہ معاملات میں اپنی بیوی اور اولاد پر بھی بھروسہ نہ ہو اور دنیا سے کوچ کرنے کی تیاریوں میں ہو۔

کن لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے:

جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء اور سلف صالحین کی سیرتوں پر نظر رکھنے کی دولت سے نوازا ہو اس کے سامنے جہاں ایک اندھیرا اور اکثر علماء جادہ سے ہٹے ہوئے نظر آئیں گے اور ان کی

مخالطت و مجالست بے فائدہ بلکہ ضرر رساں نظر آئیگی' اور وہ شخص بھی بڑا قابل تعجب ہے انسانی طبیعت کے متاثر ہونے اور دوسروں کے اندرونی خیال کو اخذ کرنے کی صلاحیت جانتے ہوئے بھی ایسے لوگوں کی مجالست اختیار کرے ہاں علمی و عملی لحاظ سے ارفع لوگوں کی صحبت اختیار کرنا عظیم فائدہ اور اصلاح کا بہترین ذریعہ ہے۔ اور علم و عمل میں ناقص لوگوں کے ساتھ بیٹھنا نقصان دہ اور باعث ضرر ہے۔ اور عوام کو وعظ و نصیحت کرنے کے لئے مجالست ہو تو حرج نہیں ہے' بلکہ اس وقت بھی خود کو حتی المقدور بچانے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ خاص کر اس زمانے کی عوام کے ساتھ مجالست اور نشست و برخاست کو رکھنا تو دل کی دنیا اور فہم و فراست کو اندھیرا کرنا ہے' اگر کوئی عالم مخالطت عوام پر مجبور ہو تو بھی خود کو بچانے کی از حد کوشش کرنی چاہیئے' تاکہ دل کی حفاظت ہو' اور وعظ و نصیحت اور تادیب کے کلمات کے سوا اور کوئی کلمات و گپ شپ نہ ہو' عوام تو عوام بلکہ اکثر علماء کی مجالست بھی نقصان سے خالی نہیں ہوتی' کیونکہ ان کا مقصود علم سے عمل نہیں ہوتا بلکہ علم برائے علم ہوتا ہے' ان کی مجالس میں آخرت کا تذکرہ اور خوف خدا کی طرف رغبت دلانے والی کوئی بات نہیں ہوتی۔ بلکہ غیبت' دوسروں پر علمی فوقیت کے تذکرے اور حصول دنیا کی باتیں ہوتی ہیں۔ اس پر مستزاد یہ کہ ان کے دلوں میں ہم عصروں کے ساتھ حسد کا قبیح مرض بھی پورے آب و تاب کے ساتھ موجزن ہوتا ہے' اور امراء و سلاطین کے ساتھ نشست و برخاست تو دینی فساد کا سبب ہیں' اس لئے کہ کوئی حاصل ہوا بھی دنیاوی عہدہ جو ظلم سے خالی نہیں ہوتے۔ اگر کوئی دینی عہدہ مثلاً قاضی وغیرہ بننا نصیب ہو تو امراء کے حکم کے مطابق چلنا پڑتا ہے۔

غرض کسی بھی طبقے کے ساتھ مخالطت بہتر نہیں ہے' سوائے ان علماء و صلحاء کے جو مضبوط عملی کمال کے ساتھ علمی لحاظ سے بھی کامل ہوں' اس زمانے میں' میں نے بہ کثرت' ایسے لوگوں کو دیکھا جو رقم خرچ کر کے عہدہ قضاء حاصل کرتے ہیں' تاکہ عزت و رفعت حاصل ہو' اور اس طرح جاہل صوفیوں کی مجالست بھی خطرے سے خالی نہیں' علم کی کمی کی وجہ سے جادۂ حق سے نکلے ہوئے ہوتے ہیں' خود کو بزرگ سمجھ کر بازار تک جانے کو اپنی شان کے

خلاف سمجھتے ہیں۔ یہ سب کچھ دکھلاوا ہے طاہر بن حسین نے ایک صوفی سے پوچھا کہ عراق آئے ہوئے آپ کو کتنے سال ہو گئے؟ کہنے لگا: بیس سال سے عراق میں رہائش پذیر ہوں' اور تیس سال سے مسلسل روزے رکھ رہا ہوں۔ طاہر بن حسین نے کہا: میں نے آپ سے ایک بات پوچھی آپ نے دو باتیں بتلائیں؟ مسجد سے باہر کمرے گویا بے کار اور کاہل لوگوں کی دکانیں ہیں' جہاں بیٹھ کر محنت و کمائی کے بغیر زکوۃ وصدقات کھاتے رہتے ہیں۔ ان میں سے اکثریت نفل نماز اور تہجد تک سے غافل ہے بلکہ ان کا کام کھانا 'پینا اور رقص کرنا ہے۔ اور ایسے طریقے ایجاد کئے جاتے ہیں جن کا وجود شریعت مطہرہ میں نہیں ملتا۔ موٹے اور صوف کے لباس پہنے ہوئے ہوتے ہیں' ان کے ہاں زہد بس اسی کا نام ہے کہ کم ترین اور کمزور لباس پہنا جائے' ان کے لباس چیخ چیخ کر بتا رہے ہیں کہ ہم زاہد و عابد ہیں' مگر ان کے پوشیدہ افعال پر اگر کوئی مطلع ہو جائے تو باعث شرمندگی ہو' اس لباس کے ساتھ کھانا پینا اعلیٰ حلویات کا استعمال زوروں پر۔ حالانکہ حضور ﷺ نے مالک ابن فضالہؓ سے فرمایا تھا جب اس کو بد ہیئت اور پراگندہ بال دیکھا تھا' کیا تیرے پاس مال نہیں ہے؟ کہنے لگا: کیوں نہیں اللہ تعالیٰ نے مال کی تمام انواع سے نوازا ہے' تو آپؐ نے فرمایا: اللہ عزوجل جب اپنے بندے کو نعمت سے نوازتے ہیں تو اس کے اثر کو اپنے بندے پر دیکھنا بھی پسند فرماتے ہیں'' ان جاہل صوفیوں کا کام لوگوں کو علم سے متنفر کرنا اور یہ کہنا کہ ان واسطوں کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ دل اور اللہ اور بس۔ ان کے دیگر منکر اقوال و افعال کے متعلق میں نے اپنی کتاب ''تلبیسِ ابلیس'' میں لکھا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو اسلاف کی سیرتوں پر نظر کی توفیق بخشی ہو' اس کو چاہیئے کہ غیر ضروری تعلقات اور مخالطت سے پہلوتہی کرے۔

لذتِ نفس کے پیچھے پڑنا:

خواہش نفس کی لذتوں میں منہمک شخص سے بڑھ کر کوئی جاہل نہیں ہو سکتا۔ لذائذ کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم مباح اور جائز' دوسری ناجائز' جائز لذت بھی مہماتِ دین کو ضائع کئے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ اگر ان میں سے ایک دانہ حاصل ہو جائے تو اپنے ساتھ

ڈھیروں غم بھی لاتا ہے' اس کے باوجود وہ خالص لذت نہیں ہوتی اس کے ساتھ ہزاروں کدورتیں لگی ہوتی ہیں۔ جب حصول کے بعد اس کے ختم ہونے اور اس کے مکدرات وغموم کے برقرار رہنے کا تصور کیا جائے تو نفس کے لئے باعث غم و پریشانی ہے۔

گویا ہر لذت اپنے ساتھ بے شمار غموم وھموم لیکر آتی ہے' اس کے باوجود اس میں منہمک ہونا عقلی بیماری اور طبعی خرابی کی علامت ہے۔ جاننے کے باوجود اور عمر کی کوتاہی کے یقین ہونے کے علی الرغم آخرت کے لئے فکر نہ کرنا انتہائی تعجب خیز ہے۔

اور لذت کی دوسری قسم ممنوع اور حرام ہے' اس کی سزا اور عار ہونا باعث شرمندگی اور سبب عذاب دنیاوی اور سزاءِ اخروی ہونے کا تذکرہ سابق میں کر چکا ہوں۔

اللہ کی قسم! جائز لذات کا حصول بھی فضائل ومناقب کی راہ میں رکاوٹ ہے حرام کا تو کیا کہنا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایسی بیداری عطا فرمائے جو ہمارے لئے باعث فائدہ ہو۔

عمل میں سستی کے اسباب:

انسانوں کی حالت پر میں نے غور وتأمل کیا تو ان کی حالت مجھے عجیب لگی وہ اس طرح کہ بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ وعظ ونصیحت بھی سنتے ہیں' آخرت بھی ان کو یاد آتی ہے اور وعظ کہنے والے کی سچائی کا بھی انہیں یقین ہے' اور خوف آخرت سے روتے بھی ہیں' اپنی کوتاہی کا بھی اقرار ہے۔ اور اس کی تلافی کا بھی عزم کرتے ہیں مگر پھر بھی اپنے عزم وارادے کے تقاضے پر عمل نہیں کر پاتے' اور عملی کمزوری میں مبتلا ہوتے ہیں' اگر ان سے پوچھا جائے کہ تمہیں وعدہ الٰہی پر شک ہے؟ تو کہتے ہیں نہیں' ہرگز شک نہیں ہے' تو ان سے کہا جاتا ہے کہ پھر عمل کرو' تو عمل کرنے کی نیت کرتے ہیں پھر عمل کی طرف نہیں آتے۔ بسا اوقات حرام لذت کی طرف بھی ہاتھ بڑھاتے ہیں حالانکہ اس کی حرمت سے باخبر ہوتے ہیں' تو اس کے اسباب پر میں نے غور وتأمل کیا کہ صحیح اعتقاد کے باوجود عملی سستی کیوں؟ تو مجھے معلوم ہوا کہ اس کے تین سبب ہیں:

پہلا سبب: فی الحال کی خواہش اس کو دیکھ کہ اس کی برائی سے بے فکر ہونا ہے۔

دوسرا سبب: توبہ اور رجوع الی اللہ میں ٹال مٹول سے کام لینا' اگر یہ لوگ عقل سے کام لیتے تو تاخیری حربے کی آفت سے بچ جاتے' بعض دفعہ تاخیر کرتے کرتے اچانک موت طاری ہوتی ہے اور توبہ کا موقع تک نہیں ملتا۔

موت کے لاحق ہونے میں کیا دیر لگتی ہے' بس ایک لحہ میں روح نکلنے کی دیر ہے' تعجب ہے پھر بھی عقل سے کام نہیں لیتے' اس لئے صاحب شرع علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔(صل صلوۃ مودع) یعنی دنیا سے رخصت ہونے والے کی طرح نماز پڑھ' اس طرح نماز پڑھنا اس بیماری کے لئے آخری دواء ہے' اس لئے کہ جس شخص کا یہ خیال ہو کہ یہ میری آخری نماز ہے اس کے بعد مرنا ہے' تو وہ اس نماز کو درست کرنے کے لئے سرتوڑ کوشش کریگا۔

تیسرا سبب: رحمت الٰہی کی امید ہے' گناہ کرنے والا سوچتا ہے کہ میرا رب رحیم ہے' مگر یہ بھول جاتا ہے کہ وہ شدید العقاب بھی ہے۔ اس لئے رحمت رقت قلبی کا نام نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو چڑیا ذبح نہ کی جاتی اور کوئی بچہ تکلیف میں مبتلا نہ کیا جاتا' اس اللہ ہی نے چند درھم کی چوری پر ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

اسباب تفاخر وعُجب سے بچنا:

میں نے اس روایت پر نظر کی جس میں فرمایا گیا کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ایک انگوٹھی پہنی' پھر اپنے ہاتھ مبارک سے نکال کر پھینک دی (۱) اور اس قسم کے زیور زیب تن کرنے کو ناپسند فرمایا۔ اور میں اس بات پر غور کرتا رہا جس میں بتایا گیا ہے کہ ایک شخص خوبصورت لباس میں ملبوس ہو کر بالوں کو کنگھی کر کے سخت تکبر کے ساتھ نکلا تو اس کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور برابر دھنسا چلا جا رہا ہے' اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہیگا (۲)۔ تو میں نے سمجھا کہ مومن کو فاخرانہ لباس پہننا مناسب نہیں' اس لئے کہ اس سے خود پسندی کے مہلک مرض میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے جبکہ نفس کو مناسب ہے کہ وہ خالق کائنات کے آگے ذلیل ہو۔ بنی اسرائیل کے بعض قدیم علماء چال میں تکبر پیدا ہونے کے خطرے سے لاٹھی کے بل چلتے۔ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے ایک لباس زیب تن فرمایا

اور یہ ان کو پسند آیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اس حالت میں اللہ تعالیٰ آپ کی طرف نہیں دیکھ رہے ہیں''۔

رسول اللہ ﷺ نے نقش و نگار والی ایک چادر زیب تن فرمائی اور فرمایا: اس نے مجھ کو نماز سے غافل کر دیا (۱) یہ تمام احادیث فاخرانہ لباس اور خود پسندی کے اسباب سے منع کرتی ہیں۔ ریشم کا استعمال اسی وجہ سے ہی تو حرام ہے' اسی طرح انگوٹھی پہننا' لمبے آستینوں والی قمیض وغیرہ بھی اس زمرے میں آتے ہیں' میں نہیں کہتا کہ ان چیزوں کا استعمال حرام ہے ہاں البتہ یہ چیزیں بسا اوقات حرام اور عجب و خود پسندی کا سبب بنتی ہیں۔

توجہ الی اللہ:

جو شخص اپنے خیالات کو مجتمع اور دل کی اصلاح کا خواہاں ہو اس کو چاہئے کہ لوگوں کی مخالطت اور ان کے ساتھ بے جا نشست و برخاست سے حتی الامکان پرہیز کرے۔ میں نے بارہا اپنے نفس کو عزلت نشینی کی عادت ڈلوا کر تجربہ کیا۔ تو خیالات مجتمع ہوئے اور اسلاف کے حالات پڑھنے کا موقع مل گیا تو میں اس نتیجے پر پہنچ گیا کہ گوشہ نشینی سبب حفاظت ہے اور اسلاف کے احوال کا مطالعہ دوا ہے' گوشہ نشینی اختیار کر کے اس دوا کو استعمال کیا جائے تو بہت زیادہ نافع ہوگا۔ جب میں نے نفس کو لوگوں کی مجالست اور ملاقاتوں کے لئے چھوٹ دیدی تو خیالات منتشر ہو گئے' جمعیت خاطر ختم ہو گئی' جس کی حفاظت کی تھی اس پر ذھول واقع ہوا اور غفلت کے برے اثرات سے بچ نہ سکا' کیوں کہ اکثر ملاقاتی اور اہل مجلس ارباب غفلت تھے' اور طبیعت خفیہ طور پر ان کی طبیعتوں سے چوری چھپے اثر قبول کرتی تھی۔

جب میں اپنے دل کی طرف متوجہ ہوا تو اس کو پہلے کی طرح نہیں پایا' اس کو اپنی جگہ کی طرف لانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا' میرا دل اس ملاقات سے کئی روز تک متشوش رہا' توڑنے کے لئے عمارت بنانے کا کیا فائدہ! اس لئے کہ دوام عزلت نشینی بناءِ عمارت اور احوال اسلاف کا مطالعہ اس کا ارتفاع ہے اور لوگوں کے ساتھ مخالطت و مجالست طویل

(۱) بخاری ۲۶۶' مسلم ۲۰۹۱' ترمذی فی الشمائل (۲) بخاری' مسلم۔

مدت سے بنائی ہوئی بلند عمارت کو ایک لحظہ میں توڑنے کا سبب ہے' اور دل کے کمزور ہونے کا باعث ہے' صاحبِ فہم آدمی دل کی بیماریوں اور دل کے اعراض کرنے اور اپنی جگہ سے منحرف ہونے کو سمجھتا ہے۔

دل کے مرض میں مبتلا ہونے کا سبب یہ ہے کہ دل تخلیط عوام سے جب محفوظ ہوتا ہے' تو علم اور سیرت اسلاف سے غذا حاصل کرتا ہے' اختلاط ہونے کی صورت میں اس کا مزاج اس کو قبول نہیں کر پاتا ہے تو مرض لاحق ہو جاتا ہے' لہذا اے دل کی اصلاح کے خواہشمند! خلوت کو اپنے لئے لازم بنا' اور نفس کو جلوت سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کر' اس کی صورت یہ ہے اس کا تعلق خالق کائنات اور محبوب حقیقی کے ساتھ جوڑ دو۔ اور مخالطت کے مضرات سے نفس کو باخبر رکھو' جب محبوب حقیقی کے ساتھ تعلق مضبوط ہو جائے گا تو غیر کی طرف التفات ہی نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے تعلق بیداری کا ذریعہ ہے:

میں نے راہ ہدایت پر چلنے والوں اور خواب غفلت سے بیدار لوگوں کی ہدایت اور بیداری کے اسباب پر جب غور کیا تو پتہ چلا کہ اس کا بڑا سبب اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خود کو جوڑنا اور ہر کام میں یاد الٰہی اختیار کرنا ہے۔ کبھی یہ بیداری تھوڑا سا غور وفکر کرنے اور عقل سے کام لینے سے حاصل ہوتی ہے' جب انسان عقل سے کام لیکر اپنے نفس پر غور کرتا ہے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کوئی صانع اور خالق ہے جو اس سے اپنے حقوق ادا کرنے اور اپنی عطا کردہ نعمتوں پر شکر کرنے اور اپنے عذاب سے ڈرنے' کا مطالبہ فرماتا ہے' تو وہ خواب غفلت سے بیدار ہو جاتا ہے۔

اصحاب کہف کے ساتھ یہی کچھ ہوا۔ آیت کریمہ ﴿ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ کی تفسیر میں آیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے دل میں ایک بیداری محسوس کی اور دل ہی دل میں گویا ہوئے' کہ اس کائنات کا ضرور کوئی خالق ہوگا' اسی بات کا ان کے دل میں شدت سے احساس ہونے لگا' تو وہ صحراء کے طرف نکل پڑے اور کیف ما اتفق یک جا ہونے کے بعد ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔ تم یہاں

بیابان میں کیوں آئے ہوئے ہو؟ پھر ایک دوسرے کے خیالات کی تصدیق کرنے لگے۔لوگوں کی بیداری کا یہ ظاہری سبب ہے' اور پھر اگر وہ وعظ نصیحت بھی سن لیں تو دل کی فکر اس ظاہری سبب کو مزید اجاگر کر کے سامنے لاتی ہے' پھران لوگوں کی کئی قسمیں ہیں۔ چنانچہ بعض ان میں سے متنبہ تو ہوتے ہیں مگر خواہش ان پر غالب آتی ہے اور سابقہ عادت پر مائل ہورہی ہے' اس طرح انہیں انتباہ سے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں بلکہ الٹا ان کے خلاف حجت ہونے کا خطرہ ہے۔ ان میں سے کچھ لوگ دو چیزوں کے درمیان سخت مقابلے اور مجاہدے میں مشغول رہتے ہیں یعنی عقل ان کو تقوی کا حکم دیتی ہے اور خواہش نفس اپنے مطلوب کے حصول کی ترغیب دیتی رہتی ہے۔

تو ان میں سے بعض طویل مجاہدے اور محنت و مشقت کے بعد خواہشات نفس کے ہاتھوں مغلوب ہوکر دوبارہ شر کی طرف عود کر جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کے دل پر مہر لگ جاتی ہے' اور کچھ لوگ اس جنگ میں کبھی غالب ہوتے ہیں اور کبھی مغلوب' کچھ نیک بخت لوگ محنت کر کے اپنے دشمن کو قید کرتے ہیں' ان کا دشمن سوائے وسوسہ ڈالنے کے اور کچھ نہیں کرسکتا۔ اور اللہ کے کچھ نیک بخت لوگ ایسے بھی ہیں کہ وہ جب سے خواب غفلت سے بیدار ہوئے ہیں اس وقت سے غافل نہیں ہوئے ہیں' انہوں نے جب سے راہِ الٰہی میں چلنا شروع کیا ہے مسلسل ترقی کے منازل یکے بعد دیگرے طے کرتے رہتے ہیں۔ جب بھی ایک مقام کو سر کر کے دوسرے مقام پر قدم رکھتے ہیں سابقہ مقام میں اپنی کوتاہی کا احساس کرتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں۔ جان لیجئے کہ اور یقین کر لیجئے' حق سبحانہ وتعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ پاؤں سے چل کر نہیں طے کیا جاتا بلکہ وہ دلوں کے ذریعے سر کیا جاتا ہے' اور شہوات عاجلہ اس راستے کے ڈاکو ہیں اور یہ راستہ اندھیری رات کی طرح ہے اس کی روشنی طلب صادق ہے جو راہِ حق کی طرف رہنما ہے اور غیر ضروری حرکات سے روکتی ہے۔

بدن کی خوبصورتی پر اترانے کا کیا معنی؟:

وہ لوگ بڑے قابل تعجب ہیں کہ جو اپنی صورت پر فخر کرتے ہیں اور ان کی چال ڈھال سے تکبر وغرور ٹپکتا ہے' اور انتہائی بڑائی اور فاخرانہ انداز سے چلتے ہیں مگر اس حقیقت کو بھول

جاتے ہیں کہ انکی ابتداء چند لقموں اور ایک گھونٹ پانی سے ہے کہ انسان کچھ ٹکڑے روٹی یا گوشت کی بوٹیوں کو پیٹ میں پہنچاتا ہے' پیٹ ان کو خون بنا کر قطرہ منی میں تبدیل کر دیتا ہے' وہ جا کر خصیتین میں قرار پکڑتا ہے' پھر شہوت ان کو حرکت دیکر رحم مادر میں پہنچا دیتی ہے وہاں کچھ مدت ٹھہرنے کے بعد انسانی صورت میں تبدیل ہوتا ہے' پھر بچے کی صورت میں دنیا میں پیدا ہو کر بول و براز سے لت پت کپڑے میں لپٹا ہوا ہوتا ہے' یہ تھی اس کی ابتداء۔ اب سنیئے انتہاء' مرنے کے بعد اس کو منوں مٹی کے اندر دبایا جائے گا' کیڑے مکوڑے اس سے اپنے پیٹ بھریں گے' ریزہ ریزہ ہو کر مٹی بن جائیگا' اور اس کے بدن کی مٹی نہ معلوم کتنی جگہ تبدیل ہوتی رہے گی' یہاں تک کہ قیامت میں مجتمع ہو کر دوبارہ زندہ ہو جائیگا' یہ احوال و اخبار اس کے بدن کے ہیں' باقی رہی اس کی روح جس پر اس کے اعمال کا مدار ہے وہ اگر ادب کے دولت سے مالا مال اور علم کے زیور سے مزین ہے اور معرفت الٰہی سے بہرہ ور ہو کر حقوق ادا کرتی رہی تھی تو بدن کی کمزوری اور اس کا ختم ہونا اس کے لئے نقصان دہ نہیں لیکن اگر وہ بھی جہالت کی قبیح صفت پر برقرار رہی تو اس کا حال مٹی سے بھی بدتر ہوگا۔

عمل کو خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کرنا چاہیئے:

ان لوگوں پر تعجب کرتا ہوں جو زہد و تقوی کو محض لوگوں کو خوش کرنے اور ان کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے اختیار کرتے ہیں' اور یہ بھول جاتے ہیں کہ لوگوں کے دل اس عظیم ذات کے قبضۂ قدرت میں ہے جس کے لئے عمل کرنا چاہیئے۔ اگر وہ اس کے عمل سے راضی ہوا اور اس کو خالص پائے تو لوگوں کے دلوں کو ان کی مائل کر دیگا' اور اگر اس نے ان کے اعمال کو خالص نہ پایا تو لوگوں کے قلوب کو ان سے متنفر کر دیگا' اگر عمل کرنے والے کے پیش نظر لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا ہے تو سمجھ لیں کہ اس نے اپنی نیت میں ساتھ شرک شامل کیا' اس لئے کہ عبادت خالص اللہ تعالیٰ ہی کو راضی کرنے کے لئے کی جاتی ہے' اخلاصِ عمل کے لئے یہ ضروری ہے کہ لوگوں کی طرف اس کی نظر التفات نہ جائے اس لئے کہ اخلاص اس کے بغیر حاصل ہی نہیں ہوتا' بلکہ کمال اخلاص اس کو ناپسند کرنے

میں ہے' انسان کو یہ یقین کر لینا چاہیئے کہ اس کے تمام اعمال لوگوں کے سامنے خود ظاہر ہوں گے اگر چہ ان کو چھپا کر کیا جائے' اس لئے کہ لوگوں کے دل نیک آدمی کی نیکی کی خود گواہی دیتے ہیں' اگر انسان نیک اعمال مخلوق کو دکھانے کے لئے کرے تو اس کا عمل ضائع ہو گیا اس لئے کہ یہ عمل خالق کے ہاں مقبول ہے اور نہ مخلوق کے ہاں اس لئے مخلوق کے دل اس سے اعراض کریں گے' اس طرح اس کی عمر بھی غارت گئی اور عمل بھی ضائع ہوا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (لو ان احدکم یعمل فی صخرۃ صحاء لیس لھا باب ولا کوۃ لخرج للناس عملہ کان ماکان(۱))

علماء سوء:

ہمارے پاس ایک مرتبہ کسی عجمی علاقہ کا ایک عالم جو اپنے شہر کا قاضی بھی تھا' آیا' میں نے دیکھا کہ اس کی سواری کے اوپر سونے کی چیزیں اور خود ان کے پاس چاندی کی چیزیں ہیں اور ان کے پاس بہت ساری چیزیں ایسی جن کا استعمال ناجائز ہے دیکھیں' میں نے کہا اس علم کا کیا فائدہ؟ یہ تو ان کے خلاف حجت ہے' اس سب کی وجہ صحابہ و تابعین و سلف صالحین کی زندگیوں سے بے خبری ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ پر عدم نظر' اور اسے چھوڑ کر دوسرے ظاہری علوم میں مشغول ہونا ہے' اور علمی لحاظ سے ایک دوسرے سے فوقیت حاصل کرنا ہے' اور فہم کی کمی بھی اس کی ایک وجہ ہے' بعض علماء کو دیکھا ہے کہ اپنے بچوں کو ساری رات والدین کی خدمت پر لگا دیتے ہیں' والدین کے ساتھ تو نیکی کی مگر بچوں کو ایذا پہنچا کر گناہ کیا اس کی طرف نظر نہیں جاتی' اگر فہم کی کمی نہ ہوتی تو کوئی متکبر تکبر نہ کرتا' ماہر فی الفن اللہ تعالیٰ کے شکر بجا نہ لا سکنے کا خوف کرتا اور خود کو سب سے حقیر اور کم تر سمجھتا۔

توبہ کر کے بھی خائف رہنا چاہیئے:

دانشمندی کا تقاضا تو یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ کر کے اور گریہ زاری کر کے بھی ڈرتا رہنا چاہیے' میں نے اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ گناہوں سے توبہ کر کے ایسے مطمئن ہوتے ہیں گویا توبہ کی

(۱) مسند احمد: ابویعلی' ابن حبان ۱۹۴۲۔

قبولیت کا یقین ہوگیا' حالانکہ یہ پوشیدہ معاملہ ہے' توبہ اگر قبول ہوئی بھی ہو تو گناہ کرنے کی شرمندگی تو ضرور باقی ہے' توبہ کرنے کے بعد بھی خائف رہنے کی وہ حدیث مؤید ہے جو صحاح میں مذکور ہے' حدیث یہ ہے کہ قیامت کے دن سفارش کے لئے لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے' تو وہ فرمائیں گے میرا ایک گناہ ہے' اور نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے ان سے سفارش کرنے کی درخواست کریں گے تو وہ فرمائیں گے کہ میرا ایک گناہ ہے' پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے' اور حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے سفارش کی درخواست کریں گے تو یہ سب حضرات اپنے گناہوں کا عذر کریں گے حالانکہ وہ درحقیقت گناہ ہی نہیں ہیں' پھر اس سے توبہ بھی کر چکے ہیں اور وہ معاف بھی ہو چکا ہے مگر اس کے باوجود بھی سخت خوف زدہ ہیں۔ اس کیطرف توجہ کرنے والے کم لوگ نظر آتے ہیں' وہ یہ سمجھتے ہیں سچی توبہ تمام گناہوں کو سمیٹ لے گئی' حالانکہ توبہ کر کے بھی خائف اور شرمندہ رہنا چاہیئے۔

عمر کو غنیمت جاننا:

جب میں خود اپنے نفس کو اور دوسرے لوگوں کو دیکھتا ہوں تو سخت تعجب کرتا ہوں کہ عمر کی کوتاہی کو جاننے کے باوجود اس عظیم سرمائے کو غفلت اور بے دردی سے ضائع کرتے ہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ آخرت میں اجر وثواب دنیا میں کیئے گئے اعمال کی بقدر ملتے ہیں۔ اے کوتاہ عمر والے! اپنے ہر ہر لحظے کو غنیمت جان' اور اس کو قیمتی سے قیمتی تر بنانے سے ہرگز غفلت نہ کر' اپنے دل کو خالق کائنات کی یاد سے غافل ہونے سے بچاؤ اور نفس کو اس کی خواہشات سے منع کرتے رہو' اور اس کی لگام کو ڈھیلی نہ چھوڑو' اور وہ انسان انتہائی قبیح ہے جو میدان کارزار میں ہو اور اس سے غافل ہو کر دوسری طرف مشغول ہو۔

تسبیح واستغفار کی حقیقت:

اکثر لوگوں کی عبادات کا میں نے جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ وہ عبادت بطور عادت کے کر رہے ہیں۔ باقی رہے ارباب یقظہ یعنی بیدار لوگ' ان کی عادات بھی عبادات ہیں' اس لئے غافل شخص بھی سبحان اللہ کہتا ہے لیکن عادت کے طور پر' اور ایک فکر مند اور بیدار شخص

مسلسل اللہ تعالیٰ کی عجیب مخلوق کو بنظر غائر دیکھتا ہے' ان کی خلقت پر غور و تدبر کرتا ہے تو اس کی فکر اس کو اس بات پر ابھارتی ہے کہ وہ ''سبحان اللہ'' کہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت پر بے ساختہ سبحان اللہ کا ورد کرتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ انسان صرف ایک انار کی خلقت پر غور کرے گا تو اس کے دانوں کی عجیب ترتیب سے' پھر ہر ایک دانے کا عجیب اور باریک پردے میں محفوظ ہونا اور شیریں پانی کا رس اس کے اندر برقرار ہونا کمال قدرت الٰہی پر غور کرنیکی دعوت دیتا ہے' اسی طرح انڈے کے اندر چوزے کا صورت اختیار کرنا' ماں کے پیٹ میں انتڑیوں کے اندر ایک خوبصورت انسان کی تخلیق اور اس کے علاوہ دوسری تمام مخلوقات انسان کو خالق کائنات کی عظیم قدرت پر غور و تدبر اور فکر و نظر کرنے کی دعوت دیتی ہے' اور فکر کے بعد سبحان اللہ کے الفاظ زبان سے جاری ہوتے ہیں' جو تسبیح و تحمید و عبادت ہے اور بیدار لوگوں کی تسبیح ہے۔

اس طرح یہ لوگ گناہ کی قباحتوں کو سوچتے ہیں تو دل میں پریشانی یا دماغ میں فکر اور شرمندگی محسوس ہوتی ہے' تو دل سے استغفر اللہ کہتے ہیں' یہ ہے تسبیح اور استغفار کی حقیقت اور غافل لوگ بھی یہ الفاظ اپنی زبانوں پر لاتے ہیں' مگر دونوں فریقوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔

دل کی پاکیزگی کا سبب تقویٰ ہے:

جو شخص قلبی پاکیزگی سے بہرہ ور اور اللہ تعالیٰ سے مناجات کی لذت سے آشنا ہوا سے چاہیئے کہ اپنے اس پاکیزہ خیال کی بھرپور حفاظت کرے' اور اس میں تغیر و تبدل لانے سے از حد احتراز کرے' قلب کی پاکیزگی اور یاد الٰہی کی لذت تقویٰ ہی سے برقرار رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے پاکیزہ دل اور اپنی مناجات کی لذت سے نوازا تھا۔

ایک مرتبہ کسی حکمران نے مجھے اپنے ہاں کھانے کی دعوت دی' اس کا انکار کرنا میرے لئے ممکن نہ تھا' میں نے کھانا کھایا تو بڑے شدائد سے دوچار ہوا' اس کی سزا فوراً محسوس کی اور کافی مدت تک یہ کیفیت رہی اور میں اپنے دل سے نالاں رہا اور جو کیفیات میرے قلب کے نہاں خانے میں تھیں سب غائب ہوگئیں۔ میں نے کہا' ہائے افسوس! میں اس کھانے

کے متعلق مکرہ (مجبور) کی طرح تھا۔ اور میں سوچتا رہا' اس میں جانے اور نہ جانے کے بارے غور وفکر کیا' اور کہا کہ چند لقمے سے گذارہ کروں گا' مگر طبعی خواہش گذارہ سے زیادہ کی طرف مائل ہوئی' کھانے اور تاویل اس کو حلال بنانے کی کوشش کی یہاں تک کہ میں نے اس میں سے کھالیا' مگر نتیجہ یہ ہوا کہ میری قلبی کیفیات ختم ہوگئیں۔ ﴿فاعتبروا یا اولی الابصار﴾۔

طالب آخرت کبھی غافل نہیں ہوتا:

مؤمن کے ارادے آخرت کے ساتھ لگے ہوتے ہیں' دنیا کا ہر کام اور ہر چیز اس کو فکر آخرت کی طرف دعوت دیتی ہے' اور دنیا کی کوئی چیز اس کو آخرت سے غافل نہیں کرسکتی۔ ذرا غور کرو' جب پیشہ ور لوگ کسی آباد مکان میں داخل ہوتے ہیں تو یہ انداز نظر مختلف ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا' کپڑے فروش کی نظر نیچے بچھے قالینوں اور بچھونے کی طرف ہوتی ہے اور بڑھئی اس کی چھت کو غور سے دیکھنے لگتا ہے' اور مستری دیواروں کو دیکھتے ہیں اسی طرح مؤمن جب اندھیرا دیکھتا ہے تو قبر کی اندھیری کو سوچتا ہے' اور کسی تکلیف دہ شے پر نظر پڑتی ہے تو آخرت کا عذاب اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہے' اور سخت ڈراؤنی آواز جب سنتا ہے تو نفخِ صور کی آواز کی طرف اس کا خیال جاتا ہے' اور لوگوں کو سوتے ہوئے جب دیکھتا ہے تو مردے یاد آجاتے ہیں اور کوئی لذت کی چیز دیکھتا ہے تو اس کا ذہن فوراً جنت کی لذات کی طرف جاتا ہے' غرض دنیا کی کوئی شے اس کو اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں کرتی۔ اور جو سب سے عظیم چیز مؤمن کے پاس یہ ہے کہ جنت میں ہمیشہ رہنا اس کے دل و دماغ میں رہتا ہے' اور جنت کے نہ ختم ہونے والی نعمتوں میں رہنے کو سوچتا ہے تو اعمال کے راستے میں آنے والی ساری رکاوٹوں کا مقابلہ آسان ہوجاتا ہے' چنانچہ بیماری اور کوئی تکلیف اس کو عمل کرنے سے نہیں روکتی۔

اور مؤمن یہ بھی جانتا ہے کہ آخرت میں اعلیٰ ترین پھل کا حصول دنیا میں بہترین بیج بونے کے ساتھ مشروط ہے' وہ عمر کے بہار میں کاشت کرنے کو غنیمت سمجھتا ہے' اور مؤمن دخول جہنم اور عذاب آخرت کو بھی سوچتا ہے جس سے سخت خوفزدہ اور غمگین ہوتا ہے وہ ان

دو حالتوں میں رہتا ہے اس کا دل کبھی جنت کے شوق کے میدان میں اور کبھی خوف کے جنگل میں پھرتا ہے یعنی وہ خوف ورجاء کی ان دو حالتوں میں ہوتا ہے۔ پھر جب موت آتی ہے تو سلامتی کی قوی نجات کی امید کی وجہ سے اسے آسان لگتی ہے۔

اور اسے جب قبر میں اتارا جاتا ہے اور سوال کرنے والے فرشتے آتے ہیں وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں اسے مت اٹھاؤ' اس کو آرام کرنے دو' اس کو آرام کا موقع مل گیا ہے' اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ ہمیں ایسی بیداری نصیب فرمادے جو فضائل کے طلب کرنے اور رذائل سے بچنے کے لئے مددو معاون ہو۔

آخرت کے گھر کو بچانے کی کوشش کرنا چاہئے:

تعجب ہے کہ انسان اپنے دوست احباب' ہمعصروں اور پڑوسیوں کو موت کے منہ میں جاتے دیکھ کر بھی خوشی مناتے ہیں' خصوصاً وہ لوگ جن کی عمریں چالیس سال سے متجاوز ہوگئی ہیں' افسوس ہے ان لوگوں کے لئے جن کی طرف سانپ رینگ رہے ہیں مگر پھر بھی وہ نہیں گھبراتے' کیا بوڑھا شخص اپنے اعضاء میں موت کو رینگتے نہیں دیکھتا' قوی کمزور ہو چکے ہیں' کمزوری غالب آ گئی اور کالے بال سفید ہو چکے ہیں پھر روز بروز بدن میں کمی ہوتی رہتی ہے' مگر پھر بھی عبرت نہیں حاصل کرتے اور خود کو بیدار نہیں کرتے' جس شخص کے گھر میں آگ لگی ہو اور اپنے سامان کو بچانے کی فکر میں ہو' وہ پڑوسیوں کی فکر سے بے نیاز ہوتا ہے' وہ سب سے غافل ہو کر اپنے سامان کو محفوظ مقام تک پہنچانے میں منہمک ہوتا ہے مگر انسان ہے کہ وہ اپنے سامان کو بچانے کی فکر نہیں کرتا وہ اصل گھر کو چھوڑ کر ادھر ادھر مشغول ہے۔

عقل سے کام نہ لینے والے لوگ جمادات سے بدتر ہیں:

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ﴾ (سورہ حج)

اور جب (وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ) پر غور کیا گیا تو پتہ چلا کہ تمام جمادات کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ سجدہ کرتے ہیں' مگر عقلاء کے بارہ فرمایا گیا کہ ان میں سے اکثر سجدہ کرتے

ہیں سارے نہیں کرتے۔ کسی شاعر کا شعر یاد آیا ہے۔

شعر:

ماجحد انصامت من انشاه ومن ذوی النطق اتی الحجود

نہ بولنے والی مخلوق نے اپنے خالق کا انکار نہیں کیا اور بولنے والی مخلوق میں سے انکار کیا۔ میں نے کہا: یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا کرشمہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انسان کو عقل سے نوازتا ہے پھر اس کے فائدہ کو اس سے سلب کرتا ہے' یہ اللہ تعالیٰ کے عظیم قادر مطلق ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ ورنہ ایک عاقل اپنے وجود کے ذریعے وجود عطا کرنے والے کے وجود کو کیسے نہیں پہچانتا ہے؟ اور اپنے ہاتھ سے پتھر تراش کر اس کی عبادت کرتا ہے' ہاں یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو عقل عطا فرماتا ہے مگر ان کے دلوں کو اندھا کر دیتا ہے۔

بلا ضرورت شدیدہ گھر سے نہ نکلے:

مومن کے لئے آخرت سے غافل لوگوں کی صحبت سے بڑھ کر اور کوئی شے ضرر رساں نہیں ہے' اس لئے کہ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ وہ دوسروں کی قلبی کیفیات کو خفیہ طور پر اخذ کرتی ہے' اگرچہ ظاہری طور پر ان کی مشابہت اختیار نہ کرے اور ان جیسا عمل نہ بھی کرے تب بھی ان کی دلی کیفیات غیر شعوری طور پر دوسرے انسان میں جو ان کے ساتھ بیٹھے گا' میں منتقل ہوتی رہتی ہیں' اور یہ بھی ظاہر بات ہے کہ دنیا کو دیکھنے والی طبیعت دنیا کو حاصل کرنے پر نہ صرف مائل ہوتی ہے بلکہ اس کو حاصل کرنے پر انسان کو ابھارتی بھی ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دروازے پر ایک پردہ لٹکا ہوا دیکھ کر اسے پھاڑ ڈالا' اور فرمایا: (مالي وللدنيا) میرا دنیا سے کیا تعلق؟۔

ایک مرتبہ کچھ نشان والا کپڑا زیب تن فرمایا' پھر اس کو اتار دیا' اور فرمایا: اس کے نشانات و نقش نے مجھے اپنی طرف مشغول کیا' ایک مرتبہ انگوٹھی پہن کر اتار دی اور فرمایا: کبھی میں اس کی طرف دیکھتا ہوں اور کبھی تمہاری طرف۔ اس طرح ارباب دنیا اور انکے گھروں کو اور ان کے تعیش کو دیکھنے سے خود طبیعت ان جیسا ہو ہونے کی طرف مائل ہو جاتی ہے' خصوصاً ان لوگوں کے لئے جن کا نفس رفعت کا طالب ہے۔ اس طرح گانا سننا اور ایسے

صوفیوں کی صحبت بھی خطرناک ہے جن کا مطمحِ نظر اور منتہائے مقصود سواء دنیا کے اور کچھ نہ ہو' جہاں سے بھی مال مل جائے قبول کرتے ہیں۔ اور یہ خیال بالکل نہیں کرتے کہ یہ مال کن لوگوں سے حاصل کر رہے ہیں اور یہ حلال ہے یا حرام؟ انہیں صوفیاء متقدمین کی محض نسبت ہے' ورع وتقویٰ میں ان کی طرح نہیں ہیں۔

حضرت سری سقطیؒ کے بارے آتا ہے کہ وہ ساری رات روتے' اور ورع وتقویٰ کے ساتھ ہوتے' موجودہ صوفیوں میں نہ سری سقطیؒ کی طرح تقویٰ ہے اور نہ ہی جنیدؒ کی سی عبادت' اب تو صرف کھانا پینا' رقص وسرود' نوعمر لڑکوں سے غزلیں سننا رہ گیا' تو یہ دعویٰ کرنا کہ یہ سماع آخرت کی طرف دعوت دیتا ہے بالکل جھوٹ اور غلط ہے' لوگ عبادت بھی کرتے ہیں' تو طریقہ نبویؐ سے ہٹ کر' ان تمام باتوں کو میں نے اپنی کتاب ''تبلیسِ ابلیس'' میں ذکر کیا ہے' آج کل تصوف اور زہد بس لمبی لمبی قمیضوں کے اندر منحصر ہو کر رہ گیا ہے' لہذا آج کل اللہ کی اطاعت کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ حتی المقدور انتہائی ضرورت کے بغیر بازار کا رخ نہ کرے' اگر مجبوراً جائے بھی تو نظر کی سخت حفاظت کرے' کسی صاحب منصب اور پرتعیش شخصیت کی ملاقات سے گریز کرے کسی عامی شخص کی ملاقات ضرورت کے بغیر نہ کرے اور وہ بھی پھونک پھونک کر' اور شادی کرنے کے دروازے کو نہ کھولے بلکہ صرف ایک بیوی پر' اگر دیندار ہو گذر اور قناعت کرے' کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

والمرء مادام ذاعين يقبلها فی اعين العين موقوف علی الخطر

يسر مقلته ماضرّ مهجته لا مر حبا بسرور عاد بالضرر

''انسان کے پاس جب تک آنکھ ہے' وہ اس کو آنکھوں کی طرف دیکھنے کا خطرہ مول لیتا ہوا انہیں پھراتا رہتا ہے۔

ایسی چیز سے اپنی آنکھ کو خوش کرتا ہے جو اس کے دل کے لیے سخت ضرر رساں ہے' ایسی خوشی کا کیا فائدہ جو ضرر ونقصان کا باعث ہو''۔

انسان کو اور خاص کر ایک عالم کو چاہئیے کہ وہ خلوت کو اپنا انیس وغمخوار بنائے اور صالحین کی سیرتوں کے مطالعے کو اپنا جلیس وہمنشین اور قبور صالحین کی زیارت کو معمول بنائے' اور

رات کے وقت تہجد اور وظائف واوراد چھوٹنے نہ پائیں‘ موت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھے تا کہ لمبی امیدیں ختم ہوں بقدر طوالتِ سفر زادِ سفر ساتھ لے لے۔

شہوات وخواہشات کی حقیقت:

حدیث شریف میں وارد ہے:(اللهمّ ارنا الاشياء كماهى) ’’اے اللہ اشیاء کی حقیقت ہمیں دکھا دے‘‘

یہ انتہائی عظیم کلام ہے‘ اکثر لوگ اشیاء کی حقیقت کی طرف نظر نہیں کرتے‘ وہ فانی کو باقی سمجھ بیٹھے ہیں‘ اور یہ خیال تک ان کے دل کے گوشہ میں نہیں آتا کہ کسی وقت یہ چیزیں ختم ہو جائیں گی‘ حالانکہ اس کا علم بھی رکھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی آنکھیں حاضر کے نظارے میں مشغول ومنہمک ہے۔

اے انسان! کیا تو لذت کے ختم ہونے اور اس کے برے اثرات کے باقی ہونے کو نہیں سمجھتا؟ اگر چور کی چوری کرتے وقت ہاتھ کٹنے کی طرف نظر جائیگی تو اس کے لئے چوری کو چھوڑنا آسان ہو جائیگا۔ لہذا جو شخص مال جمع کر کے خرچ نہیں کرتا تو وہ اس کی حقیقت سے بے خبر ہے اس لئے کہ مال اغراض وضروریات کے حصول کا آلہ اور سبب ہے اگر انسان معصیت کو شہوت کی آنکھوں سے دیکھے گا تو اس کے عیوب و برائیاں نظر نہیں آئیں گے‘ حالانکہ اس کی بے شمار قباحتیں ہیں‘ پھر اسکا انجام عقوبات آجلہ اور فضیحت عاجلہ ہے۔

ذرا سب سے بڑی خواہش نفس یعنی وطی میں غور کرو‘ کہ جس پانی کو جماع کے ذریعے خارج کیا جاتا ہے وہ یوں ہی حاصل نہیں ہوتا ہے بلکہ کافی کھانے پینے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ جب انسان کھاتا ہے اور روٹی کے حصول میں غور کریگا تو اس کی نظر زمین‘ بیج‘ اور کاشت کرنے کی طرف مبذول ہوگی یہ اس کو کاشت کرنے کے لئے بیل‘ ہل‘ سہاگہ‘ رسی اور دوسرے بے شمار اشیاء کام کرتی ہیں‘ پھر ان اشیاء کی بناوٹ اور اس کے میٹریل اور بنانے پر غور کرے‘ صرف ایک رسی میں غور کرے کہ کس سے بنی ہے‘ اس کے بننے اور بنانے میں نہ معلوم کتنے لوگوں کی محنتیں شامل ہوئی ہیں‘ پھر فصل پکی ہے اس کے کٹنے کا مرحلہ آیا ہے‘ اس میں کتنے لوگوں کی محنتیں اور کیا کیا اشیاء استعمال ہوئی ہیں‘ پھر رزق

گاہنے پھر پیسنے اور پکانے کے بے شمار مراحل سے گذر کر سامنے آتا ہے' پھر اس کو لقمہ بنا کر منہ میں رکھتا ہے'یوں انسانی خلقت میں غور کریں کہ اس کو چبانے کے لئے دانت ہلانے۔ پھر اگلا مرحلہ ہضم کا آتا ہے کہ ہضم کے بعد جگر خون بناتا ہے' اور خون رگوں کے ذریعے دل و دماغ اور انسانی بدن میں گردش کرتا ہے' اور سب سے اعلیٰ جزو منی بن کر کپوروں کی طرف منتقل ہوتی ہے' تاکہ نسل انسانی کا سلسلہ برقرار رہے۔ شہوات کی آگ اس کو حرکت دیکر عورت کے رحم تک پہنچاتی ہے' تو شریعت نے اس پانی کو پاک رکھنے اور حلال مقام میں صرف کرنے کا حکم دیا ہے اور جو شخص اس کو سمجھ لے گا وہ نطفہ کو حرام مقام پر صرف کرنے سے گریز کریگا۔ زنا کی کی وجہ سے آمدہ مصائب وعقوبات وفضیحات کے مقابلے میں ایک لحظہ کی لذت کی کوئی حقیقت نہیں' مثلاً عزت کا خاک میں مل جانا' مسلمان بھائی کے ساتھ خیانت کاری کا مرتکب ہونا' اگر اس کی وجہ سے حمل ٹھہر جائے تو وہ صاحب فراش کی طرف منسوب ہوگا' اور اس کا وارث بنے گا جو اس کا اصل وارث نہیں ہے' لہذا غیر مستحق کو واث بنانے کا سبب یہی بنا۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اپنی جگہ ہے: فرمانِ الٰہی ہے۔ ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيْلًا﴾ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ حرام رحم میں نطفہ ڈالنا ہے''(۱)۔

شہوت کو اللہ تعالیٰ نے نسل انسانی برقرار رکھنے کے لئے رکھا ہے۔

لذت نفس جلدی ختم ہو جاتی ہے:

جہنم میں داخل ہونے کا سبب نافرمانیاں ہیں اور نافرمانی و معصیت لذات کے درپے ہونے سے صادر ہوتی ہے۔ اور لذات پر غور کیا تو دیکھا وہ بظاہر تو لذت ہیں مگر اپنے اندر بے شمار مصیبتیں اور کدورتیں لئے ہوئے ہیں جو لذت کو لذت نہیں رہنے دیتیں۔ تو ایک عقل والے کو یہ کیسے زیب دیتا ہے کہ وہ ان کدورتوں وقباحتوں کی وجہ سے خود کو جہنم کا ایندھن بنادے۔ ان لذتوں میں سے زنا بھی ہے' اگر اس سے مقصد محض پانی کو خارج کرنا ہے تو کسی حلال طریقے سے ہو' اگر اس سے مراد عشق اور معشوق کے ساتھ ہو۔ عشق تو ہمیشہ

(۱) رواہ ابن ابی الدنیا۔

معشوق کے ساتھ رہنے کا تقاضا کرتا ہے' اگر ایک گھنٹہ کے لئے وصال ہو بھی جائے تو فراق کی کڑواہٹ وصال کی لذت کو تلخ ترین کردیگی' اگر وصال کے نتیجے میں ناجائز بچہ بھی جنم لے تو شرمندگی اور بے عزتی ہمیشہ کے لئے دامن گیر ہوگی' اور مکمل سزا ہوگی خالق اور مخلوق کے سامنے سر نہیں اٹھ سکے گا' تو ایک غافل اور جاہل شخص محض حاضر لذت کے حصول کے خاطر ان تمام عقوبات کو نظر انداز کریگا جو دنیا و آخرت کی زندگی کے لئے صریح بربادی کا سبب ہیں؟ ان لذات میں شراب خوری بھی ہے' جو منہ کو گندہ' کپڑوں کو ناپاک' اور عقل کو برباد کرتی ہے' اور اس کے دیگر برے اثرات و سزا الگ ہیں' تعجب ہے اس شخص پر جو ایک لمحے کی لذت کے خاطر عذاب وعقاب کا مورد بنتا ہے اور عزت کی پامالی کرتا ہے' اور بعض دفعہ قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس پر دوسری ناجائز لذات کو قیاس کرو' ان لذات کو اگر عقل کے ترازو میں تولا جائے تو ان کے نتیجے میں ملنے والی قباحتوں کے عشر عشیر کو نہیں پہنچتیں اور کچھ اللہ کے نیک بندے ایسے بھی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا' ان کا نفس اس قسم کی لذتوں کے حصول کا تقاضا کرتا ہے' تو وہ عقل کی کسوٹی میں ان کو پرکھتے ہیں اور ان کے سبب حاصل ہونے والی قباحتوں' مضرتوں پر غور کرتے ہیں تو لذات کو ترک کرکے بے شمار تکالیف و مضرات سے محفوظ ہیں۔

عقل کے تقاضے پر عمل کرنے میں کامیابی ہے:

جو شخص نفس کے تقاضے پر عمل کریگا ہلاک ہوگا اور جو عقل کے مطابق کریگا محفوظ ہوگا' اس لئے کہ نفس جب مال اور انجام پر نظر نہیں کرتا' وہ تو محض حاضر لذت کے حصول کا تقاضا کرتا ہے' جبکہ عقل مخلوقات پر نظر کرکے خالق کے وجود کی قائل ہوگی' اور انسان یہ سمجھ لے گا کہ خالقِ کائنات نے کچھ چیزوں کو مباح اور جائز قرار دیا اور کچھ سے منع فرمایا ہے' اور اسے یہ بھی معلوم ہوگا' کہ ان احکامات کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا' قیامت کا وقوع اللہ تعالیٰ نے اس لئے مقرر فرمایا ہے کہ اطاعت وفرماں برداری کرنے والے کو اجر سے نوازے اور مخالف اور نافرمان کو عذاب و سزا میں مبتلا کرے' ان تمام باتوں کو سوچ کر تمام ناجائز لذات سے رک جائیگا۔ ہم نے بے شمار لوگوں کو دیکھا جنہوں

نے عقل کے تقاضے کے مطابق زندگی گذار کر اپنی دنیاوی آخرت کو نہ صرف محفوظ کیا' بلکہ لوگوں کے درمیان عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے جن لذتوں اور خواہشوں سے یہ لوگ زندگی گذار رہے ہیں دوسرے لوگوں کو اس کا عشر عشیر بھی نصیب نہیں۔ ذی فہم اور ہوشیار اشخاص کو چاہیئے کہ میری ان باتوں سے عبرت حاصل کریں' اور دلیل و عقل کے تقاضے پر عمل پیرا ہو کر اپنی دنیا و آخرت کو محفوظ بنالیں۔

غفلت کے اسباب:

یہ سب علم کی کمی کی وجہ سے ہے اور علم کی کمی سستی کاہلی اور بدبختی کی بنا پر ہے اور علم کے حصول کے لئے علم کا عاشق ہی اپنی تمام توانائیاں صرف کرتا ہے' اور عاشق علم کے لئے ضروری ہے کہ وہ راستے کے تمام شدائد پر صبر کر کے' خندہ پیشانی سے ان کو قبول کرے۔ راہِ حق میں مشکلات آتی رہتی ہیں: فرمانِ الٰہی ہے: ﴿هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ وَزُلْزِلُوا زِلْزَالًا شَدِيدًا﴾ جب شدائد پر صابر ہو تو درجات بلند ہوں گے' چنانچہ حضرت امام ابن حنبلؒ نے دنیا کے حصول کے بجائے طلب علم کو ترجیح دی حالانکہ مالی لحاظ سے کمزور تھے چالیس سال تک حصول علم میں مشغول ہو کر شادی تک نہ کی' ضرورت مند کے لئے ضروری ہے کہ وہ بھی امام احمد ابن حنبلؒ کی طرح تنگدستی پر صبر کرے' مگر کس میں طاقت ہے کہ ان جیسا ہو جائے' انہوں نے تو پچاس درہم کو ٹھکرا کر نمک کو سالن کے طور استعمال کیا' اس کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے ان کا تذکرہ دنیا کے چپے چپے مین ہے۔ اور ان کی قبر زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔ کتنی عظیم عزت نصیب ہوئی' یہ انعام دنیا میں ملا اور آخرت میں ملنے والے ثواب کا کیا کہنا! ان کے مقابلے بہت سارے ایسے علماء ہیں جو راحت کو مشقت پر ترجیح دی' بادشاہوں کے ساتھ روابطہ رکھے' جس سے برکت علم زائل ہوگئی' اور موت کے وقت شرمندگی و ندامت کے پانی میں ڈوبے۔ دیکھئے کہ لذات کی صحبت پلک جھپکنے کے برابر اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والا افسوس دائمی اور نہ ختم ہونے والا ہے۔ اے فضائل وفضیلت کے خواہشمند! صبر کو حرز جان بنا' اس لئے کہ خواہش نفس کی لذت' یا راحت و آرام طلبی کی لذت تو ختم ہو جائیگی مگر ہمیشہ کا افسوس باقی رہے گا'

وہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔ حضرت امام شافعیؒ کا ایک شعر:

یا نفس ماھوالاصبرایام   کانھا مدتھا اضغاث احلام

اے نفس! یہ چند روزہ صبر ہے' ان مصائب کی مدت خواب کی طرح جلد ختم ہونے والی ہے علم کے ساتھ ساتھ فقر ہو تو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرو۔

اور یہ سوچو کہ اگر اس علم کے بدلے بادشاہت مل جائے کیا تجھے گوارا ہے؟ میرے خیال میں یہ ہرگز گوارا نہیں ہوگا کہ علم چھن جائے اور اس کے بدلے بادشاہت ملے۔ پھر علم کی جو لذت ہے' چار اقلیم کی حکومتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں' تجھے علم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بہت سارے خرافات اور گناہوں سے بچایا ہے' تو حصول علم میں سستی ہرگز نہ کر۔ بلکہ سستی کو جڑ سے اکھاڑ پھینک۔ بہت سارے علماء کوتاہی کر کے افسوس اور حسرت کرتے ہوئے فوت ہوگئے میرے شیخ ابن زعفرانیؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا' تو انہوں فرمایا: تم اکثر غفلت میں زندگی برباد کرتے ہو جبکہ ہم (مردے) حسرت و ندامت میں ہیں۔ قید ہونے سے قبل بھاگنے کی کوشش کرو' غبن فاحش کے عقد کو فسخ کرو' اور یقین کرلو' خواہشات نفس کے ساتھ حصول فضائل ممکن نہیں کیونکہ ذرا برابر کوتاہی خوبصورت چہرے کو بدنما کرسکتی ہے۔

عقل و فراست سے کام لینا چاہیئے:

جب انسان کی عقل کامل ہوتی ہے تو فطانت و ذہانت اور ذکاوت بھی مضبوط ہوتی ہے' ہوشیار آدمی پر کوئی افتاد آجائے تو اس سے آسانی کے ساتھ نکلنے کی تدبیر کرسکتا ہے' جیسا کہ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں: اگر چور ظریف و ہوشیار ہو تو ہاتھ کٹنے سے بچ جاتا ہے۔ جبکہ غافل شخص اپنے لئے پریشانی کے کام ڈھونڈتا ہے' اور مشکلات کا شکار ہوجاتا ہے۔

دیکھیے! حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے والد صاحب کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کو نظروں سے اوجھل تو کردیا' مگر یہ نہ سوچا کہ یوسف کا غم ان کی طرف توجہ دینے کی راہ میں حائل ہوگا' اور اس فعل سے والد صاحب ان سے ناراض ہوں گے' پھر ان کو کنویں میں ڈال کر کہنے لگے کہ کسی قافلہ کا کوئی

شخص ان کو اٹھائیگا' اور یہ خیال نہ رہا کہ جب وہ اوپر آئیگا' ہماری ساری باتیں بتا دیگا' اور وہ والد صاحب تک پہنچ جائیں گی' والد صاحب کیا کہیں گے' یہ ہے غفلت۔
پھر والد کے پاس آ کر بھیڑیے کے کھا جانے کا بہانا رچایا' مگر ان کی قمیض کو صحیح سالم لائے اگر اس کو پھاڑتے تو کم از کم بھیڑیے کے کھا جانے کا شک ہو سکتا ہے۔ پھر جب مصر میں ان کے پاس غلہ لینے کے لئے پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: اپنے دوسرے بھائی کو میرے پاس لیکر آ جاؤ' اگر وہ بیدار مغزی سے سوچتے تو سمجھ جاتے کہ مصر کے بادشاہ کو ہمارے بھائی سے دل چسپی کیوں ہے' اور اس سلسلے میں ان سے گفتگو کرتے' پھر جب یعقوب علیہ السلام کو ان باتوں کا خیال ہوا تو فرمانے لگے۔(اِذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ) جاؤ یوسف کو تلاش کرو اور حضرت یوسفؑ کو اپنے متعلق والد صاحب کو باخبر کرنے سے بذریعہ وحی منع کیا گیا تھا' یہی وجہ ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ مصر تشریف لے گئے تو فرمایا کہ بذریعہ خط اپنے بارے مجھے مطلع کیوں نہ کیا؟ تو یوسفؑ نے فرمایا: حضرت جبریلؑ نے منع فرمایا تھا۔ تو یعقوبؑ کا رونا حضرت یوسفؑ کی صورت کی جدائی پر نہیں تھا بلکہ ان کی فہم وفراست کی وجہ سے تھا۔

ہر عمل میں اخلاص کی ضرورت:

ہر عمل اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اللہ تعالیٰ ہی سب کے مقابلے میں تیرے لئے کافی ہے۔
خواہشِ نفس کی موافقت یا مخلوق کو راضی کرنے کے لئے اللہ سے روگردانی ہرگز نہ ہو ورنہ معاملہ الٹا ہو جائیگا' اور تیرا مقصود فوت ہو جائیگا۔

کیوں کہ حدیث شریف میں ارشاد نبوی ہے: (من ارضی الناس بسخط اللہ عاد حامدہ من الناس ذامّا) ''جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی کریگا تو لوگوں میں سے اس کی تعریف کرنے والے اس کی برائی بیان کرنے لگیں گے''۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گذاری جانے والی زندگی ہی پاکیزہ زندگی ہے' اگر تم کہو: اللہ تعالیٰ کے ساتھ زندگی گذارنے کا کیا مطلب ہے؟ تو میں عرض کروں گا کہ اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کا امتثال اور نواہی سے بچنا' اس کی حدود کی رعایت کرنا اور اس کے قضاء وقدر پر

راضی ہونا، خلوت میں حسن ادب کو ملحوظ رکھنا جلوت میں اس کی یاد میں ہمیشہ مگن ہونا۔ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو، دعا پر مداومت سے اللہ تعالیٰ اپنی محبت سے نوازیں گے اور توکل کی دولت نصیب ہوگی، اور اللہ تعالیٰ کو بھی تجھ سے محبت ہوگی اور تیری زندگی صدیقین کی زندگی جیسی ہوگی۔ اگر اس جیسی زندگی نہ ہوئی تو اس میں کوئی خیر نہ ہوگی، جبکہ اکثر لوگوں کی زندگی اس سے مختلف ہے، اسباب پر یقین رکھتے ہیں، اور ساری قلبی توجہ کو اس کی طرف مرکوز کرتے ہیں، اور حد سے زیادہ لالچ کر کے حصول رزق میں جان کھپاتے رہتے ہیں، مگر حاصل وہی ہوتا ہے جو ان کے لئے مقدر ہوتا ہے، لیکن وہ محبت الٰہی اور قرب خداوندی سے محروم ہو جاتے ہیں ایسی زندگی تو جانوروں کی سی زندگی ہے۔

خود پسندی:

انسان کے لئے خود پسندی، اپنے علم پر اقتناع بہت بڑی مصیبت ہے، اور یہ مرض عام ہے، مسلمان تو مسلمان یہود و نصاریٰ تک خود کو حق پر سمجھتے ہیں، اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے دلائل میں بحث و تمحیص اور غور و فکر نہیں کرتے۔

قرآن کریم یا اور کوئی دل نرم کرنے والا کلام سننے کے لئے نہ صرف تیار نہیں بلکہ اس سے بھاگتے اور دور رہتے ہیں۔ اس طرح ہر نفس پرست خود کو حق پر سمجھتا ہے، اپنے باپ دادے کا مذہب سمجھ کر یا اس لئے کہ پہلی مرتبہ جس کو اختیار کیا بس اسی کو صحیح سمجھ لیا، اور اپنی غلطی پر نظر نہیں، اور علماء سے بحث اور سوال اور اپنی غلطی کی درستگی نہیں کرتے، خوارج کا حال بھی جو حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت پر اتر آئے تھے ایسا ہی ہے کہ جو ان کے دل میں آیا اور جس کو وہ صحیح سمجھ بیٹھے بس اسی کو اختیار کر لیا اور علماء اور ذی عقل لوگوں کی طرف رجوع نہیں کیا، جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تو ان میں دو ہزار افراد نے اپنے موقف سے رجوع کیا، البتہ ابن ملجم پھر بھی اپنے موقف پر ڈٹا رہا اس نے اپنی غلطی ماننے سے انکار کیا، اور اپنے مذہب کو حق سمجھ کر امیر المؤمنین کے قتل کو حلال سمجھنے لگا، بلکہ اس کو دینی فریضہ سمجھ بیٹھا، جب وہ پکڑا گیا، اور اس کے اعضاء کاٹے گئے تو اس نے مزاحمت نہیں کی، جب اس سے یہ کہا گیا کہ زبان

باہر نکالو تو کہنے لگا' یہ کیسے ہوسکتا ہے اور میں ذکر الٰہی کے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں ٹھہر سکتا تو اس قسم کی بدفہمی کا کیا علاج ہے۔ اس طرح حکمرانوں کی اکثریت لوگوں کو قتل کرنے کو اپنے لئے جائز سمجھتی ہے۔ مگر علماء سے ان کے جواز وعدم جواز کے بارے پوچھنے کو گوارہ نہیں کرتے۔

اور عوام کی اکثریت اللہ تعالیٰ کے عفو و درگذر پر گھمنڈ کر کے گناہوں پر جری ہوتی ہے' عتابِ الٰہی کو بھول جاتی ہے' اور کچھ اہل سنت ہونے پر بھروسہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں یا اپنے نیک اعمال پر توکل کرتے ہیں' یہ سب کچھ جہالت کی وجہ سے ہے' جب کہ انسان کے لئے ضروری ہے کہ ہر چیز کو دلیل کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کرے' محض اپنے نفس یا اپنے علم پر بھروسہ نہ کرے۔

ہر گناہ پر عقاب ضرور ملتا ہے:

ہر عمل کا بدلہ نیک ہو یا بد ضرور ملے گا' گناہ پر بروقت سزا نہ دیکھ کر یہ سمجھنا کہ گناہ معاف ہوگیا غلطی اور نفس کا دھوکہ ہے' کیوں کہ بسا اوقات گناہ پر عقاب ایک مدت کے بعد آتا ہے۔ بہت کم اعمال ایسے ہوں گے جس پر سزا نہ ہو' ورنہ ہر عمل پر سزا ضرور ملتی ہے جلد یا بدیر' فرمانِ الٰہی ہے: ﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ غور کیجئے! حضرت آدم علیہ السلام نے ایک لقمہ کھایا: آپ جانتے ہیں ان کے ساتھ کیا ہوا۔ وھب بن منبہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ان سے بذریعہ وحی فرمایا: کیا میں نے تم کو اپنے لئے نہیں بنایا اور اپنے گھر میں تمہیں نہیں رکھا؟ اور فرشتوں کو تمہارے سامنے سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیا؟ اور تم نے میرے حکم کی خلاف ورزی کر کے میرے عہد کو بھلا دیا؟۔

میری عزت کی قسم: اگر میں تم جیسے لوگوں سے زمین بھر دوں اور وہ دن رات میری عبادت کریں اور پھر اگر ان سے نافرمانی ہوجائے تو ان کو بھی نافرمانوں کی صف میں کھڑا کردوں گا' چنانچہ جبریلؑ نے ان کو زمین پر اتارا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام جبل الھند پر تین سو سال روتے رہے۔ آپ کے آنسو ندی نالوں میں بہنے لگے، جن سے پاکیزہ درخت اگنے لگے، اس طرح داؤد علیہ السلام صرف ایک نظر کی وجہ سے عتاب میں آئے اور

روتے رہے۔ حتیٰ کہ ان کے آنسو سے گھاس اگنے لگی۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک مرتبہ بچھڑے کو اس کے ماں کے سامنے ذبح کرنے کی پاداش میں یوسف کی جدائی کی تکلیف اٹھائی' حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا حکم آنے سے قبل بستی سے نکل گئے انہیں اس بناء پر مچھلی کے پیٹ میں جانا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیا علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ تیری قوم میرے اس حکم کو چھوڑ بیٹھی جس کی وجہ سے میں نے ان کو عزت دی تھی، میری عزت کی قسم! میں ان پر ایسی بے رحم فوج مسلط کروں گا جو ان کے رونے کی بھی پرواہ نہیں کریں گے تو حضرت ارمیا علیہ السلام نے فرمایا: اے میرے رب! وہ تو آپ کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور تیرے صفی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت ہیں اور تیرے نبی داؤد کی قوم ہے؟: اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی میں نے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور داؤدؑ کو اطاعت کی بناء پر عزت سے نوازا تھا۔ کسی بزرگ نے ایک خوبصورت چہرے کی طرف نظر کی تو ان کے شیخ نے کہا: یہ کیا دیکھنے کا طریقہ ہے؟ اس کی سزا ضرور پاؤ گے۔ تو چالیس کے بعد وہ قرآن بھول گئے' ایک بزگ کا کہنا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دانت نہ ہونے پر غار دلائی' تو اس کی سزا میں میرے سارے دانت جھڑ گئے۔ میں نے ایک مرتبہ عورت کی طرف دیکھا تو میری بیوی کی طرف بھی ایک شخص نے دیکھا جو میں نہیں چاہتا تھا۔ ابن سیرینؒ فرماتے ہیں: میں نے ایک شخص کو اس کے افلاس پر عار دلائی تو میں بھی مفلس بن گیا۔ اس طرح ایک اور عجیب واقعہ میں نے سنا ہے' وہ یہ کہ ایک مرتبہ خلیفہ المقتفی باللہ اپنے وزیر ابن حصیر جن کا لقب نظام تھا' سے سخت ناراض ہوئے اور اس سے دس ہزار درہم جرمانہ لینے کا حکم نافذ کیا اس کے رشتہ دار اور گھر والے کافی غمگین ہوئے کہ اتنی رقم کہاں سے لائیں گے' تو نظام نے کہا: مجھ سے دس ہزار یا پانچ ہزار یا چار ہزار درہم ہرگز وصول نہیں کریں گے' رشتہ داروں نے کہا کہ وہ کس طرح؟ تو کہنے لگے' میں نے ایک شخص پر ظلم کیا تھا اور تین ہزار درہم اس پر ڈال دیئے تھے' تو اس مقدار سے زیادہ مجھ سے وصول نہیں کیا جائیگا۔ جب اس نے تین ہزار درہم ادا کیے تو بادشاہ نے اس کو چھوڑنے کا حکم دے دیا' اور باقی رقم معاف کردی۔

میں خود اپنے بارے کہتا ہوں اور تجربہ ہے، مجھے جو بھی تکلیف، غم، پریشانی، سینے کی تنگی لاحق ہوتی ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ یہ میری فلاں غلطی کی سزا ہے اور بعض دفعہ تاویل سے کام لیا تو عقوبت میں مبتلا ہوا، تو انسان کو چاہیے اپنے گناہوں کا جائزہ لیتا رہے، اور توبہ کے ذریعے ان کے اثرات کو مٹاتا رہے، ورنہ گناہ کے عقاب سے بچنا بہت مشکل ہے، اور توبہ میں خوب مگن ہو، اور نیک اعمال کرتا رہے، توبہ کر کے بھی ڈرتا رہے، اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرامؑ کی توبہ کو قبول فرمایا ہے، مگر حدیث میں آتا ہے، حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے "ذنبی" اور حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے "ذنبی ذنبی"۔

سوال: قرآن کریم کی آیت: ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءً يُّجْزَ بِهٖ﴾ "جو برا عمل کریگا اس کی سزا بھگتے گا" خبر ہے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی گناہ گار کے گناہ معاف نہیں فرمائیں گے، حالانکہ یہ واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمائیں گے اور گناہگاروں کو معاف بھی فرمائیں گے؟۔

جواب اوّل: یہ ہے اس آیت کا مصداق وہ شخص ہے جو گناہوں پر مصر رہتے ہوئے بغیر توبہ کے مر جائے۔

جوابِ ثانی: یہ ہے کہ یہ آیت اپنے اطلاق پر ہے، کسی خاص حالت پر محمول نہیں ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہمارے ہر عمل کا بدلہ (جزا و سزاء) دیا جائیگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(الست تمرض، الست تحزن، اليس يصيبك الاواء؟ فذلك ما تجزون به)(۱)

"کیا تم بیمار نہیں ہوتے، کیا تمہیں غم نہیں لاحق ہوتا؟ کیا تمہیں تکلیف نہیں پہنچتی؟ یہ سب اعمال کی سزا ہے" اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ جب مؤمن توبہ بھی کرتا ہے تو گناہ کرنے کا غم اس کو ہر وقت ستاتا رہتا ہے؟ یہ تو بہت بڑی عقوبت و سزا ہے، اس شخص کے لئے بڑی ہلاکت ہے جو دائمی سزا کی کڑواہٹ کو جانتے ہوئے بھی ایک لمحہ کی معصیت کی لذت کو ترجیح دیتا ہے۔

---

(۱) احمد: ج۱ ص۲۹ مستدرك حاكم ج ۷۴/۳، الطبرانی۔

احتسابِ نفس:

ایک دن میں نے اپنے نفس کے متعلق غور و تدبر کیا اور اس کے احتساب سے پہلے میں نے خود اس کا جائزہ لیا تو مجھے معلوم ہوا کہ زمانہ طفولیت سے لے کر اب تک اللہ تعالیٰ کی عظیم مہربانیاں' الطاف و انعامات یکے بعد دیگرے میرے ساتھ شامل حال رہے ہیں اور برائیوں کی پردہ پوشی اور عدم سزا برابر جاری رہی ہے۔ میں نے دیکھا کہ میں نے ان انعامات عظیمہ کا صرف زبانی شکر ادا کیا اور کچھ بھی نہیں کیا' میں نے اپنے گناہوں پر نظر کی کہ اگر ان کی پاداش میں سزا ہوتی تو میں ہلاکت سے نہ بچتا' اور اگر لوگوں کے سامنے ظاہر ہوتے تو شرمندہ ہوتا۔ (مگر اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میرے گناہ کبیرہ گناہ ہیں اور مجھے فساق کے زمرے داخل کرے' نہیں ایسا نہیں ہے' بلکہ وہ مجھ جیسے عالم کہلوانے والے کے شایان شان نہیں' میں نے کچھ تاویلات کے سہارے ان کا ارتکاب کیا تھا) تو میں یہ دعا کرنے لگا ﴿اللّٰهم بحمدك وسترك عليّ اغفرلي﴾ اور پھر اپنے نفس سے انعامات الہیہ پر شکر کرنے کا مطالبہ کیا تو ان کے شایان شان شکر اداء نہ کر پایا اور میں اللہ تعالیٰ سے تو اپنی مرادیں اور ضروریات تو مانگتا رہا لیکن نفس سے اس کے ناپسندیدہ افعال پر صبر کرنے اور نعمتوں پر شکر کرنے کا تقاضا نہیں کیا میں شکر کی کوتاہی پر دربارِ الٰہی میں نوحہ کناں ہو گیا اور میں بڑوں کے درجات تک پہنچنے کی امید لئے بیٹھا رہا' عمر ختم ہو گئی مگر مراد حاصل نہیں ہوا' ابن عقیل (۱) ابوالوفاء بھی میری طرح اپنی تقصیر پر نوحہ کناں رہا' ان کے بعض الفاظ مجھے پسند آئے جن کو یہاں ذکر کرتا ہوں' انہوں نے اپنے نفس کو خطاب کر کے کہا: اے سرکش اور کج رو نفس! مناظر کہلوانے کے لئے الفاظ کو ترتیب دیتا ہے' اور اس

(۱) امام ابوالوفا ابن عقیل البغدادی ہیں' جو ۴۳۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۱۳ھ میں انتقال کر گئے' یہ افاضل علماء میں شمار ہوتے ہیں' انتہائی ذکی اور علوم میں کمال حد تک دست رس رکھتے تھے' ابن جوزیؒ ان کے بارے میں دوسری جگہ لکھتے ہیں: ابن عقیل ہمیشہ علم میں مشغول رہتے تھے' اور معطر خیالات کے مالک تھے' انتہائی دقیق مسائل میں درک رکھتے تھے' ان کی ایک عظیم کتاب ہے جو "الفنون" کے نام سے معروف ہے' جس میں وعظ' تفسیر' فقہ' نحو' تاریخ' اور ان کے مناظرے وغیرہ جمع ہیں' امام ذہبی اس کتاب کے متعلق فرماتے ہیں کہ دنیا میں اس سے بڑی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی جا سکتی۔

کے نتیجے میں تو مناظر کے نام سے معروف ہوگیا' لیکن تو نے دنیا کی قیمتی ترین اور معزز ترین چیز یعنی عمر کو ضائع کر دیا' اور آخرت کے لئے کوئی ذخیرہ جمع نہیں کیا' ہائے افسوس! آج میں زمین کے اوپر ہوں اور کل زیر زمین چلا جاؤں گا' اور تین دن کے بعد میرا جسم مٹی مٹی ہو جائیگا۔ کل لوگ میرے بارے کہیں گے کہ ایک بڑا صالح عالم کا انتقال ہوگیا ہے' اگر وہ میرے نفس کی حقیقت سے کماحقہ واقف ہوں تو مجھے دفن کرنے کو بھی گوارہ نہیں کریں گے' اللہ کی قسم! آج میں دشمن کی طرح اپنے نفس کے مصائب کو بیان کر رہا ہوں' اور مردے پر رونے والوں کی طرح اپنے نفس پر رو رہا ہوں' کیوں کہ میری پوشیدہ مصیبتوں پر کوئی رونے والا نہیں' اللہ کی قسم! میرے پاس کوئی ایسا عمل نہیں جس کو میں مستحسن سمجھوں اور اس کے واسطے سے دربارِ الٰہی میں دعا کروں اور یہ عرض کر سکوں اے اللہ! میرے فلاں عمل کے وسیلے مجھے معاف فرما دے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کا معاملہ میرے ساتھ جدا رہا' میں جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا اور اپنی ضرورت کی التجاء کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا اور مجھے سب کچھ عطا فرمایا۔

جب بھی میں نے اس کے دربار میں ہاتھ پھیلایا تو اس نے کبھی خالی واپس نہیں کیا' یہ غنی' بے نیاز رب کا میرے ساتھ معاملہ ہے اور میرا فعل یہ ہے کہ میں شکر تک بجا نہیں لا سکا اور میرے پاس کوئی عذر بھی نہیں کہ میں کہہ سکوں کہ میں نے سمجھا نہیں یا میں بھول گیا تھا' اللہ کی قسم! اس نے مجھے صحیح سالم صحت مند جسم کے ساتھ پیدا فرمایا: اور میرا دل ذہانت و فطانت کے نور سے منور فرمایا' جس کے ذریعے پیچیدہ علوم میرے سامنے کھلنے لگے' ہائے افسوس! میری عمر رضاءِ الٰہی کے مطابق نہیں گذری' ہائے افسوس! لوگ میرے بارے حسن ظن رکھتے ہیں جبکہ میرے اعضاء و جوارح میرے خلاف گواہی دینے لگیں گے' اور اقامت حجت کے موقع پر مجھے رسوا کریں گے' اے اللہ! میری توبہ قبول فرما: اور میں پچاس سال عمر کے گذرنے کے بعد حاضر ہوا ہوں' میرا علم میرا ہاتھ پکڑ کر معدن کرم کے دربار میں لے کر آیا ہے' میرے پاس سوائے افسوس و شرمندگی اور اپنے کئے پر ندامت کے اور کوئی وسیلہ نہیں ہے۔

اے اللہ! میں آپ کی نافرمانی آپ کی نعمتوں سے جاہل ہو کر نہیں کی اور نہ بھول کر کی ہے مگر اے اللہ! تیری رحمت وسیع ہے محض اپنے کرم کے صدقے میرے سابقہ تمام گناہ معاف فرما دیجئے۔

علماء وزُھاد کو نصیحت:

اے علماء وزہاد کی جماعت! تم خوب جانتے ہو' اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے' اور تم اس فرمان ذیشان سے بھی باخبر ہو: (اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ) حضرات سلف صالحین کے متعلق بھی آپ لوگوں نے سنا ہے کہ وہ ہر عمل سے قبل نیت کی صحت کو پیش نظر رکھتے تھے' جبکہ اے علماءِ جدل ومناظرہ! تم تو غلبہ حاصل کرنے کے لئے اپنی آواز کو بلند کرتے ہو۔ کیا تم نے یہ حدیث نبویؐ نہیں سنی ہے؟ (من طلب العلم لیباھی به العلماء او لیماری به السفهاء او لیصرف به وجوه الناس الیه لم یرح رائحة الجنة) بعض علماء فتوی دینے لگتے ہیں حالانکہ وہ اس کے اہل نہیں ہوتے حالانکہ حضرات اسلاف رحمہم اللہ تو اس سے کتراتے تھے۔ اے خود کو صوفی وزاہد ظاہر کرنے والو! اللہ تعالیٰ پوشیدہ احوال کو بھی جانتا ہے' کیا تم اپنے لباس سے فقر ظاہر کرتے ہو جبکہ نفس کی خواہشات پورا کرتے ہو۔ جلوتوں میں تو رونا دھونا دکھاتے ہو مگر خلوتوں میں نہیں روتے ہو۔ حضرت امام ابن سیرینؒ لوگوں کے سامنے ہنستے اور قہقہہ لگاتے مگر خلوت میں ساری رات روتے' حضرت سفیانؒ اپنے شاگرد سے فرمایا کرتے' کتنا برا ہے کہ جس وقت لوگ دیکھ رہے ہوتے ہیں تم نماز پڑھتے ہو مگر اس وقت سو جاتے ہو جب کہ کوئی نہیں دیکھ رہا ہوتا ہے' آہ' کیا ہوگا دکھاوے اور ریا کے لئے عمل کرنے والوں کا جب نیتوں کی جانچ پڑتال ہوگی' غفلت کی بے ہوشی سے ہوش میں آجاؤ' اور اپنی لغزشات سے توبہ کرو' اور صراط مستقیم پر چل پڑو قبل اس کے کہ تیرا نفس کہہ دے ﴿ یَا حَسْرَتَا عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ ﴾۔ عقل اللہ نے اس لئے دی ہے کہ اس کے ذریعے انجام وعواقب پر غور وتامل کیا جائے' انتہائی کم عقل ہے وہ شخص جو حال کو دیکھتا ہے اور انجام پر نظر نہیں رکھتا' جو شخص دنیا کی حقیقت پر غور کریگا تو اس کے سامنے عیاں ہوگا کہ اس میں دراصل لذت ہے ہی نہیں'

اگر تھوڑی بہت لذت ہے تو اس کے ساتھ بیسیوں کدورتیں بھی ہیں۔ مثلاً دنیاوی لذات میں بیوی ہے جو کبھی شوہر کے ساتھ محبت نہ کرتی ہے اور اس کے ساتھ خیانت کی بھی مرتکب ہوسکتی ہے' اگر بیوی میں تمام خوبیاں موجود ہوں تو اس کی جدائی کی فکر التذاذ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور ان لذات میں سے اولاد بھی ہے' تو بیٹی کی پرورش' ہر وقت اس کی نگاہ داشت' اور عار کا خوف وغیرہ ہر وقت دامن گیر ہوتا ہے۔

بیٹا اگر بیمار ہو جائے تو دل پریشان ہو جاتا ہے' اگر حد اصلاح سے تجاوز کر جائے افسوس اور غم ہوتا ہے' اگر دشمنی پر اتر آئے تو باپ کو قتل کرنے سے بھی نہیں کتراتا' پھر اگر تمام مرادیں درست اور پوری بھی ہو جائیں تو اس کی جدائی کا خوف دل کو پگھلا کے رکھ دیتا ہے۔ اس طرح فاسق شخص کسی لڑکے سے محبت کرے تو دنیا میں عزت داغدار اور دین بھی ختم' اور لوگوں کے ہاں مبغوض ہوگا' اور ان لذائذ دنیاویہ میں سے مال بھی ہے' اس کے حصول کے لئے کئی گناہوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے' اس کی جدائی سے سخت حسرت ہوتی ہے تو اس کے لئے عمر کو صرف کرنا سخت نقصان کا باعث ہے' یہ اس کے چند نمونے ہیں' تو انسان کو چاہئیے جتنا اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے مطابق عطا فرمایا ہے اسے دین و بدن کی سلامتی کے لئے استعمال کرے اور خواہشات کی پیروی نہ کرے جس کے پیچھے ان گنت پریشانیاں ہیں۔

جو شخص آخرت کو سامنے رکھ کر تکالیف پر صبر کرے انجام کار بے شمار لذتوں کو حاصل کریگا۔ اور سستی' آرام طلبی کی لذت کے بعد جہالت غم واندوہ کی صورت میں آئیگی۔ میں نے شیطان کو دیکھا کہ اس نے انسان کو شکار کرنے کے لئے سازشوں کا جال بچھایا ہوا ہے' اور زیادہ لوگوں کو علم سے غافل کر رکھا ہے جو اس کی چالوں کو جاننے کا ذریعہ ہے لوگوں کو جہالت کی گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ڈال رکھا ہے' اور خواہش نفس میں الجھا رکھا ہے' عقل کے مشورے پر عمل کرنے نہیں دیتا' حتیٰ کہ اگر معیشت لوگوں میں سے کسی پر تنگ ہو جائے یا کسی مصیبت سے دوچار ہو جائیں تو شیطان انہیں اسلام سے پھیرنے اور کفر اختیار کرنے پر ابھارتا ہے۔ ان میں سے بعض زمانے کو برا کہنے لگتے ہیں اور بعض دنیا کو گالیاں دینے لگتے ہیں (یہ سخت بے وقوفی ہے کیونکہ دنیا اور زمانہ کچھ نہیں کرسکتے' یہ اللہ تعالیٰ کی قضاء و

قدر پر سخت اعتراض ہے) اور آخرت کا انکار کر بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں آخرت سے کون آیا ہے۔ اور شیطان انسان کے رگ و ریشہ سے واقف ہے' اور انسانوں میں جو لوگ ہوشیار اور علم رکھتے ہیں ان کو یہ پٹی پڑھاتا ہے کہ ظاہری شریعت سے عوام بھی واقف ہوتے ہیں' اور علم کلام کو مزین کر کے اس میں مگن ہونے کی طرف ترغیب دیتا ہے' جس سے اچھے بھلے لوگ بقراط' جالینوس اور فیثا غورس کے اقوال سے استدلال کرنے لگتے ہیں حالانکہ یہ لوگ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ سے واقف نہیں ہیں' اور ہمارے رسول اللہ ﷺ کے تابع نہیں ہیں وہ تو اپنے نفس کے کہنے پر چلنے اور بولنے والے لوگ ہیں جب کہ ہمارے اسلاف خود کو بھی اور اپنے بچوں کو بھی قرآن و حدیث کے علوم حاصل کرنے پر لگا دیتے۔

چنانچہ بچہ جب ہوش سنبھالتا' اس کو قرآن کریم حفظ کرنے اس کے بعد ارشادات نبویہ ﷺ کی سماع کے لئے بٹھا دیتے' جس سے بچپن ہی میں دل میں ایمان پختہ ہوتا' اب لوگ اس سے غفلت برتنے لگے ہیں لوگ اپنے بچوں کو علوم شریعت کے حصول سے ہٹا کر دوسرے علوم کے حصول میں ڈالنے لگے ہیں۔

عمر کی قید کرنی چاہیئے:

تعجب ہے اس شخص پر جو اپنے وجود کو یا تو سمجھتا نہیں اور اگر سمجھتا ہے تو اس کے مقتضی پر عمل نہیں کرتا۔ اس کو پتہ ہے کہ عمر کوتاہ ہے مگر پھر بھی نیند' آرام' گپ شپ اور طلب لذات میں اس کو ضائع کرتا ہے' حالانکہ عمر کے یہ ایام عمل کے ایام ہیں' نہ کہ فراغت کے اور اس کو مال خرچ کرنے اور اپنی طبیعت اور نفس کی مخالفت کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ وہ اس میں بخل سے کام لیتا ہے' اور مال خرچ کرنے سے ہاتھ کھینچتا رہتا ہے تا آنکہ موت کا وقت قریب آتا ہے' تو کہتا ہے میرے مرنے کے بعد میرے مال کو اس طرح تقسیم کرو۔

اس کا کیا فائدہ ہے۔ اس کے حکم کے مطابق کون مال تقسیم کرتا ہے' اور کون عمل کرتا ہے' جبکہ صحت و سلامتی کے زمانے میں مال خود سے چپکائے رکھا جبکہ مال خرچ کرنے کا حکم تھا' مرنے کے بعد تو مال پر اختیار ہی باقی نہیں رہتا۔ انسان کو اپنی دونوں حالتوں میں فرق محسوس کرنا چاہیئے' اور فہم و فراست سے کام لینا چاہیئے۔ نیک بخت ہے وہ انسان جو اپنے

نفس کے بارے میں ہمیشہ بیدار رہے، اور عقل کے تقاضے کے مطابق عمل کرے اور وقت کی قدر کر کے ہمیشہ کی زندگی کو سنوار لے۔

خدا کی چاہت:

جو شخص دنیا کے احوال پر غور کریگا تو جان لیگا اللہ تعالیٰ کی چاہت کیا ہے یعنی وہ سمجھ لیگا کہ دنیا سے اجتناب ہی اللہ کی چاہت ہے، جو دنیا کے مباح اشیاء کی طرف لذت حاصل کرنے کے لئے منہمک ہو جائے تو ہر فرحت کے ساتھ کڑواہٹ ضرور پائے گا، اور ہر راحت کے ساتھ تعب و مشقت بھی ضرور ہوگی، دیکھیے!؟ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ کے ساتھ محبت کی تو افک کا وقعہ پیش ہوا، حضرت زینبؓ کی طرف مائل ہوئے تو ﴿ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا ﴾ کا حکم آیا۔

پھر جب محبوب حاصل بھی ہو جائے تو عقل کی آنکھ اس کی جدائی کو دیکھے گی جس سے اور زیادہ تکلیف ہوگی، تو عقلمند انسان ان حالات پر نظر رکھ کر سمجھ لیگا کہ اس سے اللہ کا مقصود دنیا سے تنفر ہے، تو معلوم ہوا کہ دنیا سے صرف ضرورت کی حد تک فائدہ حاصل کیا جائے اور اس سے زائد کی طرف نظر نہ ہو تو تمام خیالات کو اپنے خالق حقیقی کی طرف مجتمع کر کے مرکوز کیا ہے جو اس طریقِ کار سے روگردانی کریگا ضرور پشیمان ہوگا۔

دل جمعی و یکسوئی کا احسن طریقہ:

اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر ایمان لانے اور اس کے اوامر کو ماننے والے دل کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہو اور اس کے اوامر کو بجالائے، مگر اس کے لئے خیالات کا یکجا ہو جانا اور دل جمعی ہونا از حد ضروری ہے، کیوں کہ انسان کی ذات میں رکھی گئی خواہشات کے ساتھ منازعت خیالِ مجتمع کو منتشر کرنے کے لئے کافی ہے، یعنی اگر ان خواہشات پر قابو نہ ہو تو دلجمعی نہیں ہوگی۔ دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے یکسو کرنے اور اس کے احکام کو خود پر نافذ کرنے اور اس کی ملاقات کی تیاری کرنے کے لئے خیالات کو مجتمع کرنے کی کوشش کرنا از بس ضروری ہے، اور یہ کام اس راہ میں رکاوٹوں کو دور کیے بغیر نہیں ہوسکتا۔ حتی الامکان ان کو دور کرنا چاہیئے۔ خیالات کو منتشر اور دل کو متشوش کرنے

میں دو چیزیں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہیں، دوسرے الفاظ میں دل جمعی اور یکسوئی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ دو چیزیں ہیں۔

پہلی چیز: خواہش نفس کے ہر مطالبے کو ماننا ہے اس لئے کہ نفسی خواہشات کی کوئی انتہا نہیں ہے وہ کسی حد پر جا کر ختم نہیں ہوتے۔ یکے بعد دیگرے اپنے مطالبات منواتا رہتا ہے اگر اس کی ہر خواہش کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے تو دین و دنیا دونوں ہاتھ سے نکل جائیں گی مگر مکمل مراد حاصل نہیں ہوگی مثلاً مستحسنات کے حصول کے ارادے یا مال جمع کرنے کی خواہش یا حکومت و ریاست طلب کرنے کی تمنا وغیرہ۔

دوسری چیز: لوگوں سے بلا ضرورت مخالطت ہے خصوصاً عوام کے ساتھ اختلاط اور بازاروں کا چکر لگانا اس سے طبیعت خواہشات کا تقاضا کریگی اور دنیا سے کوچ کرنے کے خیال کو دل سے محو کریگی راحت غفلت آرام طلبی اور اطاعت سے سستی پسندیدہ مشغلہ بن جائے گی۔ جس شخص کو لوگوں کے ساتھ اختلاط کا چسکا لگ جائے اس کے لئے علم میں مشغول ہونا یا عبادت میں دل لگانا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہوگا اور بار بار ان کے ساتھ میل جول کے لئے گھر میں سے ہر وقت غائب رہنا آسان تر ہوگا اور جس سے قیمتی اوقات ضائع ہوں گے۔ جو شخص اپنے خیالات کو یکجا اور دل کو یکسو پانا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ ایسی گوشہ نشینی اختیار کرے کہ کسی کی آواز تک نہ سنی جائے۔ تو اس وقت معارف سمجھنے کے لئے ذہن خالی ہوگا اگر لوگوں سے ملاقات کرنا انتہائی ضروری ہو جائے تو بس اپنا کام مکمل کر کے پھر گوشہ نشینی اختیار کرے بس یہی طریقہ سلامتی کا ہے اور اس کے فوائد میں مزید غور و فکر کرو تاکہ تیرے لئے مزید راہیں کھلنے لگیں۔

اخلاص کی اہمیت:

میں نے اپنے زمانے کے زہد کے دعویداروں کے احوال کا خوب جائزہ لیا کہ جن کے اندر چند چیزیں جو ان کے دعویٰ اخلاص کے باوجود ان کے نفاق اور ریا پر دلالت کرتی ہیں ان میں کچھ لوگ حد سے زیادہ گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں نہ کسی دوست سے ملاقات کرتے ہیں نہ ہی کسی مریض کی عیادت اور وہ اپنے زعم میں ایسا کر کے عبادت کے لئے

لوگوں سے انقطاع کئے ہوئے۔

جب کہ آنحضرت ﷺ آپ کے صحابہؓ اور اسلافؒ کا یہ طور وطریقہ نہیں تھا‘ رسول اللہ ﷺ مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے اپنی ضروریات کی چیز خریدنے بازار بھی تشریف لے جاتے۔ حضرت ابوبکرؓ تو بازار میں کپڑے کا کاروبار کرتے۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور ابوطلحہؓ قبریں کھودنے کا کام کرتے جبکہ تابعین میں سے حضرت ابن سیرینؒ مردوں کو غسل دیتے‘ جبکہ ہمارے زمانے کے بزرگ لوگوں کے سامنے خاموشی اختیار کرتے ہیں‘ لوگوں سے الگ تھلگ رہتے ہیں جو نفاق کی علامت ہے حضرت امام ابن سیرینؒ دن کو لوگوں سے ہنستے اور بات چیت کرتے اور رات کو دربارِ الٰہی میں روتے۔ جبکہ ہمارے زمانے کے زہد کے دعویدار لوگ مسجد میں نفل نمازوں پر زور دیتے ہیں اور لوگ ان کو دیکھ کر ان کی عبادت گذاری کی بڑی تعریف کرتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اجعلوا هذه فی البیوت) ”یعنی نفل نمازیں گھروں میں پڑھا کرو“۔

اور یہ لوگ ہمیشہ روزہ دار ہونے کو لوگوں کے سامنے بیان کر کے یہ حظ حاصل کرتے ہیں کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں شخص کسی دن بھی روزے کے بغیر نہیں رہتا‘ مگر اس بے وقوف کو یہ معلوم نہیں یہ سب کچھ لوگوں کو دکھانے کے لئے کر رہا ہے‘ اور بعض لوگ ہر جمعہ کے دن صبح کے وقت تلاوت کرتے ہوئے معوذتین پڑھتے ہیں تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ ان کا قرآن ختم ہوا ہے۔ یہ اعمال صریح نفاق کی نشان دہی کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض صاحب نصاب ہونے کے باوجود لوگوں سے زکوۃ لیتے ہیں اور یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ جن لوگوں سے مال وصول کرتے ہیں ان کی آمدن حلال ہے یا حرام‘ اور بعض امراء کے پاس جاتے ہیں‘ اور ان سے مال حاصل کرتے ہیں مگر یہ نہیں دیکھتے یہ کہاں سے حاصل کیا ہے‘ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں کی اصلاح فرمادے کیوں کہ یہ تمام اعمال غیر مقبول ہیں اور دکھانے کے لئے عمل کرنے والے کو یہ سمجھنا چاہئے کہ جس غرض کے لئے وہ عمل کرتا ہے‘ مقصود حاصل نہیں ہوتا‘ اس لئے کہ مقصود لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا ہے‘ اور لوگوں کے دل خالص عمل کی طرف مائل ہوتے ہیں‘ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگ ان سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔

وقت کی اہمیت:

آرام طلب اور راحت پسند لوگوں کی صحبت سے پناہ چاہتا ہوں' اکثر لوگوں کو میں نے دیکھا ہے جو میرے ساتھ بھی عام لوگوں کی طرح ضیاع وقت کا معاملہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں' اور کثرتِ ملاقات اور بار بار آنے جانے کو خدمت کا دلربا نام دیتے ہیں اور پاس بیٹھنا چاہتے ہیں اور بیٹھ کر لایعنی و بے مقصد باتوں میں لگ جاتے ہیں درمیان میں غیبت بھی ہونے لگتی ہے' یہ مرض ہمارے زمانے میں عام وبا کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ جب میں نے دیکھا کہ زمانہ قیمتی ترین سرمایہ اور عظیم ترین دولت ہے' اس کی حفاظت ضروری ہے' تو میں اس قسم کی ملاقاتوں سے گریز کرنے لگا اور لوگوں سے درمیانہ چال چلنے لگا' اگر سب کو منع کرتا تو تنہائی اور وحشت کی زندگی گذارنی پڑتی' اگر مکمل ان کا ساتھ دیتا تو قیمتی سرمایہ ضائع ہو جاتا' تو میں حتی الامکان ملاقاتوں سے پہلو تہی اختیار کی اور بامر مجبوری اس کی ضرورت پڑی تو ضرورت کی بات کر کے اپنے کام میں لگنے لگا' پھر ملاقات کے اوقات کے لئے کچھ ایسے کام ڈھونڈ نکالے جس سے ملاقات بھی ہو اور بات چیت بھی جاری رہے اور وقت کا ضیاع بھی نہ ہو۔ چنانچہ ملاقات کے وقت کاغذ کاٹنے' قلم بنانے' بکھرے ہوئے مسودات کو یکجا کرنے کا کام کرتا' کیونکہ ان امور کے انجام دہی میں دماغ اور دل کی یکسوئی کی ضرورت نہیں ہے' بات چیت کرتے ہوئے بھی انجام دیئے جا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو وقت کی قدر پہچاننے کی توفیق عطا فرمادے' اکثر لوگوں کو میں نے دیکھا کہ زندگی کا مقصد ہی نہیں جانتے' بعض ایسے لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا ہے' انہیں محنت و کمائی کی ضرورت نہیں ہے مگر وقت کو سخت بے دردی سے ضائع کرتے ہیں' بازاروں میں بیٹھ کر آنے جانے والوں کو تکتے رہتے ہیں' جس سے ضیاع وقت کے ساتھ ارتکاب گناہ کا بھی سخت اندیشہ ہوتا ہے' اور بعض فضول کھیل کود بے مقصد قصہ کہانیوں اور لچر قسم کے واقعات سنتے رہتے ہیں اور اپنا وقت برباد کرتے ہیں' میں نے سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر کی قدر و قیمت سمجھنے اور عافیت کے ایام کی قدر پہچاننے کا اعزاز اپنے خاص بندوں کو عطا فرمایا ہے۔ ﴿وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ﴾۔

کبیرہ گناہ سے بھی بچنا چاہئے:

اکثر لوگوں کو میں دیکھتا ہوں جو نجاست کی چھینٹوں سے تو خود کو بچانے کی کوشش ضرور کرتے ہیں مگر غیبت کی غلاظتوں سے نہیں بچتے' بکثرت صدقہ دینے کا اہتمام کرتے ہیں مگر سودی کاروبار کرنے سے نہیں کتراتے۔ رات کو تہجد پڑھنے کا اہتمام ضرور ہے مگر فرض نماز وقت پر پڑھنے کا اہتمام نہیں' فروع کی حفاظت میں سختی ہے مگر اصول سے غافل ہیں میں نے اس کے اسباب پر غور کیا تو پتہ چلا اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک عادت' اور دوسری خواہشات نفس کا غلبہ' خواہشاتِ نفس کا غلبہ کان کو بہرہ' آنکھ کو بے بصارت اور عقل کو ماوف کردیتا ہے' حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا معاملہ بھی کچھ اس طرح تھا' انہوں نے جب یہ آواز سنی: ﴿ اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ ﴾ ''تم چور ہو'' تو کہنے لگے: ﴿ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا کُنَّا سَارِقِیْنَ ﴾ ''تمہیں معلوم ہے ہم زمین میں فساد مچانے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم چور ہیں''۔

تفسیر میں آیا ہے' جب وہ مصر میں داخل ہوئے تو اپنے اونٹوں کے منہ پر تھیلے باندھ لئے تاکہ دوسروں کی چیزوں کو ناحق نہ کھانے پائیں' گویا انہوں نے زبانِ حال سے یہ کہا ہم یہاں تک احتیاط کرتے ہیں' بھلا چوری کیسے کرسکتے ہیں' انہوں نے ایک لقمہ حرام کا جوان کے اختیار میں بھی نہیں تھا اسکا اہتمام تو کرلیا' مگر یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے اور چند ٹکوں کے بدلے فروخت کرنے کو کوئی معیوب نہیں سمجھا' کچھ لوگ چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچنے کا خوب اہتمام کرتے ہیں مگر کبائر سے بچنے کا کوئی التزام نہیں کرتے' کچھ لوگ ناجائز کو جائز بنانے کے لئے جاننے کے باوجود تاویلات کرتے رہتے ہیں' یہ طریقہ علماء یہود کا تھا' اپنے دین کے مطابق سخت ترین عبادت کو برداشت کرتے تھے جب اسلام کا ظہور ہوا' تو اس کی صحت کو جاننے کے باوجود اس کو قبول نہ کرسکے' کیوں کہ اس سے ان کی اجارہ اور چودھراہٹ پر حرف آتا تھا' یہی معاملہ قیصر کا تھا آپ ﷺ کی رسالت کو سچ سمجھ کر بھی حکومت کے خاطر قبول کرنے سے انکار کردیا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اصول ضائع کرنے اور خواہشات کو بے لگام کرنے سے بچائے اس

لئے کہ جب خواہشات بے لگام ہو جائیں تو تقوی کی سرسبز وشاداب کھیت کو چر کر برباد کر سکتی ہیں، اور نفسی خواہش کی مثال اس درندے کی سی ہے جس کے گلے میں زنجیر ہو، اگر اس کو پکڑنے والا مضبوطی سے اس کو تھامے گا تو خون خرابے سے اس کو روک سکے گا ورنہ برباد کر کے رکھ دے گا، ہوشیار انسان وہ ہے جو ہر وقت نفسی شیطان اور جنی شیطان کی چالوں سے بیدار رہے اور غافل ہو کر لگام کو چھوٹنے نہ دے۔

لذائذ وخواہشات کے بعد آنے والا دن بھاری ہوتا ہے:

جاہل ترین ہے وہ شخص جو عاجل کو آجل پر ترجیح دے، جو انجامِ بد سے خالی نہیں ہے، کتنے بادشاہوں اور امیروں کے بارے ہم نے سنا ہے کہ انہوں نے خواہشات کی طلب میں نفس کی لگام کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور حرام وحلال کی تمیز نہیں کی تو انہیں موت کے وقت ایسی ندامت بغلگیر ہوئی کہ جس کی کڑواہٹ کے مقابلے میں لذت کی کوئی وقعت نہ تھی، جب یہ بات ہے تو غم کے لئے یہی کافی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت کی ہمیشہ نہ ختم ہونے والی سزا کی کیفیت اپنی جگہ باقی ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دنیا طبائع انسانی کے لئے محبوب ومرغوب ہے، اس کی اثر آفرینی سے میں انکار نہیں کرتا لیکن اس کے حصول پر نظر کرنے، اور اس کے اسباب کو جان لینے کی تائید کرتا ہوں، تاکہ لذت کے برے انجام سے بچ سکے، ورنہ اس لذت میں کیا بھلائی ہے جس کے بعد جلنا ہو، بتائیے کیا کوئی عاقل یہ گوارا کریگا کہ اس سے کہا جائے کہ ایک سال کی حکومت تجھے دی جاتی ہے، اس کے بعد قتل کئے جاؤ گے، ہر گز نہیں بلکہ معاملہ اس سے الٹ ہو سکتا ہے، کہ ایک سال یا دو سال کی سخت محنت ومشقت کی کڑواہٹ کو بعد میں ملنے والی لذت پر قربان کر دیگا۔

دلف ابی دلوف نے کہا ہے: کہ ایک مرتبہ والد صاحب کے انتقال کے بعد میں نے ایک خواب دیکھا، کہ کوئی مجھ سے کہتا ہے، امیر المؤمنین کی دعوت قبول کرو، چنانچہ میں اس کے ساتھ چلا، تو اس نے مجھے ایک سخت وحشتناک، بے آباد، کالی دیواروں پر لٹکی چھت اور ٹوٹے پھوٹے دروازوں والے گھر میں داخل کیا گیا اور پھر اس کے اندر ایک کمرے میں لے جایا گیا، جس کی دیواروں پر آگ کے نشانات اور اس کے فرش پر آگ کے اثرات

تھے' میں نے دیکھا کہ اس میں میرے والد سر گھٹنوں میں دبائے ہوئے بیٹھے ہیں' انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا: دلف تو؟ میں نے کہا ہاں میں ہوں اللہ تعالیٰ امیر کی حالت کو درست فرمادے تو اس نے یہ چند اشعار کہے:

ابلغن اهلنا ولا تخف عنهم ما تقنا فی البرزخ الخفاق

قد سئلنا عن کل ماقد فعلنا فارحموا وحشتی وماقد الاقنی

''میرے گھر والوں اور رشتے داروں کو برزخ کی اس ناکامی و پریشانی کے متعلق بتاؤ اور چھپاؤ مت' کئے ہوئے افعال کے متعلق ہم سے پوچھا گیا' میری وحشت اور ملنے والی تکالیف کے سبب پر مجھ پر رحم کرو''۔

یہ اشعار بول کر کہنے لگے: سمجھے گئے؟ میں نے کہا ہاں سمجھ گیا' تو یہ اشعار کہا:

فلو اناااذا متنا ترکنا لکان الموت راحة کل حی

''اگر ہم مرجاتے اور چھوڑ دیئے جاتے تو موت ہر زندہ کے لئے باعث راحت ہے''

خواہشاتِ نفس کے ساتھ جہاد:

میں نے جب مؤمن کے امتحان اور لذات پر قادر ہونے کے باوجود اپنے دامن کو بچانے پر غور کیا تو بے ساختہ زبان سے سبحان اللہ کا کلمہ جاری ہوا' میں نے کہا یہ ایمان کے اثر کے ظاہر ہونے کا ہی موقع ہے' نہ کہ دو رکعت نماز کا۔

اللہ کی قسم! حضرت یوسف علیہ السلام جس عظیم منصب پر فائز ہوئے اور سعادت و نیک بختی کی معراج تک پہنچے اس کا سبب اس جیسے مقام میں عظیم کامیاب ہونا ہے۔

عزیز بھائیو! خدارا غور وفکر سے کام لو' یوسف علیہ السلام اس وقت اگر نفس کی خواہش کے تقاضے کے مطابق عمل کرتے تو ان کے ساتھ کیا ہوتا؟۔

لذت وخواہش پر عمل کرنے کے موقع مؤمن کو میسر آتے ہیں اور امتحان سے دوچار ہوتا ہے اور خواہش نفس کے کشمکش کے کارزار میں عواقب وانجام کے ہتھیار کو اگر استعمال نہیں کریگا تو اسے شکست کا سامنا کریگا' ایسے مواقع میں گویا بزبانِ حال اس سے کہا جائیگا' اپنی جگہ پر ہی ٹھہرے رہو' خواہش کے تقاضہ پر عمل کرنے کا انجام ندامت اور رونے دھونے

کے سوا کچھ بھی نہیں' لذات کی دلدل میں پھنسنے کے بعد اگر امن سے نکلنا بھی چاہے گا تو زخمی ہوئے بغیر نہیں نکل سکے گا' کتنے ایسے لوگ ہیں ایک مرتبہ پھسل گئے پھر سنبھل نہ سکے۔ جو لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے اس جملہ ﴿ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ﴾ پر غور کریں گے وہ لغزش و خطا کی بدبختی و بدانجامی کو سمجھ سکیں گے' اور حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے احوال پر غور کرنے سے ان کے درمیان عظیم الشان فرق کا ضرور ادراک کریں گے' اگرچہ ان کی توبہ قبول ہوئی مگر وہ کپڑا جو پھاڑ کر سیا گیا ہو کیا صحیح سالم کپڑے کی برابری کر سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں' اکثر ہڈی ٹوٹنے کے بعد ٹھیک نہیں ہوتی' اگر ٹھیک ہو بھی جائے تو اپنی سابقہ حالت پر ہرگز نہیں آتی۔

میرے بھائیو! نفس کو خواہش ولذات کے پیش آنے کے موقع پر خوب بیدار ہو جاؤ۔

نفس سے خطاب:

نفس کا حد سے زیادہ شہوات وخواہشات کی طرف مائل ہونے پر میں نے غور کیا اور دیکھا کہ اس وقت دل و دماغ' عقل وفہم اور ذہن سب ماؤف ہوتے ہیں کوئی وعظ ونصیحت کارگر نہیں ہوتی۔ ایک دن جب نفس مکمل طور پر خواہش کی تکمیل کی طرف مائل ہو گیا تو میں نے چیخ چیخ کر نفس کو خطاب کیا' اے نفس! تیرا ناس ہو کہ ذرا ٹھہر جا! میں تجھ سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں' ان کو سننے کے بعد جو مرضی آئے کر لینا' میں نے کہا: یہ بات تو ثابت ہو چکی ہے کہ جائز لذات کی طرف تیرا رجحان و میلان کم اور حرام کاموں کی طرف زیادہ ہے' میں تیرے سامنے دو باتیں واضح کروں گا' جہاں تک جائز ومباحات کا تعلق ہے اس میں تم آزاد ہو لیکن ان کا حصول مشکل ہے' اس لئے کہ مال ایسی چیز ہے بسا اوقات اس کو حاصل نہیں کیا جا سکتا' اور محنت ومشقت سے بھی مکمل کامیابی نہیں ہوگی جبکہ قیمتی وقت ہاتھ سے نکلتا چلا جائیگا۔ پھر حصول کے بعد بھی اس کے ساتھ لگے نقصانات بھی کسی سے پوشیدہ نہیں' مثلاً کھانے پینے کے معاملے کو لے لیں' پیٹ بھر کر کھانا بے شمار بیماریوں کا باعث ہے' اگر شخصیات ہیں تو ان سے جدائی پر بداخلاق اور کوفت ہونے کا خطرہ ہے' اور پسند کی شادی بدن کے کمزور ہونے کا سبب ہے اور نہ جانے کیا کیا تکالیف ہیں' باقی رہی تیری

حرام خواہشات' ان کے حصول میں مذکورہ مصائب و آفات تو ہے ہی' ان کے علاوہ عزت کا پارہ پارہ ہونا' دنیا میں سزا اور شرمندگی اور آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا ہونا لازمی ہے اور خواہش کو مغلوب کرنے میں سب سے بڑی لذت ہے' اے نفس! کیا تو خواہشات نفس کے ہاتھ مغلوب شخص کی طرف نہیں دیکھتا؟ کہ وہ کس طرح ذلت و رسوائی سے دوچار ہے؟ اس کے برخلاف شہوات نفس کو مغلوب کرنے والا شخص خوب خوشی میں ہے' کیوں کہ اس کا دل مضبوط ہے' وہ خواہشات پر غالب ہے' لہٰذا خواہشات کو اچھی نگاہ سے ہرگز مت دیکھنا' چور کی طرح نہ ہو کہ چوری کرتے وقت اس کی نظر صرف اخذ مال کی لذت کی طرف ہوتی ہے' اور ہاتھ کٹنے کی طرف فکر کی آنکھ سے نہیں دیکھتا۔ انجام پر غور کرنے' لذت وحلاوت کڑواہٹ و تلخی سے بدل جانے کی کیفیت کو دیکھنے کے لئے بصیرت کی آنکھ کھولنی چاہیے۔ اور یاد رکھئے کہ پہلا گناہ بھوکے شخص کے پہلے لقمہ کی طرح ہے' صرف ایک لقمے سے سیر نہیں ہوا کرتا' بلکہ مزید کھانے کی خواہش پورے آب وتاب کے ساتھ موجزن ہوگی۔

لہٰذا عقل مند انسان کو چاہیے کہ وہ خواہشات پر قابو پانے اور ان سے نفس کو روکنے کے بے شمار فوائد کو پیش نظر رکھے' ایسا کرنا یقیناً باعث سلامتی ہوگا۔

علم کے مقتضی پر عمل نہ کرنا باعث خطرہ ہے:

میں نے علم کے متعلق اپنے نفس کے خیالات کو بہتر پایا کہ وہ علم کو ہر چیز سے مقدم رکھتا ہے' اور اس کی یہ دلیل دیتا ہے کہ نفل نماز میں مشغولیت پر علم میں مشغول ہونے کی فضیلت اور کہتا ہے کہ میرے پاس اس کی مضبوط دلیل ہے' میں نے علم سے زیادہ نفل نمازوں اور روزوں میں مشغول ہونے والے لوگوں کی اکثریت کو اصول میں کمزور پایا' اس حد تک میں نے نفس کو درست اور صحیح پایا' مگر عملی لحاظ سے دیکھا تو صرف صورت علم میں زیاد مشغول ہے عملی لحاظ سے کمزور ہے تو میں چیخ اٹھا اور نفس سے کہا: علم نے تجھے کیا فائدہ دیا؟ کہاں ہے وہ خوف خدا؟ کہاں گئی گناہوں پر پریشانی کہاں ہے گناہوں سے بچنا اور کہاں گئی ڈرنے کی صفت؟ کیا تم نے اخیارِ علماء امت کی عبادات اور جدوجہد کے واقعات

نہیں سنے: کیا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز میں طویل قیام کی وجہ سے قدمین مبارکین میں ورم نہیں آئے تھے؟ کیا حضرت ابوبکرؓ کی کثرت بکاء سے تم ناواقف ہو؟ حضرت عمرؓ کے رخسار پر آنسوؤں کے نشانات سے لکیر نہیں بن گئی تھی؟ کیا حضرت عثمانؓ ایک رکعت میں قرآن کریم ختم نہیں کرتے تھے؟ کیا تم حضرت علیؓ کے نماز میں رونے کی وجہ سے داڑھی بھیگ جانے سے بے خبر ہو؟ کیا حضرت حسن البصریؒ کے سخت پریشانی میں زندگی گزارنے سے ناواقف ہو؟ تجھے پتہ نہیں کہ حضرت سعید بن المسیبؒ ہمیشہ مسجد میں رہے اور چالیس سال تک ایک نماز بھی بغیر جماعت کے نہ پڑھی؟۔

اسود بن یزید کا رنگ مسلسل روزے رکھنے سے زرد اور پیلا نہیں پڑ گیا تھا؟ کیا ربیع بن خثیم کی بیٹی نے ان سے نہیں کہا تھا کہ ابا جان سارے لوگ سوتے ہیں' آپ کیوں نہیں سوتے اور جواب میں انہوں نے فرمایا: بیٹی! تیرا والد شبخون کے عذاب سے ڈرتا ہے' کیا ابو مسلم خولانیؒ نے مسجد میں کوڑا اپنے نفس کو سستی' کاہلی سے تنبیہ کرنے کے لئے نہیں لٹکایا ہوا تھا؟۔

یزید الرقاشی کے متعلق تمہیں نہیں معلوم؟ کہ وہ مسلسل چالیس سال روزہ رکھنے کے بعد بھی فرماتے ہیں' ہائے افسوس' عبادت کرنے والے لوگ مجھ سے سبقت لے گئے' اور مجھے پیچھے چھوڑ گئے' کیا معتمر کے بیٹے منصور چالیس سال روزے کی حالت میں نہیں رہے؟ کیا تم نے ابرہیم بن ادھمؒ کے متعلق نہیں سنا؟ کہ ان کو خوف کی وجہ سے خون کا پیشاب آتا تھا؟ کیا تم ائمہ اربعہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ امام مالکؒ امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے زہد و عبادت سے لاعلم ہو؟ نہیں ہرگز نہیں۔

لہٰذا اے نفس! عمل کے بغیر صرف صورتِ علم سے بچو' عمل میں سستی' کاہلی اپاہج لوگوں کا کام ہے۔

شعر:

خذ لك ملك على مهلة ومقبل عيشك ولم يدبر

''فراغت و مہلت کے اوقات میں اپنے لئے زادِ راہ تیار کرو' کیوں کہ ہاتھ سے نکلا ہوا

وقت دوبارہ نہیں ہاتھ آتا''۔

مجاہدہ نفس حکمت عملی کے ساتھ کرنا چاہئے:

میں نے مجاہدہ نفس پر غور کیا تو دیکھا کہ یہ عظیم جہاد ہے' میں نے اکثر علماء وزہاد کو دیکھا کہ وہ نفس کے مجاہدے میں حکمت عملی سے کام لیتے ہیں' کیوں کہ ان میں سے بعض کو میں نے دیکھا کہ وہ نفس کو اس کے جائز حقوق سے بھی منع کرتے ہیں' اور یہ دو وجہ سے غلط ہے۔

پہلی وجہ: بسا اوقات اس کو جائز خواہشات سے روک کر دوسری بڑی خواہش سے اس کو لطف اندوز کرتے ہیں۔ مثلاً کسی مباح وجائز خواہش سے اس کو روکا تو اس میں مشہور ہو گئے' تو نفس مدح وشہرت کے خاطر اس خواہش کی طرف مائل نہیں ہوتا' اور اس سے بھی ایک سخت خطرناک خفیہ مرض میں مبتلا ہو سکتا ہے' وہ یہ کہ وہ دوسروں سے خود کو افضل سمجھنے لگتا ہے' کہ دوسرے لوگ تو ان خواہشات کو استعمال کر رہے اور میں جائز خواہش سے بھی نفس کو روک رہا ہوں۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ ہمیں نفس کی حفاظت کا حکم دیا گیا' ہم اس کی حفاظت کے مکلف ہیں' اور حفاظت کے اسباب میں اس کی جائز خواہشات بھی ہیں جن پر اس کی صحت وتندرستی کا مدار ہے' لہٰذا اس کے قوام کو برقرار رکھنے کے لئے وہ چیزیں اس کو دینا پڑیں گی۔

جن میں سے اکثر کی وہ خواہش کرتا ہے' ہماری مثال اس کی حفاظت کے وکلاء کی طرح ہے ہم اس کے مالک نہیں ہیں بلکہ اس کو ہمارے اندر بطور ودیعت وامانت رکھا گیا ہے' لہٰذا اس کو اس کی ہر خواہش سے روکنا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ پھر یہ بھی تجربے سے ثابت ہے کہ سخت بندش مکمل کھلنے اور آزاد ہونے کا بھی سبب ہوتی ہے اور بہت سے ایسے پابندی لگانے والوں کے ہاتھوں نفس کی لگام ایسی چھوٹی کہ پھر دوبارہ قابو میں لانا مشکل ہو گیا' نفس کے ساتھ مقابلہ ایک عقلمند مریض کے اپنے مرض کا ساتھ مقابلے کی طرح ہے' کہ وہ اپنے نفس کو اس کی ناپسندیدہ اشیاء (کڑوی دوائیں) کا استعمال عافیت وصحت کی امید دلا کر کرتا ہے' اور کڑوی دواء کا ساتھ تھوڑی سی شیرینی اور مٹھاس آمیزش کر لیتا' اور ڈاکٹر کی بتائی ہوئی مقدار سے زیادہ کھانا نہیں کھاتا' اور حد سے زیادہ کھانا استعمال کرنے سے اسے

روکتا ہے' اس امید سے کہ بسا اوقات ایک زائد لقمہ کئی لقموں سے محروم بھی کر سکتا ہے۔
بالکل ایک عقل مند مومن اپنے نفس کے ساتھ اس طرح معاملہ کرے کہ نہ اس کی لگام کو بالکل آزاد چھوڑے نہ حد سے زیادہ تنگ کرے' بلکہ بسا اوقات لگام کو ڈھیلا چھوڑ دے مگر لگام کو ہاتھ میں مضبوطی سے تھامے رکھے۔
جب تک راہ راست پر چل رہا ہے چلنے دے لگام کو نہ کھینچے' اگر جادہ راہ سے ہٹنے لگے تو لطف اندوز ہونے سے اس کو کھینچے' ہاں اگر واپس آنے سے انکار پر اتر آئے تو زبردستی لگام کو کھینچ لے۔ اس کے گذارہ کرنے میں کم عقل بیوی کے ساتھ مدارت و گذارہ کی طرح معاملہ کرنا چاہیے' اگر نافرمانی پر آئے تو وعظ و نصیحت سے سمجھایا جاتا ہے' وعظ و نصیحت کارگر نہ ہو تو بستر کی جدائی سے اس کو تنبیہ کی جاتی ہے' اگر پھر بھی باز نہ آئے تو بدنی سزا وغیرہ سے کام لیا جاتا ہے' تادیب کے کوڑوں میں سب سے بہتر عزم واستقلال کا کوڑا ہے' نفس کے ساتھ یہ مجاہدہ عمل کے اعتبار سے ہے اور وعظ و نصیحت اور تنبیہ کے ہتھیار کو استعمال میں لانا چاہیے۔
چنانچہ اگر وہ لوگوں کے اختلاط میں سکون و آرام محسوس کرے اور گھٹیا اخلاق اپنانے کی طرف مائل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت سے اس کو متعارف کرایا جائے اور اسے کہا جائے' کیا تو وہ نہیں ہے؟ جس کے بارے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: میں نے اپنے ہاتھ سے تجھے بنایا' اور اپنے ملائکہ کو تیرے سامنے سجدہ ریز کیا' اور اپنی زمین پر تجھے اپنی خلافت سے نوازا' تجھ کو جنت کے بدلے خریدا۔ اگر اس کو تکبر کرتے دیکھے تو اس سے کہدے تو ایک قطرہ گندی و ناپاک منی کا پیداوار ہے ایک معمول جانور تمہیں ماردیتا ہے اور پسو جیسے معمولی کیڑا تجھے تکلیف پہنچانے پر قادر ہے اور اس کو عمل میں کوتاہی کرتے دیکھو تو غلام پر آقا کے حقوق سے آگاہ کرو' اور عمل پر ملنے والے اجر عظیم کے متعلق اس کو بتاؤ۔ اگر خواہشات کی طرف چل پڑے تو سخت بوجھ اور اس کی پاداش میں ملنے والی سردست سزاؤں سے اسے ڈراؤ۔ جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ ﴾ اور معنوی سزا کے متعلق: ﴿ سَأَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ﴾ جیسی آیات سنا کر اسے تنبیہ کرو۔ تو یہ نفس کے ساتھ زبانی جہاد اور وہ عملی جہاد ہے۔
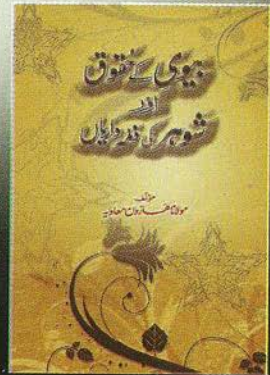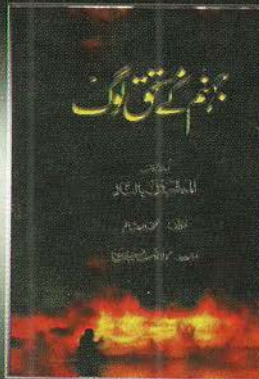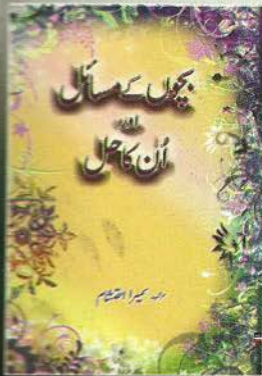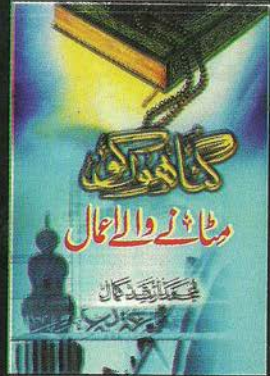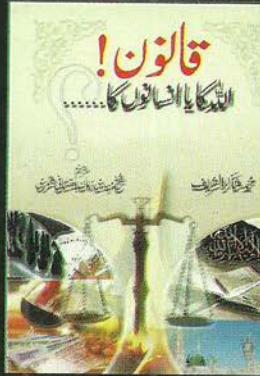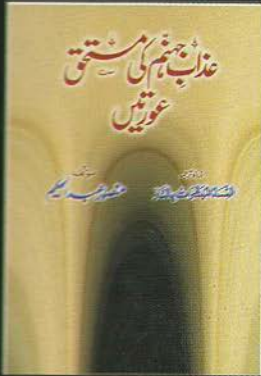
Rs.60/-

Areeb Publications

1542, Pataudi House, Darya Ganj, New Delhi-2 (India)

Ph : 23282550, e-mail : apd@bol.net.in, syedsajid_ali@rediffmail.com